K No. 1

MARTYRS OF CARTHAGE

شہیدانِ کارتھیج

مُصنفہ

مسز جے۔ آر۔ ویب

مولف

مسٹر ایم ایل۔ رلیارام

(بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی وکیل ہائی کورٹ)

ناشر

سوسائٹی بنیادی تعلیمِ بالغاں، چرچ روڈ،

سول لائن گوجرانوالہ

نومبر ۲۰۰۹ء

بارِ ہفتم   تعداد ۲۰۰۰   قیمت -/150 روپے

فہرستِ مضامین

باب	مضمون	صفحہ	باب	مضمون	صفحہ
	دیباچہ	01	14	آخری فیصلہ	166
1	شامِ غربت	04	15	خُفیہ سازش	180
2	سہیلیاں	17	16	دستِ غیب	191
3	صُبحِ صادق	25	17	کیفرِ کردار	202
4	عجیب معالجہ	34	18	انجامِ مخالفت	221
5	افشائے راز	47	19	غروبِ آفتاب	237
6	قطعی فیصلہ	59	20	تاریکی میں نُور	258
7	ناگہانی آفت	73	21	چاردن کی چاندنی	270
8	رنج وراحت	85	22	آغازِ شہادت	285
9	نابالغ گواہ	96	23	انتظارِ مرگ	299
10	بیداغ لبادہ	112	24	تاجِ شہادت	318
11	حیرت افزا منظر	129	25	برلبِ یردن	342
12	بہادر لڑکی	141	26	موت تک ایماندار	355
13	جلاوطنی	153	27	غریبانِ وطن	363

ہونے سے پہلے ہی تیغ و تبر سے کام لینا شروع کر دیا۔ جب ایذا رسانی کا بازار گرم ہوا تو [illegible] وقت وہ بھی [illegible]
آدمی ذولیس سیٹرنیکس، پلاذس سیٹرنیکس اور سکندولس اور دو جوان عورتیں یعنی ویبیا پرپتوا [illegible]
باپ بت پرست تھا اور فلیسیٹس خاص طور پر تماشہ گاہ میں قتل کے جانے کے لائق سمجھے گئے۔ پرپتوا [illegible]
ایک چھوٹا سا بچہ تھا اور اسکی ساتھی عورت کا نازک وقت قریب تھا۔ اول وہ ایک بہت تاریک قید خانہ میں [illegible]
گئیں اور ہر طرح سے انکو ایمان سے برگشتہ کی کوشش کی گئی۔ اسکا بڈھا باپ بار بار اپنی بیٹی کو سمجھانے [illegible]
جایا کرتا اور اسکے شیر خوار بچے کا واسطہ دے کر اسکی مادری محبت کو جوش میں لاتا تھا۔ پرپتوا [illegible] باپ
کے رقت انگیز الفاظ کی قدر کرتی لیکن اسکے ایمان میں ذرا بھی جنبش نہ ہوئی۔ وہ اپنے باپ سے جواب میں کہتی
کہ ہم اپنے نہیں بلکہ ہم خدا کے ہاتھوں میں ہیں" جب اسکے باپ نے دیکھا کہ اسکی بیٹی پر کچھ [illegible]
نہیں ہوتا بلکہ وہ ہر طرح کی برداشت کرنے کیلئے تیار اور خدا کی مرضی پر شاکر ہے تو وہ مایوس ہو [illegible]
سمجھانے کی کوشش نہ کی۔ اول آدمیوں کی شہادت کا دن آپہنچا، انکو شاہی تماشہ گاہ میں لے [illegible]
حوالے کیا جنہوں نے انکو کوڑوں سے خوب پیٹا اور پھر مختلف صورتوں سے انکو قتل کیا پھر وہ دونوں عورتیں بھی [illegible]
مقام پر لائی گئیں اور حکم ہوا کہ انکو ایک درندہ جانور کے آگے ڈال دیا جائے۔ درندے نے پہلے [illegible]
اسے بے ہوش کر دیا پھر فلیسیٹس کو سخت زخمی کیا مگر دونوں زندہ رہیں۔ بعد ازاں ایک جلاد نے فلیسیٹس کا کام تمام
کیا۔ پرپتوا کے جلاد نے کئی زخم لگائے مگر کوئی کاری ثابت نہ ہوا۔ آخر اس بہادر عورت نے خود [illegible]
اس طور پر دنیا کی مصیبتوں سے چھوٹ کر ہمیشہ کے آرام میں داخل ہوئی۔ یہ واقعہ [illegible] مارچ ۲۰۵ء میں ہوا۔

یہی اس قصہ کا خاکہ ہے جس میں لفظی رنگ آمیزی کر کے مصنف نے [illegible]

شاید اصلی دیباچہ کی مندرجہ ذیل چند سطور سے اس کتاب کی اصلیت اور مدعا کا حال بہترین طور پر واضح ہوگا۔

بڑے بڑے واقعات جو اس قصہ میں بیان کئے گئے ہیں عموماً تاریخی حالات [illegible]

اذیتیں اور مصیبتیں معتبر سوانح ہیں۔ بعض باتیں ارادتاً بالحاظ سلسلۂ اوقات سے دی گئی ہیں۔ اصلی مدعا اس واقعہ کا یہ ہے کہ عام طور پر ان مصائب کی سختی کا حال واضح کیا جائے جو ابتدائی کلیسیا پر وارد ہوئے اور انہوں نے کس طور ان کی برداشت کی۔ اس سے ہمارے دلوں میں گہری شکرگزاری پیدا ہوگی۔ ہم کافی عرصہ امن وامان کے ساتھ زندگی گزارتے رہے ہیں، لیکن یاد رکھیں یہ ضروری ہے کہ آخری ایام میں کلیسیا پر بہت سی مصیبتیں آئیں جنہیں برداشت کرنے اور مقابلہ کرنے کیلئے کلیسیا کو تیار رہنا چاہئے۔

خدا اس کتاب کو اپنے جلال کیلئے کام میں لائے اور اس ملک کی کلیسیا اس کے مطالعہ سے اعلیٰ آرزوئیں اور الٰہی تحریک پائے۔

گوجرانوالہ اکتوبر ۲۰۰۹ء — ولسن اے۔ ڈیوڈ

....

نوٹ: قارئین کی سہولت کے پیش نظر تمام کرداروں کے نام چونکہ کافی مشکل ہیں اس لئے انکی جگہ مندرجہ ذیل آسان نام لکھے جارہے ہیں

دیوپروکیوا ۔۔۔ دیوینارکس ایلکس ۔۔۔ مارکس، نولیس سیزینئس ۔۔۔ نولیس پاڈوس سیزینئس ۔۔۔ پاڈوس سکندولس سیزینئس ۔۔۔ سکندولس فلیئیس ۔۔۔ فلوت، پوتومیلیا ۔۔۔ رومینا، لسیلیڈس ۔۔۔ بلینڈس،

پہلا باب

شامِ غُربت

مبارک مومنین جب مقدس وادی میں جاتے ہیں — مسیح کے تخت کے چاروں طرف تمجید گاتے ہیں

خدایا بخش ہم بھی آخر ان کے ساتھ شامل ہوں — جہاں وہ محنتوں سے فراغت و آرام پاتے ہیں

سلطنت روما کل امن و امان کی حالت میں تھی۔ کیونکہ سویرس اپنی فوج ظفر موج مشرق پارتھیا سے بغاوت کرکے وہاں واپس لے آیا تھا۔ اس مہم کا انجام یوں ہوا کہ سلطنت پارتھیا کا دارالخلافہ کٹیسفن مفتوح ہوا اور فتح مند رومی سپاہ کو اجازت ملی کہ مہم کی تکلیفوں اور فاقہ کشیوں کے بعد سرسبز وادیوں اور پرعشرت شہروں میں آرام کرے۔

اسی دوران یہ بلند نظر سپاہ سالار مختلف شہروں کی جو رستے میں تھے سیر کرتا ہوا وہاں کے دینی اور معاشی حالات کا جائزہ لیتا رہا تاکہ مختلف برائیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کرسکے۔ اس کی توجہ مسیحی مذہب کی طرف دلائی گئی کیونکہ رومی اس مذہب کو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور اذیتیں بھی پہنچاتے تھے، جبکہ ان کا شمار روز بروز بڑھتا جاتا تھا۔ اسے یہ بھی بتایا گیا کہ قدیم رومی بت پرست بھی یہودی یا مسیحی مذہب اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اس سے اس کی ناراضگی اور غضب ان دونوں مذاہب پر بڑھا۔ اس نے ان کی ترقی روکنے کے لئے مختلف طریقے استعمال کرنے شروع کئے

مسیحی لوگوں کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے اور اُنہوں نے اس امر کی انجام دہی کیلئے ظلم اور ایذا رسانی کے ایسے ایسے طریق جاری کیئے کہ اُنکی نظیر دُنیا کی تاریخ میں کہیں بھی نہیں ملتی۔ یہ ایذا رسانی شروع شروع میں صدر مقام اسکندریہ میں واقع ہوئی۔ اُس وقت سوریں کا بادشاہ یُونان سے مصر میں چلا آیا اور کچھ مدّت اس عالیشان شہر میں مقیم رہا۔ اُسے یہاں آئے تھوڑا ہی عرصہ ہُوا تھا کہ کلیسیا کے دُشمنوں نے اُسے خبر دی کہ کتنے مسیحی ایماندار نہ صرف اسکندریہ بلکہ مصر کے دوسرے شہروں مثلاً کارتھیج اور تمام شمالی افریقہ میں موجود ہیں۔

اُنکی آئندہ ترقی روکنے اور اُنکے موجودہ زور کو توڑنے کے لئے شہنشاہ نے اسکندریہ میں اسیّس کو اور بعد میں اکولہ کو گورنر مقرر کیا، یہ دونوں اس ظالمانہ کارروائی کو سرانجام دینے کے بخوبی قابل تھے۔ اسکے بعد شہنشاہ تو اپنی فتح کی خوشیاں منانے کے لئے روم چلا گیا اور اُس کی بے قصور مسیحی رعایا اپنے غیر مسیحی جباروں کا شکار بن گئی۔ چونکہ لڑائی ختم ہو چکی تھی اِس لئے رومی فوجوں کو حکم ہُوا کہ اپنے اپنے گھروں کو واپس جائیں۔ اُن میں سے ایک یُونٹ مارکس کے زیرِ فرمان تھی یہ شخص کارتھیج کے ایک نامی اور متموّل رئیس فلیکس کا بیٹا تھا۔ مارکس نے پارتھیا جنگ میں بڑا نام پیدا کیا تھا، اور اب خواہشمند تھا کہ اپنے گھر جا کر رشتے داروں اور دوستوں سے مبارک بادیاں لے اور خصوصاً اپنی بیوی سے ملنے کا شوق اُسکے دامن دل کو بہت زور سے کھینچ رہا تھا۔ مارکس ایک کٹر بُت پرست تھا تاہم اُسکی شادی کارتھیج کے ایک مشہور رئیس اور اُسکے باپ کے دلی دوست ہوریشس نامی کی شریف بیٹی ویویہ سے ہُوئی تھی۔ شادی کے تھوڑے دنوں

کے بعد ہی اُسے سوریہ کی فوج میں شامل ہونا پڑا، اور اب اُسے کارتھیج سے نکلے چار سال ہو چلے تھے۔ اُس نے اپنی ننھی بیٹی کو بھی جو اُسکے جانے کے بعد پیدا ہوئی ابھی تک نہ دیکھا تھا۔

اِس لئے مارکس کو یہ سُن کر بڑا افسوس اور مایوسی ہوئی کہ اُسکی رخصت کی عرضی منسوخ کردی گئی اور اُس کی خدمات اکولہ گورنر کے سپرد ہو گئیں تا کہ اسکندریہ میں چند دن ٹھہر کر وہاں کے مسیحیوں کے حالات کی تفتیش کرنے میں اکولہ کی مدد کرے۔

چونکہ مارکس بُت پرست تھا اور اُسے بچپن ہی سے تعلیم دی گئی تھی کہ مسیحی مذہب جھوٹا ہے اور انسان کو اُسکے معیار سے گراتا ہے۔ یہ اپنی طبیعت سے تو ظالم نہ تھا اور نہ ہی کبھی یسوع ناصری کے شاگردوں کی ایذارسانی میں شریک ہوا تھا لیکن بچپن کی تعلیم اور ہم مذہب لوگوں کی ہم نوائی کی وجہ سے اس کے دل میں بھی مسیحیوں کے خلاف تعصب بھر گیا۔ اپنی نئی ذمہ داری کو سنبھالتے ہی اس نے بھی بڑی سرگرمی سے یسوع کے حلیم اور مسکین شاگردوں کو تنگ کرنا شروع کیا۔ مسیحیوں کی ایذارسانی اُنہی مقامات میں محدود نہ رہی جہاں اُسے اپنے فرائض منصبی کی انجام دہی کے لیے جانا پڑتا تھا۔ اب اُسے اِن بےقصوروں کی مصیبت و جانکنی دیکھ کر ایک خوشی سی ہوا کرتی تھی۔

یہ مثل کیسی سچ ہے کہ ''زمین کی تاریک جگہیں ظلم کے کاموں سے بھری ہیں''۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ جس جگہ رحمت اور سلامتی کی انجیل کی روشنی نہیں پہنچی وہ بت پرستی کی تاریکی کا مسکن ہے اور انسان کتنے ہی مہذب اور شائستہ کیوں نہ ہو جائیں وہ ابھی تک اپنی طبعی حالت میں ہیں اور اس حالت کا خاصہ ہے کہ انسان بدلہ لینے اور خون ریزی کے کاموں میں خوشی حاصل کرتا ہے۔

مارکس ایک تو تھانت پرست اور جب بُرے نمونے سے اُس کی طبیعت کے مذموم خصائل ظاہر ہوئے، اور مسیح کے ماننے والوں کے خلاف جھوٹی خبریں اور افواہیں سُن کروہ سیخ پا ہُوا، اور اُنھیں سخت ایذائیں پہنچانے لگا۔ ایسی حالت میں اُسکی تمام خوبیاں اور صفات جن سے اُس نے بڑا نام پیدا کیا، اور دیوِیہ کے دل کو موہ لیا تھا، اب اُس سے رُخصت ہوتی معلوم ہوئیں اور وُہ مسیحیوں کے خُون کا پیاسا ہو گیا۔ اور مارکس کا برابر یہی خیال رہا، کہ میں اپنے دیوتاؤں کی بزرگی کے لیے یہ سب کچھ کرتا ہُوں اور اُس کے رفیق و آشنا اور ہم خدمت سپاہی بھی اُس کی سرگرمی اور جانفشانی کے مداح تھے۔ جیسے ساؤل ترسیسی کا بھی یہی خیال تھا۔" اور وُہ مردوں اور عورتوں کو گھسیٹ کر قید کراتا تھا"۔ یہاں تک کہ خدا کے فضل نے اُسے اس بُری راہ سے بچایا، اور یسوع نے اُسے پولُوس رسُول ہونے کو بُلایا۔

ان بد بخت لوگوں میں جنہیں مارکس اور اُس کے چہیتے خادم بسیلی نے اکولا کی خُونی عدالت گاہ میں پیش کیا، اسکندریہ کے مشہور نوجوان آریجن کا باپ لیونیڈس بھی تھا۔ اس مسیحی بزرگ نے گورنر کی سختیوں اور ایذا رسانیوں پر بھی نہ مانا کہ دیوتاؤں کے آگے قربانی چڑھائے، یا تھوڑا سا بخور اُس مذبح پر ڈالے جو عدالت گاہ کے پاس ہی رکھا تھا، اور بڑے استقلال سے اپنے ایمان پر ثابت قدم رہا۔ آخر اکولہ نے حُکم دیا کہ اُسے سب سے سنگین قید خانے میں ڈالیں، اور ہر طرح کی اذیت پہنچائیں۔ لیکن اُس نے اُن تمام سختیوں اور اذیتوں کو بخوشی برداشت کیا، اور اُن تکلیفوں میں اُس کی رُوح نے نوجوان بیٹے آریجن کی مسیحی رُوح اور عالی حوصلگی سے بڑی تسلی اور خوشی پائی۔

باپ بیٹے دونوں نے ایک ساتھ مسیح کی انجیل کو قبول کیا تھا، اور وہ سب چیزوں کو یار دولت۔ دوست۔ والدین اور زندگی کو بھی ہیچ سمجھتے تھے، تاکہ مسیح کو پائیں، اور اُس کے مقبول نظر ٹھہریں۔

اگرچہ لیونیڈس کے قید خانے پر سخت پہرہ تعینات کیا گیا تھا پھر بھی آریجن نے کسی نہ کسی طرح اپنے باپ کو ایک چٹھی بھجوا دی، جس میں یہ عجیب الفاظ لکھے تھے۔ ''پیارے باپ! خبردار کہیں ہماری خاطر اپنا ارادہ نہ بدل لینا''۔ وہ جانتا تو تھا کہ میرا باپ اپنی جان بچانے کے لیے اپنے منجی یسوع مسیح کا ہرگز انکار نہ کرے گا، لیکن وہ ڈرتا تھا کہ اُس کی شکستہ دل بیوی اور غمزدہ بچوں کی محبت کا اُس پر بڑا اثر ہوگا۔ چنانچہ وہ اُسے یاد دلانا چاہتا تھا۔ یسوع نے فرمایا ہے کہ ''جو کوئی میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلے وہی میرا بھائی اور میری بہن اور ماں ہے۔'' اس بہادر مسیحی جوان کو بالکل خوف نہ تھا۔ چٹھی پانے کے چند گھنٹے بعد لیونیڈس ہمراہ اور قیدیوں کے مقتل میں پہنچایا گیا، اور وہاں اُس نے مسیح کی خاطر اپنی جان دی تاکہ آسمان کی بادشاہت میں اُسے پھر پائے۔

لیونیڈس اور اُس کے دوسرے ساتھی شہیدوں کے خون سے بھی گورنر کی خونی پیاس نہ بجھی اور اُسے آریجن پر شک پڑا، اس لئے اُس نے مارکس کو تعینات کیا کہ کھوج لگا کر تحقیق کرے کہ آیا آریجن بھی مسیحی کلیسیا کا ممبر اور لوگوں کو اپنے مذہب میں لانے کے لیے ویسا ہی سرگرم ہے، جیسا کہ لوگ اُس پر الزام لگاتے ہیں۔ چنانچہ یہ امر بہت جلد پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا کہ واقع ہی آریجن بھی مسیحی ایمان کا حامل ہے، بلکہ وہ اپنے ایمان کے اظہار میں شہادت کی عزت کا بھی خواہاں پایا گیا۔ ہاں وہ صرف اپنی بیوہ ماں

خبر گیری کے خیال اور اُس کی گریہ زاری کی منتوں سے اس بات پر راضی ہو گیا کہ اُن لوگوں سے جو اُس کی جان کے خواہاں تھے چھپتا پھرے۔

جب خداوند یسوع نے اپنے شاگردوں کو بتایا کہ جب تمہیں میرے نام کی خاطر قسم قسم کی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں تو اگر لوگ تمہیں ایک شہر میں ستائیں تو دوسرے کو بھاگ جانا کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم اسرائیل کے سب شہروں میں نہ پھر چکو گے کہ ابن آدم آ جائے گا''۔ مسیح یسوع نے سکھایا کہ اپنے آپ کو جائز طریقوں سے بچانا مناسب ہے۔ اور یہ اپنے لئے ہی نہیں بلکہ اس لئے کہ یوں اپنے خداوند کی خدمت میں زیادہ محنت کر سکیں اور اُس کی انجیل شہر بہ شہر جہاں کہیں اُنہیں اپنے دشمنوں سے بھاگنا پڑے لے جائیں۔ اس اُصول پر عمل کر کے کلیمنٹ نے جو اسکندریہ میں مسیحی اسکول کا اُستاد اور وہاں کی کلیسیا کی زینت تھا، ایک دُور دراز علاقہ میں پناہ لی۔ لیکن آریجن نے اس معاملہ پر دوسرے پہلو سے نظر ڈالی اور اپنے تئیں اُس کا جانشین ہونے کو پیش کیا۔ گو وہ اُس وقت صرف اٹھارہ ہی برس کا تھا تاہم اُس ذمہ داری کی خدمت پر مقرر ہوا، اور اُس نے اپنے فرائض کو بڑی سرگرمی اور کامیابی سے انجام دیا۔

یہ سُن کر کہ آریجن بہت لوگوں کو اپنے دین کی طرف پھیر لایا ہے اکولہ کے غصے کا شعلہ بھڑک اُٹھا، اور اُس نے مارکس کو ہدایت کی کہ آریجن خفیہ طور پر رات کے وقت قتل کیا جائے۔ آریجن کے دوستوں کو بھی اس امر کی اطلاع ہو گئی، اور وہ اُس کی جائے سکونت بدل بدل کر اُسے بچاتے رہے۔ وہ گاہے بگاہے باہر بھی نکلا کرتا، اور مسیحی ایمانداروں کو دلاسا دیتا اور اُن سے تسلی واطمینان کی باتیں کہتا تھا۔ اُس پر کئی بار حملے

بھی ہوئے لیکن وہ معجزانہ طور پر بچتا رہا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ لوگوں نے زبردستی اپنے کاہنوں کے طریق پر اُس کا سر منڈوایا، اور اُسے مجبور کیا کہ سراپئیں کے مشہور مندر کی سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر اُن لوگوں کو جو داخل ہوں کھجور کی ٹہنیاں دے۔ اُس نے ایسا ہی کیا اور بجائے مقرر کردہ الفاظ کہنے کے ہر ایک شخص کو بلند آواز سے یہ کہہ کر کھجور کی ٹہنی دی کہ "آؤ یہ کھجور کی ٹہنیاں اپنے بُت کے نام سے نہیں بلکہ خداوند یسوع مسیح کی بزرگی کے لئے لو"۔ یوں اُس نے اپنے ایمان کا اقرار کیا اور مسیح اور اُس کی انجیل سے کبھی نہ شرمایا۔

مارکس نے آریجن کی دلیری اور اُس کے ہم ایمان شہیدوں کی ثابت قدمی تو دیکھی لیکن اُن کے ایمان اور شجاعت سے اُس پر کچھ اثر نہ ہوا، اور اُس کی نا بینا روح اس خوبصورتی اور ایمان الٰہی قوت کو نہ دیکھ سکی، جس سے وہ موت پر بھی غالب آئے۔ اور "اس کے وسیلے جس نے اُن سے محبت رکھی فتح مند سے بھی بڑھ کر ٹھہرے" لیکن اس کے خادم پر بالکل برعکس تاثیر ہوئی۔ وہ مسیحیوں کے ستانے میں اپنے آقا سے کچھ کم سرگرم نہ تھا۔ حتیٰ کہ مارکس نے بارہا اُس کی جانفشانی کی تعریف بھی کی۔ لیکن ایک اندوہناک نظارے سے اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ وہ بھی خدا کے فضل پر ایمان لے آیا۔

رومینا جو اسکندریہ کے ایک متمول رئیس کی حسین لونڈی تھی، اکولہ کے حضور میں پیش کی گئی، اور اُس پر مسیحی ہونے اور شہنشاہ کی تحقیر کرنے کا الزام لگایا گیا۔ اسے بڑی بڑی ایذائیں پہنچائی گئیں تاکہ وہ اُس الزام سے انکار کرے۔ اُس سے بڑے بڑے وعدے بھی کئے گئے لیکن سب بے سود۔ آخرکار عدالت گاہ کے پاس ہی گرم پانی

کا ایک حوض تیار کیا گیا، اور حکم ہوا کہ اگر وہ مسیحی ایمان سے انکار نہ کرے تو اُس حوض میں برہنہ ڈالی جائے۔ یہ بہادر لڑکی موت سے تو نہ ڈری، لیکن اُس شرمگیں نظارے کے خیال ہی سے چونک اُٹھی اور اُس نے اکولہ سے منت کی کہ وہ اپنے شہنشاہ کی جان کی خاطر اُس کے کپڑے نہ اُتروائے لیکن جس قسم کی بھی وہ چاہے اُسے اذیت دے۔ اُس نے رقت انگیز آواز سے التجا کی کہ مجھے کپڑوں سمیت اس حوض میں ڈلوایئے اور دیکھئے کہ خداوند یسوع مسیح جس سے آپ ناواقف ہیں مجھے کیسی برداشت اور صبر دیتا ہے۔ حاکم کے دل پر اس پُر منت درخواست سے بڑا اثر ہوا، اور اُس نے اُس کی درخواست منظور کی۔ بلیڈس کو جس کا اُس دن عدالت میں پہرا تھا، حکم ملا کہ اُسے فوراً گرم پانی کے حوض میں ڈلوادے۔ بلیڈس حکم کو بجالایا اور اگرچہ وہ اُس بہادر لڑکی کو اُس کی سزا سے بچا نہ سکا تاہم وہ اُس سے نرمی اور شفقت کے ساتھ پیش آیا اور اُسے لوگوں کے تمسخر سے بچایا۔ حسبِ درخواست وہ کھولتے پانی میں آہستہ آہستہ ڈبوئی گئی۔ اُس نے سپاہی کا شکریہ ادا کیا، اور یہ وعدہ کرتے ہوئے جان دے دی، کہ ''میں خداوند سے تمہارے لیے دُعا کروں گی''۔ اُس کی حلیمی اور عفت اور بلیڈس کے لئے نجات کے فکر نے اُس ناشائستہ سپاہی پر بڑا گہرا اثر کیا۔ وہ مسیح کا خفیہ شاگرد بن گیا۔ اور تھوڑی مدت بعد جب اُس پر زور دیا گیا کہ کوئی کفر آمیز قسم کھائے تو اُس نے انکار کیا، اور صاف صاف کہا کہ میں مسیحی ہوں۔ اُس کے دوستوں نے پہلے پہل خیال کیا کہ وہ صرف دل لگی کرتا ہے، لیکن اُس کی ثابت قدمی دیکھ کر اُسے حاکم کے روبرو پیش کیا جہاں اُس نے اپنے ایمان کا اقرار کیا اور فوراً زندان میں ڈالا گیا۔ آریجن اور کلیسیا کے کئی ایک مسیحی اُسے

ملنے جایا کرتے تھے اور وہیں پر آریجن نے اُسے بپتسمہ دیا۔ آخر کار قید خانہ سے باہر لا کر کلہاڑے سے اُس کا سر تن سے جُدا کیا گیا۔

مارکس کو جو مسیحیوں کے ستانے سے ایک قسم کی وحشیانہ خوشی ہوا کرتی تھی، وہ اب بلیڈس کی موت سے جاتی رہی۔ وہ اس بہادر سپاہی کو بڑا چاہتا تھا، اور نہ صرف اُس کی موت پر افسردہ ہوا بلکہ اُس کی کمزوری اور حماقت پر افسوس کرنے لگا، کہ مسیح مصلوب پر ایمان لانے سے اُس نے اپنی جان عزیز مفت میں برباد کی۔ مارکس پہلے سے بھی بڑھ کر مسیحیوں سے نفرت کرنے لگا اور ان خونی نظاروں کو دیکھتے دیکھتے تھک گیا۔ اور اب اُسے گھر جانے کی خواہش و امنگ ہوئی۔ وہ اپنا دل بہلانے کو شہر کے گردونواح میں اکثر پھرا کرتا تھا۔ اُس کی رخصت کا وقت قریب آ گیا تھا، اور وہ بندر گاہ پر اس اُمید سے اکثر جایا کرتا تھا کہ شاید کوئی تجارتی جہاز کارتھیج یا یوٹیکا کو جانے والا مل جائے اور خشکی کا لمبا اور تکلیف دہ سفر نہ کرنا پڑے، لیکن اُسے کوئی ایسا جہاز نہ ملا، اور وہ مایوس ساحل کے مغربی کنارے پر پھرنے لگا۔ اور ایک مرتفع جگہ پر واقع ڈیم پر جا پہنچا۔ اُس وقت شام کا وقت تھا۔ عالیشان آتشی مینار کے شعلوں کا عکس بہتے پانی پر پڑتا، اور اُس سے ایک نہایت ہی دلکش نظارہ پیدا ہوتا تھا۔ یہ دیکھ کر مارکس آتشی مینار کے نیچے ہی ایک چٹان پر بیٹھ گیا۔ اُس کی آنکھیں تو اس دلفریب منظر پر لگی تھیں لیکن اُس کا دل دن بھر کے مایوس کن فکروں اور مکروہ نظاروں سے ہٹ کر اپنی خوبصورت بیوی اور پیارے بچے پر جا ٹھہرا۔ جب مارکس اس مرتفع جگہ پر پھر رہا تھا تو اُسے کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی، اور جب وہ پھر چٹان پر بیٹھ گیا، تو وہی آواز پھر سنائی دینے لگی۔ لیکن

اُس نے ذرا بھی خیال نہ کیا، کیونکہ وہ کسی خطرے سے ترساں نہ ہوتا تھا۔ اب رات ہوگئی تھی اور عالیشان آتشی مینار کے دامن میں اندھیرا چھا گیا تو ایک صورت عمارت کے پیچھے سے نمودار ہوئی اور نزدیک آ کر اُس اجنبی نے ایک دھیمی لیکن صاف آواز میں کہا:

''وہ شخص دانشمند نہیں، جو اپنے خزانے کو دیر تک بے حفاظت رکھے۔ نہ ہی وہ شخص خوشحال ہے جو واپس آ کر اپنے آپ کو اُس سے محروم پائے''۔ مارکس لپک کر کہنے لگا، تم کون ہو کہ بدشگون پرندے کی طرح میرے راحت افزا خیالوں کو اڑا کر میرے دل میں اندوہناک وہم ڈالتے ہو۔ اس صورت نے اپنی پہلی بناوٹی آواز کو بھول کر ایک دھیمے اور سنجیدہ لہجہ میں کہا: ''تمہارے خیال جتنے زیادہ اندوہناک ہوں اُتنے ہی راست بھی ہوں گے''۔

اس پر مارکس چونک اُٹھا، کیونکہ وہ اس آواز سے واقف تھا۔ گو اس وقت اُسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ اُسے کب اور کہاں سنا تھا۔ مارکس نے غصے سے پکار کر کہا ''تم کون ہو۔ ان بھیدوں کو حل کرو اور بتاؤ، وہ کون سا خطرہ ہے، جو مجھے یا میرے عزیزوں کو لاحق ہونے والا ہے''۔ اس اجنبی نے پھر اپنی آواز کو بدل کر کہا:

''خطرہ تمہارے گھر ہی میں ہے اور میں تمہیں اطلاع دینے آیا ہوں کہ پیشتر ازیں کہ موقعہ ہاتھ سے نکل جائے، تم اپنے عزیزوں کو بچاؤ۔ میرا نام نہ پوچھو، کیونکہ میں اپنا نام بتانے کا مجاز نہیں ہوں''۔

''میں تو ضرور دریافت کروں گا''۔ یہ کہہ کر اُس دلیر سپاہی نے اپنی دو دھاری تلوار میان سے نکالی، اور اُس کی طرف بڑھا۔ اجنبی چپکے سے ایک طرف کو ہو

گیا، اور تاریکی میں مارکس کی گرفت سے نکل گیا، اور جلدی سے پُل کی طرف بھاگا۔
لیکن پیچھے مڑ کر چلانے لگا۔

''میری اطلاع کو حقیر نہ جانو اور جلدی کارتھیج کو واپس جاؤ''۔ دم بھر میں وہ صورت جو پُل پر کچھ کچھ دکھائی دیتی تھی اس تاریکی میں جو آتشی مینار کے دامن میں پھیلی تھی، گم ہوگئی اور پھر ساحل پر پہنچ کر بخوبی نظر آنے لگی۔ مارکس نے اُس کا پیچھا نہ کیا، کیونکہ اُس کے خیال میں کسی نوجوان نے صرف ہنسی کی تھی۔ لیکن پھر اُس کا یہ خیال بدل گیا۔ نہ صرف اُس آواز بلکہ اُس اجنبی کی رفتار اور صورت میں کچھ ایسی بات تھی، جس سے وہ واقف معلوم ہوتا تھا۔ اور اُس نے خیال کیا کہ ضرور یہ شخص دیوٹیہ یا میرے خاندان سے کچھ تعلق رکھتا ہے۔ کیا کوئی خطرہ دیوٹیہ کو درپیش ہے، اور بھلا وہ خطرہ کس قسم کا ہوسکتا ہے اور یہ کون ہے جو یوں غائبانہ طور پر چپکے چپکے میرا پیچھا کرے اور مجھے دور گھر کے خطروں کی اطلاع دے۔ دیوٹیہ کی محبت اور وفاداری پر تو اُسے ذرا بھی شک نہ تھا ورنہ ایسا شک اُسے دیوانہ بنا دیتا۔ تاہم اُن چٹھیوں سے جو اُسے اسکندریہ میں ملتی رہیں، معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت خوش نہیں اور وہ خوشی جس کا اُس نے اتنی لمبی اور پُر درد جدائی کے بعد ملاقات ہونے کی صورت پر اظہار کیا، کچھ شک سے بھری تھی۔ اس وقت تو ان باتوں کا اُس نے ذرا بھی خیال نہ کیا تھا۔ لیکن اب یہ سب پھر اُس کی یاد میں آئیں۔ وہ اسی مضطرب حالت میں بیٹھا رہا، یہاں تک کہ آتشی مینار کی روشنی ختم ہوئی اور مشرق کا شہنشاہ اپنی کرنوں کی فوج لئے نمودار ہوا۔

مارکس فیصلہ کر چکا تھا کہ مجھے گھر ہی کو واپس جانا چاہیے۔ اور وہ سیدھا کول

کے مکان کو روانہ ہوا، جو مسیحیوں کے خلاف مقدمات کی سماعت کرنے کو تیار ہو رہا تھا۔ مارکس کے دل سے اب تعصب اور ظلم کے خیال کافور ہو گئے تھے، اور اسے اپنی بھی ہوش نہ تھی۔ اس لئے اس جم غفیر کو جو اکولا کی عدالت گاہ میں جمع تھا، ذرا بھی خیال نہ کر کے وہ سیدھا اکولا کے پاس پہنچا، اور کارتھیج واپس جانے کی اجازت چاہی۔ اکولا نے اسے بہت سمجھایا کہ "ذرا اور ٹھہرو۔ زیادہ نہیں تو ایک دن تو ضرور ہی ٹھہرو، کیونکہ آج شام چند مسیحی لوگ درندوں کے سامنے ڈالے جائیں گے، اور ایسا نظارہ چھوڑ کر کون جا سکتا ہے۔ لیکن بیچارہ مارکس اپنی ہی فکروں میں غرق تھا، اور اس نے ایک نہ مانی۔ آخر اسے اجازت ملی کہ اپنی پلٹن کو اپنے نائب کے سپرد کر کے کارتھیج کو جائے۔

....

دُوسرا باب

سہیلیاں

کیا گور میں تُو نے اپنا بسیرا　　تیری قبر کو ابرِ ظلمت نے گھیرا
ولیکن نہ ہم رنج و ماتم کرینگے　　مسیح تنگ گوشہ میں حافظ ہے تیرا
اُسی نے لحد کو منور کیا ہے!　　اُسی نے دیا اور اُسی نے لیا ہے

جن دنوں سوریس کا اشتہار جو مسیحیوں کی ایسی بڑی اذیت کا باعث ٹھہرا شائع ہوا، اُس وقت کارتھیج کی کلیسیا بڑی رونق پر تھی۔ اِس کلیسیا نے انتخاب کے ذریعے اپنا بشپ چُنا تھا جسکے ذمہ نہ صرف اُن کی رُوحانی بہتری ہی تھی، بلکہ دُنیاوی بہتری اور حفاظت بھی شامل تھی۔ بشپ کی مدد کے لئے پادری صاحبان کی ایک کونسل بھی تھی جنہیں الگ الگ کام دیئے جاتے تھے۔

شہنشاہ سوریس کی تخت نشینی سے پیشتر امن و امان کے باعث ایسے لوگوں کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی، جو اپنے آپ کو مسیحی کہا کرتے تھے۔ لیکن اب وقت آ پہنچا کہ خدا اور انسان کے نزدیک ظاہر ہو کہ سچے اور جھوٹے مسیحی کون ہیں۔

جو ایذا رسانی اسکندریہ میں شروع ہوئی، وہ سارے شمالی افریقہ میں پھیل گئی، اور کارتھیج ان ایذا رسانیوں کا ایک منظر بن گیا۔ افریقہ کے رُومی پرو کونسل نے اپنی رائے کا اظہار کیا، کہ اس اشتہار کا یہ مطلب نہیں کہ مسیحیوں کی تعداد میں آگے کو ترقی ہونے نہ

پائے، بلکہ یہ کہ دُنیا سے ان کا نام ونشان حرف غلط کی طرح مٹا دیا جائے۔ چنانچہ اس پر اُس نے عمل بھی کر دکھایا۔ اگر کوئی کلیسیا بلاروک ٹوک عبادت کرنا چاہتی ،تو اُسے زرِ کثیر بطور نذرانہ دینا پڑتا تھا۔لیکن یہ حالت دیر پا نہ ہو سکتی تھی ، کیونکہ طرح طرح کے بہانوں سے اُن سے سارا روپیہ چھین لیا جاتا۔تاکہ یا تو وہ بیکس و نادار ہو کر کسی اور ملک کو بھاگ جائیں یا اپنے ایمان پر ثابت قدم رہنے کے باعث موت بھی سہیں۔

ایسے کئی ایک واقعات کارتھیج میں ہوئے ، اور وہاں کے مسیحیوں نے اپنے ایمان کی مضبوطی اور ثابت قدمی اسکندریہ کے مسیحیوں سے کچھ کم نہ دکھائی۔ اُن میں سے ایک پادری نموڈیکس تھا ،جس کی بیوی سیمنا ایذا رسانی کے شروع میں ہی زندان میں ڈالی گئی تھی۔ پادری موصوف نے سو سو جتن کیے کہ اُس کی بیوی کو جلاوطنی ہی کی سزا مل جائے لیکن اُس کی کچھ پیش نہ گئی۔ وہ اُس کی رہائی کے لیے بہت کوشش کرتا رہا اور ساتھ ہی اُسے چٹھیاں لکھتا اور حوصلہ بھی دلاتا رہا ، کہ اپنے ایمان میں ثابت قدم رہے۔ اور وہ بھی بہ نسبت اس کے کہ اپنے خداوند کا انکار کر کے اپنی جان بچاتی ،موت تک ثابت قدم رہی۔

پادری نموڈیکس بڑا سرگرم اور جان نثار مسیحی تھا۔ بُت پرستوں میں اُس کے بہت سے دوست تھے ، جو اُسے بڑی عزت کی نگاہوں سے دیکھتے اور اُسے بڑا عزیز رکھتے تھے۔لیکن اُس کے مسیحی ہو جانے پر وہ اُس کے سخت دشمن بن گئے تھے۔ تاہم اس کے شریف اور متمول دوست فیلکس اور ہوریشس جوں کے توں اُس کی دوستی پر قائم رہے۔ وہ گو اس مذہب سے سخت نفرت رکھتے اور حیرانی ظاہر کرتے تھے کہ ایسا صاحب عقل ایسی بیہودہ باتوں کو مان سکتا ہے تاہم اُن کی دوستی میں فرق نہ آیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے فلپس اُسی مارکس کا باپ تھا جو فوج میں ایک یونٹ کا جنرل تھا۔ فلپس کارتھیج کے اعلیٰ حاکموں میں سے ایک اعلیٰ افسر تھا۔ اس نے اپنی دانشمندی، نکتہ شناسی اور عدل میں بڑا نام پیدا کیا تھا۔ لیکن وہ اُن مقدمات میں جو قومی مذہب سے پھر جانے کے متعلق ہوں، بڑی سختی کرتا اور سیٹرنینس کے ہمراہ مسیحی دین کی ترقی روکنے میں بڑا سرگرم تھا۔ اس کی شاید ایک وجہ یہ بھی تھی کہ فلپس ایک دفعہ مسیحی مذہب کی صداقت کا قائل ہو چکا تھا۔ وہ کارتھیج کی کلیسیا میں شامل ہوا اور بڑے غور و فکر کے بعد اُسے بپتسمہ بھی دیا گیا تھا۔ لیکن اگرچہ مسیحی مذہب کی تعلیم اُسے دل کش معلوم ہوئی مگر زندگی بخش تاثیر کا اُس کے دل پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ اور تنگی اور مصیبت کے وقت اس میں آکر اس نے مسیحیت سے انکار کر کے دوبارہ بُت پرستی اختیار کر لی۔

جب فلپس نے مسیحی دین قبول کیا تو موجودہ پادری نموڈیکس ایک کٹر بُت پرست شخص تھا، لیکن اُن کی دوستی میں کچھ بھی فرق نہ آیا۔ لیکن جب کئی برسوں کے بعد نموڈیکس مسیحی ہوا تو فلپس نے نموڈیکس سے تمام راہ و رسم چھوڑ دیا کیونکہ اس وقت تک فلپس مسیحیت سے انکار کر چکا تھا۔ تاہم نموڈیکس کی دلی تمنا تھی کہ اپنے دوست کو پھر سے مسیح کی طرف پھیر لائے اور اسی وجہ سے اُس نے دوستی قائم رکھی۔ لیکن اُسکی دلی مراد پوری ہوتی نظر نہ آئی۔ اور فلپس ویسے کا ویسا سخت دل، بُت پرست، مسیحیوں کا ستانے والا بنا رہا۔

البتہ سینا کے معاملے میں اُس نے دیویّہ کے باپ ہورینشس کے ساتھ یہ دوستی سے سفارش کی کہ موت کا حکم منسوخ کیا جائے، اور وہ عمر بھر کے لیے جلا وطن ... لیکن اُن کی ایک بھی سنی نہ گئی۔

نموڈیکس اور اُسکی بیٹی مارسلا نے اس مبارک شہید کی موت پر بڑا رنج وغم کیا۔ لیکن اُس کی ثابت قدمی پر اُنہیں بڑا فخر تھا۔ اور اس یقین سے وہ خوش ہوئے کہ اُس کی لڑائی ختم ہوئی، اور اُس کی رُوح اپنے مُنجی کے حضور ہمیشہ کے آرام میں ہے۔ اُس کی جان بچانے کی خاطر تو وہ اُس کی جلاوطنی میں شریک ہونے کو تیار تھا لیکن اب وہ اپنے ابدی آرام میں داخل ہو چکی تھی۔ پادری نموڈیکس اُس جگہ کو چھوڑنا نہ چاہتا تھا، جہاں اُس کی بیوی کی راکھ مدفون ہوئی اور جہاں اُس نے اوّل اوّل یسوع کے نام سے محبت رکھنی سیکھی اور اپنے خاندان سمیت چشمہ پایا تھا۔

اپنی ماں کی موت سے مارسلا کو ایسا صدمہ پہنچا، اور اس امر کا اُس پر ایسا خوف چھا گیا کہ کہیں میرے باپ پر بھی یہی آفت نہ آئے اور وہ اُسے اُبھارنے لگی کہ وہ کسی اور جگہ کو بھاگ چلیں، لیکن وہ اپنے ارادے پر ثابت قدم رہا۔ جب اس بلند ہمت بیٹی نے اپنی قدرتی دلیری پائی تو باپ کے فیصلے سے بہت خوش ہوئی اور خود بھی ارادہ کیا کہ خدا اور مسیح کے جلال کے لیے اپنی جان تک قربان کردے اور بہت ساری جانوں کو بت پرستی کے توہمات باطلہ کی غلامی سے نکال کر مسیح کی پُرجلال آزادی میں لائے۔

اپنے اس ارادے کی انجام دہی کے لیے اُسے ایک اچھا موقع ملا کہ نوجوان صوبہ دار ارکس کی بیوی دیویہ سے پھر اُس کا راہ و ربط ہو گیا۔ مسیحی ہونے کے دن سے پادری صاحب نے اپنی بیٹی کو اُس کی پہلی سہیلیوں سے اسی خوف سے ملنے جُلنے نہ دیا تھا کہ کہیں بُری عادتوں اور سہیلیوں کی تاثیر اُس پر غالب نہ ہو۔ لیکن اپنی ماں کی قید و مصیبت کے دنوں اور اُس کی موت کے بعد مارسلا نے ایسی ثابت قدمی، دینداری اور

اپنے منگنی کی محبت کا اظہار کیا کہ پادری صاحب کو یقین ہو گیا کہ وہ کبھی بھی اُس سندوم کو واپس نہ جائے گی، جس سے وہ سلامت نکل آئی۔ سینا کی موت کے سبب ہورشیش اور فلپس پادری صاحب سے زیادہ ہمدردی اور محبت سے پیش آتے۔ دیویہ پادری کی بیٹی سے بڑے تپاک کے ساتھ پیش آتی۔ اپنے خاوند کی رخصت کے وقت سے وہ اپنے والدین کے گھر ہی میں رہتی اور لوگوں سے بہت کم ملتی جلتی تھی۔ اب تک وہ اپنی بیٹی ایکوا کی خبر گیری میں جو اُس وقت چار برس کی تھی لگی رہی لیکن وہ اکثر اپنی سہیلی مارسلا کے نہ ملنے پر تاسف کیا کرتی تھی۔ اُسے اُمید تھی، کہ مارکس جلد واپس آئے گا، لیکن کافی لمبا عرصہ گزرنے سے وہ مایوس اور دل شکستہ ہو گئی۔ اس لئے مارسلا کی صحبت اور دوستی اُسے بہت پسند آئی، اور دونوں سہیلیاں گھنٹوں ایک دوسرے سے اپنے دل کے دُکھ درد کا بیان کیا کرتی تھیں۔ گو دیویہ بت پرست تھی، پر اتنی متعصب نہ تھی کہ مارسلا کی ماں سینا کی ثابت قدمی اور تکلیفوں کا بیان نہ سنتی اور مارسلا سے اپنی دلی ہمدردی کا اظہار نہ کرتی۔ دیویہ اُس سے اُس کے مسیحی ہونے سے پیشتر کی واقف تھی۔ اور بڑا افسوس کرتی تھی کہ ایسے ایمان کی وجہ سے مارسلا کی والدہ کا سایہ اُس سے دُور ہو گیا، اور اُس کی ماں پورشیا ایک ایسی سہیلی سے محروم ہو گئی، اس لئے وہ مارسلا کی باتوں کو بڑے شوق و ہمدردی سے سنتی تھی۔

دیویہ نے اپنے باپ اور بھائیوں سے اکثر سُنا تھا کہ یہ لوگ اپنے ایمان پر کتنے پختہ ہوتے ہیں۔ وہ یہ سن کر حیران تھی کہ تمام آسمانی دیوتاؤں کی پرستش کرنے کی بجائے صرف ایک خدا کی بندگی کرنے کے لئے یہ لوگ کیوں اپنی جانوں پر کھیل جاتے ہیں۔ لیکن جب اُس نے مارسلا سے شروع سے آخر تک اُسکی ماں سینا کے ایمان کی ساری

کیفیت سُنی کہ وہ دیکھو کر بت پرستی کو چھوڑ کر مسیح میں جینے اور مرنے کے قائل ہوئی، تو مسیحی مذہب سے اُسے ایک ذاتی اُنس ہو گیا۔ وہ اپنے دل میں سوچنے لگی کہ اِس مذہب میں ضرور کوئی شریف تاثیر ہے کہ جس سے بچے اور عورتیں بھی اتنی دلیری دکھاتے ہیں۔ اس لئے وہ دریافت کرنے کی بڑی آرزومند ہوئی کہ اس اُمید کی خاصیت اور وجہ کیا ہے، جس سے شہید موت کی جان کنی میں بھی خوشی پاتے ہیں، اور مارسلا ان صداقتوں کے سکھانے کو بڑی خوشی سے تیار تھی۔

لیکن دیوبیہ اس خیال سے کہ کہیں یہ باتیں اُس کے والدین اور بھائیوں کے کانوں میں نہ پڑ جائیں، ہوا خوری کے بہانے اپنی چھوٹی بیٹی اور مارسلا کو ساتھ لے کر جزیرے کے شمال مغربی کنارے پر چلی جاتی اور وہاں قدیم کارتھیج کے کھنڈروں پر بیٹھ کر دیوبیہ اور مارسلا گھنٹوں باتیں کیا کرتی تھیں۔

ہوریشس اور اُس کی بیوی پورشیا کو ذرا بھی شک نہ گزرا کہ ہماری بیٹی مسیحیت کی تعلیم پا رہی ہے۔ اُنھیں پورا یقین تھا کہ دیوبیہ اپنے مذہب سے ایسی وابستہ ہے کہ پادری کی بیٹی سے اُس کے ملنے جلنے میں کسی طرح کا اندیشہ نہیں، اور مارسلا ایسی کم سن اور خاموشی پسند ہے، اور ایسا صدمہ اُٹھا چکی ہے کہ دیوبیہ جیسی متمول اور شریف خاندان کی لڑکی کو مسیحی بنانے کی کوشش نہ کرے گی۔

ہوریشس کا کنبہ یہ تھا یعنی اُس کی بیوی پورشیا اور بڑا بیٹا اکیولیس، چھوٹا بیٹا ہولیس اور بیٹی دیوبیہ۔ اکیولیس نے فوجی ملازمت اختیار کی اور اس وقت روم میں کام کر رہا تھا۔ وہ بڑا شریف دل، دلیر، خوب صورت، ہوشیار اور بہادر نوجوان تھا۔ بچپن ہی سے

وہ مارکس کا بڑا گہرا دوست تھا، اور ورزش و ریاضت میں سب سے بڑھ چڑھ کر تھا۔ اُس کا چھوٹا بھائی ہُولیس اُس سے کئی سال چھوٹا تھا۔ بچپن ہی میں ایک سخت حادثے کے باعث اُس کی صحت خراب ہوگئی تھی، اور وہ کسی قسم کی بدنی ورزش میں شریک نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے اُس نے علوم و فنون کی طرف توجہ کی اور اپنے زمانے کے علما میں جگہ پائی۔ وہ بڑا شریں طبع، عالی دماغ، اہل الرائے، سارے کنبے کا ہر دلعزیز اور اپنے بھائی اور بہن دیوِیہ کا مشیر اور صلاح کار تھا۔

اکٹیولیس اپنے بھائی کو بڑا چاہتا تھا اور کئی دفعہ اپنی ورزشیں اور تماشے چھوڑ کر اُس کی خبرگیری کیا کرتا تھا۔ جب اکیٹولیس اپنے بھائی کی خدمت کرتا تو اُس وقت اُس کی عالی صفات ظاہر ہوتی تھیں۔ حتیٰ کہ اُن کا نقش مارسلا کے دل پر جو دیوِیہ کی سہیلی تھی، گڑ گیا۔ نموڈیکس کے مسیحی ہونے سے پیشتر اکیٹولیس کو کارتھیج چھوڑنا پڑا۔ اس حلیم مزاج مہ جبیں مارسلا کی سیرت اُس کے دل پر ایسی نقش ہوگئی کہ کسی کام یا نظارے سے اُس کی یاد اُس کے دل سے مٹ نہ سکی۔ جب اُسے نموڈیکس کے مسیحی ہونے کی خبر ملی، تو وہ نہ صرف اُس کے لئے بلکہ اُس کی لڑکی کی خاطر بہت افسردہ ہوا۔ پھر اُس نے سینا کے مسیحی ہونے کی اطلاع پائی اور آخر کار دیوِیہ نے اُسے خبر دی کہ مارسلا بھی اُس مصلوب ناصری کی پرستار تصور کی جاتی ہے۔ وہ اس خبر کی تصدیق تو نہ کر سکتی تھی، کیونکہ مارسلا سے اُس کا ملنا جلنا بند ہو گیا تھا، لیکن اُس کے قیاس میں غالباً اُس نے اپنے والدین کا مذہب اختیار کر لیا تھا اور اس لئے اپنے بھائی کی منت کی کہ مارسلا کا خیال دل سے بھلا دے۔

لیکن جب ان لڑکیوں میں پھر راہ و رابط پیدا ہو گیا، اور دیوِیہ کے دل میں اُن

اُصولوں اور صداقتوں سے جن سے وہ پہلے متنفر تھی کچھ محبت پیدا ہوئی تو اُسے سخت افسوس ہوا، کہ میں نے کیوں اپنے بھائی کو صلاح دی، کہ مارسلا کا خیال جانے دے۔ اس لئے جب اُسے پھر موقع ملا، تو اُس نے اپنے بھائی کو لکھا کہ مارسلا کے ملنے سے مجھے بڑی خوشی حاصل ہوئی ہے، اور اُمید ہے کہ آپ واپس آ کر اُسے آگے سے بڑھ کر دل پسند اور خوب صُورت پائیں گے۔ دیوتیہ نے اپنی اندرونی آرزو کا اظہار نہ کیا۔ اُس نے یہ اُمید بھی نہ جتائی جس کا وہ خود بھی اعتراف نہ کرتی کہ وہ مارسلا سے اپنی منگی کا حال بڑی دلچسپی سے سُنے گا۔ ایکٹولیس اپنی بہن کی چٹھی سے بہت حیران ہوا کہ مارسلا کی بابت اُس کے خیالات میں ایسی تبدیلی اتنی جلدی کیوں کر واقع ہوئی۔ لیکن اُن دنوں خط و کتابت کرنا کوئی آسان بات نہ تھی۔ ابھی ایکٹولیس کو اپنے دلی شبہات کا جواب حاصل کرنے کے لیے کئی مہینوں تک انتظار کرنا پڑے گا، اس لئے ہم اُسے اُس کی بے صبری اور پراگندہ خیالات ہی پر چھوڑتے ہیں، کہ وہ کیسے شوق سے مارسلا کو یاد کرتا اور بڑی حیرانی ظاہر کرتا تھا، کہ ایسی عالی دماغ لڑکی مسیحیوں کے افسانے کیونکر مان سکتی ہے۔ اب ہم اُن اُصولوں کی ترقی پر نظر ڈالیں گے جس سے مارسلا کا تاریک دل منور ہوا، اور جنھوں نے اب اُس کی سہیلی کی آنکھوں سے بُت پرستی کے اُس بھاری پردے کو اُٹھا دیا جس کی وجہ سے اُس کی رُوحانی آنکھوں میں ابھی تک آفتاب صداقت کی پُوری اور زندگی بخش صورت ظاہر نہیں ہوئی تھی۔

....

تیسرا باب

صُبح صادق

اور کسی دُوسرے کے وسیلہ سے نجات نہیں کیونکہ آسمان کے تلے آدمیوں کو کوئی دُوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں۔ اعمال ۴: ۱۲

ایک روز کا ذکر ہے کہ ویویؔا، اپنی سہیلی مارسلاؔ کے ہمراہ کارتھیج کے کھنڈرات میں درختوں کے سائے تلے چپ چاپ ٹہل رہی تھی۔ بڑی خاموشی کے بعد اُس نے کہا، مارسلاؔ میں تمہارے آخری فقرے کو دل سے بُھلا نہیں سکتی۔ کہ اگر یسوع ناصری کوئی فریبی ہوتا جیسی مجھے شروع ہی سے تعلیم دی گئی ہے، تو وہ اُس دُنیاوی عزت سے جو اُس کے شاگرد اُسے دیتے تھے، کبھی انکار نہ کرتا اور نہ ہی اپنی جان دیتا۔ اور اگر اُس کے شاگردوں کو بھی یہ یقین کامل نہ ہوتا، کہ وہ ہماری وفاداری کا صلہ دے گا تو کبھی بھی ایسی دلیری سے اپنے ایمان کا اظہار نہ کرتے۔ نہ اُس کے نام کی بشارت دینے میں اپنی جانیں قربان کرتے۔ بلکہ اُنہوں نے تو اُس کا اظہار کرنے کی بجائے اپنی جانوں پر کھیل جانا پسند کیا۔ میں ایسی بزدل ہُوں اور تکلیف کی موت سے مُجھے ایسا ڈر ہے کہ تمہارے خداوند کی الوہیت اور اُس کے غیر فانی ہونے کی کوئی اور دلیل مُجھ پر اتنا اثر نہیں کرتی جتنا یہ دلیل کہ اُس نے اپنے دعوئی کے ثبوت میں اپنا خون بہا دیا۔ اور بعد میں اُس کے ہزاروں

ماننے والوں اور شاگردوں نے اُس کی قدرت اور اُس کی الوہیت پر اعتقاد رکھنے کی شہادت میں بخوشی اپنی جانیں دے دیں۔

مارسلا: پیاری دیویہ اگر اس امر سے تُم واقف ہوگئی ہو، کہ یسوع مسیح بے شک "سب کے اُوپر اور ابد تک خُدائے محمود ہے" (رومیوں ۹:۵) تو میں بڑی خوش ہوں۔ میری زندگی میں وہ وقت سب سے مُبارک ہوگا جب میں تمہیں اس بڑی صداقت کا اقرار کرتے سنوں گی۔ لیکن مُجھ پر تو اس دلیل نے کوئی ایسا بڑا اثر نہیں کیا، جیسے ہمارے مُنجّی کی سیرت نے۔ اُس میں کچھ ایسی خوبصورتی اور خوبی پائی جاتی ہے جو خواہ مخواہ دل میں گھر کر جاتی ہے۔ اُس کی ذاتی انسانی سیرت نے جس کا اُسکے شاگرد بیان کرتے ہیں، میرے دل کو موہ لیا۔ اور میرے تمام تعصبوں کو دُور کیا۔ اُس کی روزانہ زندگی میں کچھ ایسی بات ہے، ہاں اُس کی رحمت اور محبت بھری باتیں، اُس کے ہمدردانہ کام، اُس کی حلیمی اور شوکت اور اُس کی جانفشانی، ان سے میرا ایمان مضبوطی پاتا، اور میرا دل خُدا کی تمجید کرتا ہے۔ میں یہ تو تصور کرسکتی ہوں، کہ کوئی فریبی اپنے جھوٹے دعوے کے ثبوت میں اپنی جان دے۔ کئی ایسی مثالیں بھی موجود ہیں، کہ لوگوں نے نکمی باتوں کے لیے اپنی جانیں دے دیں۔ لیکن کوئی انسان نہ مسیح کی طرح جی سکتا، نہ مسیح کی طرح کلام کرسکتا اور نہ مسیح کے سے کام کر سکتا ہے، ہرگز نہیں۔ وہ افسر بھی جو اُس کے دشمنوں کی طرف سے بھیجے گئے، اُس کی شوکت کو دیکھ کر کانپ اُٹھے اور اپنا سامنہ لے کر اپنے مالکوں کے پاس آ کر کہنے لگے کہ ہرگز کسی شخص نے اُس آدمی کی مانند کلام نہیں کیا اور یہ وہ سچ کہتے تھے۔

دیویہ نے یُوں ہی تبسم سے کہا۔ مارسلا تم بڑی جوشیلی ہو۔ تاہم اس سے اس

کے دل پر بڑا گہرا اثر ہوا، اور وہ کہنے لگی، کاش مارسلا میں اس امر کے قابل نہ ہوں جس کی تم قائل ہو۔ یا جو کچھ تم نے کہا ہے۔ میں اپنے دیوتاؤں کے خیال میں خوش تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ میں بے خوف وفکر اُن کی حضوری میں رہتی ہوں۔ اُن کی حفاظت پر مجھے پورا بھروسا تھا، اور مجھے کامل اعتقاد تھا کہ اس دُنیا میں باعصمت زندگی گزارنے سے اگلی دُنیا میں حیاتِ ابدی ملے گی۔ لیکن اب میرا دلی اطمینان جاتا رہا ہے۔ میں نے بڑی خوشی سے تمہاری سنگت اختیار کی تاکہ اپنی طبیعت بہلاؤں، اور اپنے خاوند کی جدائی کے خیال کو دل سے دُور کروں اور ایسا ہی ہُوا۔ جب تُم میرے ساتھ ہوتی ہو، تو مجھے مارکس کا خیال ہی بھول جاتا ہے۔ لیکن میں اب خوش نہیں۔ میرے سینے پر فکر کا ایک بڑا بوجھ ہے جسے میں پھینک نہیں سکتی۔ ہاں مجھے ایک قدم آگے بڑھانا چاہیے۔ لازم ہے کہ جو کچھ تم مانتی ہو میں بھی وہی مانوں، ورنہ میں کبھی تسلی اور چین نہ پاؤں گی۔

مارسلا نے جواب دیا۔ پیاری دیویہ میں تمہیں مسیحیوں کے خداوند اور اُن کی اُمید کی بابت سب کچھ بتاؤں گی، اور خدا کرے کہ تم بھی ایسا ایمان پاؤ جیسا میرا ہے۔ تب تم اس سے بھی زیادہ معلوم کرو گی کیونکہ میں کسی وقت ابا جان کو بلا لاؤں گی۔ جو مجھ سے کہیں بہتر تمہارے تمام سوالوں کے جواب دیں گے، اور تمہارے شکوک رفع کریں گے۔ خدا کے فضل سے تم ایک خدا قادرِ مطلق پر ایمان رکھتی ہو، اور دیوی دیوتاؤں کی معتقد نہیں۔ تم یہ بھی مانتی ہو کہ خداوند ہی ازلی خدا ہے جس سے ہم اور سارا عالم جیتے اور چلتے پھرتے اور موجود ہیں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ تم اس مکاشفہ کی عظمت اور قدرت کو جلد معلوم کرو گی جو مقدس نوشتوں میں اُس نے دنیا کو دیا ہے۔ اور گنہگار انسان کو بحال

کرنے کے طریق کے لئے اُس کی حمد کرو گی، اور تم مانو گی کہ وہ تمہارا اپنا نجات دہندہ ہے اور تمہیں تمہاری ہلاکت اور واجب سزا سے بچاتا ہے۔

دیویہ: لیکن مارسلا میں یہ سمجھ نہیں سکتی کہ میں کیونکر ابدی ہلاکت اور سزا کی مستحق ٹھہری۔ میں نے ایک بے عیب زندگی گزاری ہے، اور اگر میرا ایمان جھوٹا ہے تو میں اس کی سزاوار کیوں ٹھہروں۔ بچپن سے مجھے یہی سکھایا گیا۔ میرے عزیز والدین کا بھی یہی ایمان ہے۔ کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ جو اچھی راستی اور دیگر بے شمار خوبیوں کے لئے عزیز عام ہیں، وہ بھی ابدی ہلاکت میں ڈالے جائیں گے؟ نہیں مارسلا یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا اے بزرگ جو کُل کائنات کا مالک ہے، اپنی مخلوق سے ایسا سخت سلوک نہیں کر سکتا۔ اس کا رحم اور اُس کا عدل دونوں اس امر کے مخالف ہیں۔

مارسلا: آہ! دیویہ تم ابھی تک ایک سخت غلطی میں مبتلا ہو اور ایک بنیادی صداقت سے بہت دُور ہو۔

دیویہ نے تامّل سے جواب دیا۔ پیاری مارسلا تم مجھے سب کچھ بہت جلد سکھانا چاہتی ہو۔ میں کہہ چکی ہوں کہ مجھے موجودہ حالت میں چین نہیں لیکن میں اتنی جلدی تمہارے اس نتیجہ تک پہنچ بھی نہیں سکتی۔ پیشتر ازیں کہ میں نجات کی ضرورت مانوں۔ مجھے قائل کرو کہ میں گم گشتہ ہوں، پیشتر اس کے کہ میں اس امر کی ضرورت معلوم کروں کہ اُس کے بیٹے نے اپنا خون بہایا اور اس غضب کو دور کیا۔

مارسلا: پیاری دیویہ کاش مجھے قوت گویائی حاصل ہوتی، اور میں نوشتوں کے علم میں ماہر ہوتی، تو تمہارے شکوک کو دور کرتی۔ لیکن تو بھی خدا میری مدد کرے۔ میں تمہیں

کرنے کے طریق کے لئے اُس کی حمد کروگی، اور تم مانو گی کہ وہ تمہارا اپنا نجات دہندہ ہے اور تمہیں تمہاری ہلاکت اور واجب سزا سے بچاتا ہے۔

دیویہ: لیکن مارسلا میں یہ سمجھ نہیں سکتی کہ میں کیونکر ابدی ہلاکت اور سزا کی مستحق ٹھہری۔ میں نے ایک بے عیب زندگی گزاری ہے، اور اگر میرا ایمان جھوٹا ہے تو میں اس کی سزاوار کیوں ٹھہروں۔ بچپن سے مجھے یہی سکھایا گیا۔ میرے عزیز والدین کا بھی یہی ایمان ہے۔ کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ جو اچھی راستی اور دیگر بے شمار خوبیوں کے لئے عزیز عام ہیں، وہ بھی ابدی ہلاکت میں ڈالے جائیں گے؟ نہیں مارسلا یہ نہیں ہو سکتا۔ خدا ئے بزرگ جو کل کائنات کا مالک ہے، اپنی مخلوق سے ایسا سخت سلوک نہیں کر سکتا، اس کا رحم اور اس کا عدل دونوں اس امر کے مخالف ہیں۔

مارسلا: آہ! دیویہ تم ابھی تک ایک سخت غلطی میں مبتلا ہو اور ایک بنیادی صداقت سے بہت دور ہو۔

دیویہ نے تامل سے جواب دیا۔ پیاری مارسلا تم مجھے سب کچھ بہت جلد سکھانا چاہتی ہو۔ میں کہہ چکی ہوں کہ مجھے موجودہ حالت میں چین نہیں لیکن میں اتنی جلدی تمہارے اس نتیجہ تک پہنچ بھی نہیں سکتی۔ پیشتر ازیں کہ میں نجات کی ضرورت مانوں۔ مجھے قائل کرو کہ میں گم گشتہ ہوں، پیشتر اس کے کہ میں اس امر کی ضرورت معلوم کروں کہ اس کے بیٹے نے اپنا خون بہایا اور اس غضب کو دور کیا۔

مارسلا: پیاری دیویہ کاش مجھے قوت گویائی حاصل ہوتی، اور میں نوشتوں کے علم میں ماہر ہوتی، تو تمہارے شکوک کو دور کرتی۔ لیکن تو بھی خدا میری مدد کرے۔ میں تمہیں

کلام اللہ ہی سے بتاتی ہوں، کہ انسان کے دل کی حالت کیسی بری ہے۔ لیکن پیاری دیویہ یہ تو بتاؤ کیا تم ہماری کتاب کو مقدس اور بے خطا مانتی ہو۔ کیا تم مانتی ہو کہ اس میں یہوواہ کی مرضی کا اظہار پایا جاتا ہے اور تم اس کی فرمانبرداری کرنے پر تیار ہو؟

دیویہ: ہاں مارسلا میں اس امر کی تو قائل ہوں کہ مسیحیوں کی بائبل خدا کا الہامی کلام ہے، اور جو کچھ تم نے خطوط، اناجیل اور پرانے عہد نامہ سے پڑھ کر سنایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ نوشتے الٰہی تصنیف ہیں اور میں ان سے تعلیم پانے پر راضی ہوں۔ اچھا مجھے بتاؤ کیا یہ نوشتے تمھیں اور مجھے اور دیگر لوگوں کو بے عیب زندگی گزارنے میں مدد دیں گے یا صرف انسان کو گنہگار اور سزا و غضب کے لائق ٹھہرائیں گے؟

مارسلا نے بڑی خوشی سے کہا۔ میں جلد تمھیں ایمان میں اپنی بہن کہوں گی۔ تم جانتی ہو کہ کیونکر انسان اپنی اصل قدسیت اور خدا کی صورت سے گر گیا۔ تم مانو گی کہ ہمارے پہلے والدین خدا کے غضب اور سزا کے لائق ٹھہرے لیکن نوشتوں سے یہ بھی علم ہوتا ہے کہ اُن کا یہ گناہ اُن کی سرشت کے ساتھ اُن کی اولاد میں بھی آ گیا۔ اور اس لئے گنہگار آدم کا ہر ایک فرزند گناہ میں پیدا ہوتا ہے۔ انسانی تواریخ کے شروع ہی میں ہم پڑھتے ہیں کہ جب خدا نے دیکھا کہ زمین پر انسانوں کی تعداد بڑھ گئی اور اُن کے دل کے خیالات بُرے ہو گئے تو پھر خدا نے آسمان پر سے بنی آدم پر نگاہ کی تا کہ اُن میں سے کوئی خدا کا طالب ہو۔ "وہ سب پھر گئے۔ وہ سب گناہ میں پھنسے کوئی بھی نیکو کار نہیں ایک بھی نہیں۔" اس مضمون کی اور بھی کئی آیتیں ہیں۔ قربانی کے تقرر ہی سے پایا جاتا ہے کہ انسان اپنے آپ خدا کو راضی نہیں کر سکتا کیونکہ اُس کے گناہ کو دھونے کے لیے ایک

کفارہ کی ضرورت ہے۔ بے شک ہماری عقل بتاتی ہے کہ بیلوں اور بکروں کا خون ہمارے گناہ دھو نہیں سکتا۔ اور خُدا کے نبی بھی یہی کہتے ہیں کہ اس سے صرف بنی اسرائیل کو یہ یاددلانا مطلوب تھا کہ تم گنہگار ہو اور یہ کہ بغیر خُون بہائے معافی نہیں۔ اور یہ قربانی خُدا کے بیٹے ہمارے خداوند یسُوع مسیح کے صلیب پر اپنا خُون بہانے سے پوری ہوئی۔ اور تب سے جو کوئی اُس پر ایمان لاتا ہے وہ ہلاک نہیں ہوتا، بلکہ ہمیشہ کی زندگی پاتا ہے۔ کیونکہ اُس نے ہمارے تمام گناہ اپنے اوپر لے لئے۔

دیویہ: لیکن مارسلا کیا تمہارا یہ مطلب ہے کہ یسوع مسیح کو اپنا نجات دہندہ ماننے سے بالکل پاک ہو جاتے ہیں، اور گناہ آلودہ سرشت ایسی بدل جاتی ہے کہ انسان گناہ سے بری ہو جاتے ہیں؟

مارسلا: پیاری یاد رکھو کہ خُدا اور مسیح کے سب سے مقدسین اور جان نثار خادم وہی ہوتے ہیں، جو اپنی پیدائشی گناہ آلودہ حالت پر رنج وغم اور نوحہ والم کرتے اور مسیح یسوع کو اپنا نجات دہندہ مانتے ہیں۔ کیونکہ سُورج کی روشنی میں سفید پوشاک پر چھوٹا سا دھبہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے، جو شام کے اندھیرے میں دکھائی نہیں دیتا۔ یہ مسیح یسوع کے بہائے ہُوئے خُون کی خُوبی ہے کہ جب انسان اپنے آپ کو اُسی خُون کے ذریعے دیکھتا ہے تو وہ تمام موروثی گناہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔

دیویہ نے کہا۔ ہاں مَیں نے تُمہاری بات سمجھ لی۔ لیکن جو لوگ خُدا سے واقف نہ ہوں کیونکر مان سکتے اور تسلی واطمینان پا سکتے ہیں کہ وہ گناہ جن کے وہ معترف وشناسا ہیں، خُدا نے معاف کر دئے ہیں۔ اور کیونکر یہوواہ جو ایسا پاک اور قدوس ہے، ایسے

قصوروں اور گناہوں سے بھرے ہوئے اپنے حضور آنے کی اجازت دی ہے۔

دوسرا پہلو جو روزِ مرہ میں ہے جیسے یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی۔ خدا قدوس ہے اور انسان اپنی سرشت ہی سے ناپاک۔ خدا چاہتا ہے کہ اس کے قوانین کی کامل اطاعت کی جائے۔ لیکن انسان اپنی فطرت میں ہی اس بات کا اہل نہیں۔ خدا نے فرمایا کہ جو جان گناہ کرے گی سو مرے گی۔ اور صاف ظاہر ہے ہر ایک شخص جو شرع کی تمام باتوں کا پابند نہ ہو۔ انسان اپنے خیال اور قول و فعل سے خدا کی شرع کو ہمیشہ توڑتا، اور یوں موت کا سزاوار ٹھہرتا آیا ہے۔ خدا کی صداقت کے تقاضا اور اس کے انصاف کو پورا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان گناہوں کے کفارہ کے لیے خون بہایا جائے یعنی صرف موت ہی اس کے گناہ کا کفارہ ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لیے گنہگار کی موت کافی نہیں تھی۔ آخر خدا باپ نے اپنی خوشی سے انسان کی بگڑی ہوئی حالت کو دیکھ کر نجات کی ایک تجویز نکالی، جس سے وہ خود بھی عادل رہے اور جو مسیح پر ایمان لائے اس کو بھی راستباز ٹھہرانے والا ہو۔ اور خدا کے بیٹے نے اس تجویز کو پورا کرنے کے لیے اپنے آپ کو بخوشی پیش کر دیا کہ وہ انسان کی طرح جئے اور مرے۔ اور اس نے کہا اے خدا میں تیری مرضی پوری کرنے کو تیار ہوں۔ میں اس سے خوش ہوں۔ خدا کی یہ مرضی تھی کہ وہ اس سزا کو اٹھائے جس کا سزاوار انسان تھا۔ اور جو سوائے خدا کے کوئی اور اٹھا بھی نہ سکتا تھا۔ اور یہ بھی کہ وہ اسی سرشت اور صورت میں اٹھائے جس نے گناہ کیا، اور یہ سوائے انسان کے کوئی اور کر نہ سکتا تھا۔ اس لیے مسیح خدا بھی تھا اور انسان بھی۔ اور اسی طرح اس نے زندگی گزاری۔ مر گیا۔ جی اٹھا اور آسمان پر چڑھ گیا۔ اور اسی طرح اپنے ایمان دار بندوں کو اپنے پاس

بیٹے کو آئے گا۔ اور اپنی اُس پُر جلال بادشاہت میں جو وہ اُن کے لیے قائم کرے گا انھیں حصہ دے گا۔

دیویہ: مارسلا جب تم ایسی سرگرمی سے گفتگو کرتی ہو، تو میرے دل پر بہت اثر ہوتا ہے۔ لیکن جب میں اپنے خاندان کے ساتھ ہوتی ہوں تو یہ سب خیالات دور ہو جاتے اور مجھے مجبوراً اُن کی رسُومات میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ میں مانتی ہوں کہ تمہارا مذہب برحق ہے، لیکن اس کے اقرار سے میرا دل دھڑک اُٹھتا ہے۔ ہائے مارسلا اگر میں اپنے آپ کو مسیحی کہوں تو میرے خاوند اور والدین کا کیا حال ہوگا۔ مارکس مجھے چھوڑ دیگا۔ اُس کی محبت جاتی رہے گی۔ نہیں مارسلا یہ میری برداشت سے باہر ہے۔ اپنے مذہب اور آسمان کی مُبارک اُمیدوں کا مجھ سے اور ذکر نہ کرو۔ تُم نے مجھے اپنے دلی اطمینان سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیا۔ اب میرے اُس دُرِ نایاب کو جو میرا اس دُنیا میں ہے ہاں میرے خاوند کی محبت کو مجھ سے چھین نہ لو۔

مارسلا نے دیویہ کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کر کے بڑی نرمی اور شفقت سے کہا۔ مسیح فرماتا ہے "جو کوئی خاوند یا بیوی کو مجھ سے زیادہ پیار کرے وہ میرے لائق نہیں۔" لیکن دیویہ نے منہ پھیر لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اور پھر جلدی سے اُٹھ کر اپنی چھوٹی لڑکی کا ہاتھ پکڑ کر چل نکلی اور مغموم و مایوس مارسلا کو اشارہ کیا کہ میرے پیچھے نہ آنا۔

مارسلا کو دیویہ کی دلی کشمکش سے تو ذرا بھی حیرانی نہ ہوئی، بلکہ وہ اکثر حیران ہُوا کرتی تھی کہ اس نے کیونکر مسیحی مسائل کی یہاں تک تحقیق کی اور گو اُس کے مسائل کو اکثر پسند اور قبول بھی کیا۔ وہ اُس انجام کی منتظر نہ تھی جو اس تعلیم کے قبول کرنے سے ہُوا کرتا ہے۔

دیوبیہ ابھی تک اپنی موروثی گناہ آلودہ حالت کی قائل نہ تھی۔ اور اس لئے نجات دہندہ کی ضرورت کو محسوس نہ کرسکتی تھی۔ لیکن اب وہ اپنے آپ سے یہ امر چھپا نہ سکی کہ اگر مسیحی نوشتے سچ ہیں تو جب تک میں بت پرست رہوں یا مسیح کو قبول نہ کروں، میری نجات کی کوئی امید نہیں۔ اور اگر میں دل سے مسیح یسوع کو اپنا نجات دہندہ قبول کرلوں تو اپنے خاندان کے سامنے ظاہرا اقرار کرنا ضروری امر ہے۔ اور پھر میری زمینی خوشیوں کا خاتمہ یقیں ہو جائے گا۔ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ انہیں خیالوں سے وہ پیچھے ہٹتی تھی کیونکہ اس کے لیے سب کچھ چھوڑ دینا سخت ہولناک تھا اور وہ ابھی تک جانتی نہ تھی کہ کیونکر خداوند یسوع انہیں جو اُس پر ایمان لاتے ہیں، ایسی قربانی گزراننے کے قابل بناتا ہے۔

دیوبیہ نے اپنے خاوند کی آخری چٹھی سے کچھ فقرے مارسلا کو پڑھ کر سنائے تھے، جس میں اُس کے خاوند نے اُن ایذا رسانیوں کا بیان کیا تھا جو اسکندریہ میں مسیحیوں پر ہو رہی تھیں۔ دیوبیہ کا نرم دل ان مصائب کا حال ہی سُن کر چونک اٹھا تھا۔ وہ حیران تھی کہ کیوں کر مارکس ایسا سنگدل بن گیا۔ لیکن اُسے ابھی یہ سیکھنا تھا کہ مذہبی ایذا رسانی کی روح کیوں کر دل کے قدرتی خیالات کو بدلتی اور سخت بناتی ہے۔ اور محبت کو ٹھنڈا کر دیتی اور اُلفت کی بیخ کنی کرتی ہے۔ یہاں تک کہ انسان کے سب سے بڑے دشمن اُس کے اپنے ہی خاندان کے لوگ ہو جاتے ہیں۔

....

چوتھا باب

عجیب معالجہ

میں کیا کروں کہ نجات پاؤں...... خداوند یسوع پر ایمان لا
تو، تُو اور تیرا گھرانا نجات پائے گا۔ اعمال ۱۶:۳۰ و ۳۱

ایک مدت گزر گئی اور دیویہ اپنی سہیلی کو ملنے نہ آئی، اور نہ ہی اُسے بُلایا کہ کھنڈرات میں آ کر اُس سے ملے۔ مارسلا کو یہ بات تکلیف دہ لگی خصوصاً اُس کی دلی تبدیلی جو مارسلا نے اُس میں دیکھی تھی جس کے بعد اِس سے نہ ملنا بے پروائی کا ثبوت تھا۔ ایک دن وُہ ہورینشس کے ہاں اپنی سہیلی دیویہ سے ملنے گئی لیکن اس بہانے سے کہ دیویہ بیمار ہے اور دوستوں سے ملاقات نہیں کر سکتی اُسے ملنے کی اجازت نہ ملی۔ جب وُہ واپس سنگِ مرمر کی سیڑھیوں سے نیچے اُتر رہی تھی، تو دیویہ کی بیٹی الیوا مکان کے سامنے درختوں اور پھولوں میں کھیلتی ملی۔ مارسلا اُس کی طرف بڑھی اور الیوا جھٹ بھاگ کر اُس کی گود میں حسبِ معمول آ بیٹھی۔ اور اُس کے چہرے پر بڑے تامل سے نظر ڈال کر پوچھا پیاری مارسلا اب ہم باہر کھنڈرات کو کیوں نہیں جاتے؟ آخری دفعہ جب ہم وہاں تھے تو تُم نے اماں جان سے کیا کہا کہ وُہ اتنا روئیں اور تب سے برابر روتی رہتی اور گھٹنے ٹیک کر چہرے

کو اپنے ہاتھوں میں چھپا لیتی ہیں؟ شاید وہ دیوتاؤں سے دُعا کرتی ہیں کہ ابا جان بخیر سلامت گھر پہنچ جائیں۔

بچی کے اس سادہ بیان سے مارسلا کا دل چھلنی ہو گیا۔ دل ہی دل میں تو اُس نے خدا کا بڑا شکر کیا کہ اُس کی سہیلی کے اس غم و اضطراب کا سبب وہ اعترافات ہیں، جنہیں وہ اب دبا نہیں سکتی۔ وہ دُعا کرتی اور اُمید رکھتی تھی کہ ویویہ کا یہ اضطراب اُس کی دلی تبدیلی اور مسیح کو قبول کرنے کا سبب ٹھہرا۔ مارسلا نے بچی کے اس سوال کے جواب سے گریز کرنے کے لیے پوچھا کہ پیاری ایلیوا کیا تمہاری امّاں جان بیمار ہیں؟

ایلیوا: ہاں اُن کا رنگ بہت زرد پڑ گیا ہے اور وہ کہیں باہر نہیں نکلتیں اور دادی جان سے کہتی تھی کہ میرے سر میں درد ہوتا ہے اور میں اکیلی رہنا چاہتی ہوں۔ اور جب میں نے پوچھا کہ آپ مجھے سمندر کے کنارے کیوں نہیں لے جاتیں اور بہن مارسلا کے ساتھ ہوا خوری کو کیوں نہیں نکلتیں تو کہنے لگیں میں اُن کے ساتھ کبھی نہیں جاؤں گی اور پھر زار زار رونے لگیں۔

مارسلا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس نے اُسے چوم کر زمین پر بٹھا دیا اور کہنے لگی "ایلیوا! اپنی امّاں جان سے کہنا۔ مجھے معاف کریں اور مجھے پھر ملیں۔ اُنہیں کہنا میرے پاس ایک دوائی ہے، جو اُن کی ساری بیماریوں کو چنگا کرے گی، اور اُن کے تمام آنسوؤں کو پونچھ دے گی۔ میری بچی کیا تم اُنہیں یہ خبر دو گی؟"

چھوٹی لڑکی نے جواب دیا "ہاں میں اُنہیں ضرور کہوں گی، کیونکہ میں چاہتی ہوں، کہ اُنہیں پھر ہنستے اور خوش و شادمان دیکھوں۔ اور پھر کھنڈرات میں جا کر کھیلوں،

آپ کل دوائی لائیں گی؟"

مارسلا: الیوا جب تمہاری اماں مجھے بلائیں گی تو میں ضرور آؤں گی۔ تم اپنی کنیز کرشیہ کو ساتھ لے کر میرے گھر آسکتی ہو اور مجھے بتاتا کہ کیا وہ میری دوائی کھا رہی ہیں؟

اسی وقت کرشیہ، الیوا کی تلاش میں آئی اور مارسلا کو دیکھتے ہی اُسے جلدی سے اٹھا کر اوپر چلی گئی۔ وہ بڑی متعصب اور پکی بُت پرست تھی، اور مارسلا کا وہاں آنا اُسے بیحد ناگوار گزرتا تھا۔ وہ افسوس کرتی تھی کہ ہورشیس نے اُسے کیوں اپنے گھر آنے کی پھر اجازت دی ہے۔ اُس نے پورشیا سے بھی اس امر کا اظہار کیا، کیونکہ گو وہ تھی تو محض ایک کنیز، پر اس خاندان میں مدت تک رہنے اور اپنی حُسن خدمات کے سبب اُسے خاندان میں ایک اہم حیثیت دی جاتی تھی۔ پورشیا نے اُس کی باتوں کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ وہ اپنے خاندانی کاروبار میں ایسی مصروف رہتی تھی اور اُسے اپنی بیٹی کی دینداری اور نیک اطوار کا ایسا اعتبار تھا، کہ شادی کے دن سے اُس نے اُس کے کسی کام میں دخل دینے کا خیال تک بھی نہ کیا۔ اس بات کا تو اُسے خود بھی خیال گزرا تھا کہ مارکس کے رخصت ہونے کے دن سے وہ احباب ومجالس سے بڑی الگ رہتی، اور اپنے باپ کے خاص وچیدہ مہمانوں میں بھی شریک نہیں ہوتی تھی۔ تاہم پورشیا اپنی بیٹی کی بڑی عزت کرتی اور اُس کی مرضی کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتی تھی۔

پادری کی بیٹی سے راہ ورسم کھل جانے سے اُسے خوشی ہوئی۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ اپنی سہیلیوں سے ملا جلا کرے اور پھر مارسلا کی گفتگو سے تو اُسے کسی قسم کے خطرے کا ڈر بھی نہ تھا۔ بلکہ اُسے تو یہ امید تھی کہ ویسٹہ کے میل جول سے مارسلا اپنے نئے خیالات سے باز

آئے گی۔ پورشیا کے خیال اور اُس کی دلیلیں ایک دُنیاوی عورت کی سی دلیلیں تھیں۔

شام کا وقت تھا اور مارسلا اپنے باپ کے باغیچے میں ایک چھوٹے سے بنچ پر جو خاص اُسی کے لیے بنوایا گیا تھا، اکیلی بیٹھی تھی۔ وُہ دن بھر مقدس نوشتوں کا مطالعہ کرتی رہتی اور دلائل اور آیات پر غور کرتی تھی جن سے وُہ خیال کرتی تھی کہ دیوبیہ قائل ہو جائے گی۔ اُسے یہ بھی اُمید تھی کہ اُسے دیوبیہ سے ملنے اور اُسے تسلی دینے کا پھر موقع ملے گا۔ گو دیوبیہ نے اُس پیغام کا جو اُس کی چھوٹی لڑکی ایلیو کی معرفت بھیجا گیا کچھ خیال نہ کیا۔ جب اندھیرے کے سبب اور پڑھ نہ سکی تو مارسلا گھٹنوں کے بل سر کو دونوں ہاتھوں پر رکھ کے بڑے شوق و سرگرمی سے یہ دُعا کرنے لگی "اے خداوند میری سہیلی کے دل کو نرم کر اور مجھے توفیق دے کہ اُسے سلامتی کی راہ دکھاؤں اور اُس پر چلنے میں اُسکی مدد کر سکوں۔"

اچانک کسی کے پاؤں کی آہٹ سُن کر وُہ چونک اُٹھی اور کیا دیکھتی ہے کہ خود دیوبیہ اُس کے سامنے کھڑی ہے اور کچھ فاصلہ پر اُس کا غلام رُوفس مشعل ہاتھ میں لیے کھڑا ہے۔ اُس کے اشارہ پر رُوفس واپس ہوا اور جُوں ہی اُس کی صُورت درختوں کے پیچھے چھپ گئی، دیوبیہ مارسلا کے گلے لگ کر زار زار رونے اور کہنے لگی۔ پیاری مارسلا مجھے وُہ دوائی دو مجھے بتاؤ کہ غمزدوں کے آنسو کیونکر پونچھے جاتے ہیں، کیونکہ میں دل شکستہ ہوں اور میری رُوح میرے اندر غمگین ہے۔

مارسلا: پیاری دیوبیہ اِس بیماری کے لیے جو تمہیں "طبیب حاذق" کے پاس پہنچاتی ہے خدا کا شکر ہے اور نیز اس دلی غم کے لیے جس سے تُم اُس کی تلاش کرتی ہو" جو ہمارے تمام آنسوؤں کو پونچھ ڈالتا ہے۔" ہمارا نجات دہندہ فرماتا ہے" تُم جو تھکے اور

بوجھ سے دبے ہو سب میرے پاس آؤ میں تمہیں آرام دوں گا۔" دیویہ تم بھی اپنے تمام رنج والکار اُس پر ڈال دو تو وہ تمہیں بھی آرام دے گا۔

دیویہ: ہاں مارسلا میرا یہ بوجھ بڑا بھاری ہے۔ جب سے میں نے تمہیں آخری بار دیکھا، اور غصہ سے تمہیں چھوڑ کر چلی گئی تو مجھے ایک دم بھر کے لئے تسلی اور آرام نصیب نہیں ہوا۔ میں نے سچ مچ اپنے گھر کے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ میں بیمار ہوں اور اپنا سارا وقت اکیلے ہی گزارتی رہی ہوں۔ لیکن بے فائدہ نہیں۔ میں نے اپنے دل کو جانچا اور سب کچھ جاننے والے یہوواہ کے سامنے اپنی تمام زندگی پر غور کیا اور اُس کے حضور جسے میں خداوندوں کا خداوند مانتی ہوں دُعا کی کہ میرے دل کے اس اندھیرے کو دُور کرے، اور صداقت کی راہوں میں میری رہنمائی کرے۔ آہ! مارسلا میں اپنے آپ کو کیسا گنہگار پاتی ہوں۔ خدا کی خدمت کرنے کی بجائے میں اپنے آرام و راحت کی طالب رہی اور میں آسمان کی نظروں میں اپنے تئیں پاک اور اس قابل سمجھتی رہی کہ قدوسیت اور برکت کی اُن جگہوں میں دخل پاؤں، جہاں گناہ کو دخل نہیں۔

مارسلا: دیویہ تمہارے دل میں ٹھیک وہی خیال پیدا ہوئے ہیں جو اس سے پیشتر کہ انسان خدا کے فضل سے اپنی اصلی حالت کو پہچانے اُس کے دل میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ غرور ہماری سرشت میں ایسا گڑا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ ہم اپنی آپ مدد نہیں کر سکتے تو وہ تکبر بگڑ کر ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہم میں اتنی طاقت اور قدوسیت ہے کہ اپنے خالق کے تمام مطالبوں کو پورا کریں۔ اسی لئے "مسیح کی اصلیت" بہتوں کیلئے ٹھوکر کھانے کا باعث ٹھہرتی ہے اور وہ اُس سے انکار کر دیتے ہیں، کیونکہ اُن کی اپنی خوبی کے لئے گنجائش نہیں

رہتی لیکن جب روح کو اس امر کا اعتراف ہو جائے کہ مجھ میں اپنی کوئی خوبی و قابلیت
نہیں، اور نہ ہی اُس قدوس قادر مطلق خُدا کے حضور جوابدیت میں رہتا اور جس کا بر
پاک ہے، کوئی قابلیت رکھ سکتا ہے، تو یہ جھوٹا غرور فروتنی کو راہ دیتا اور یہ امر ذہن نشین
ہو جاتا ہے، کہ ابن اللہ کی راستبازی اور لہُو کے سوا کسی اور طرح سے نجات نہیں ہو سکتی۔
اس لئے پیاری دیویہ اُسی پر ایمان رکھو، ایمان لاؤ کہ اُس کے لہُو نے تمہارے تم
گناہوں کا کفارہ دے دیا اور اُس کی راستبازی نے خُدا کی عدالت کے تمام مطالبوں
پورا کر دیا ہے۔ اپنے آپ کو مکمل طور پر اُس کے ہاتھوں میں سپُرد کر دو اور تم اپنی جان میں
آرام پاؤ گی اور جانو گی کہ اُس کا جُوا نرم اور اُس کا بوجھ ہلکا ہے۔

دیویہ نے جواب میں کہا، ہاں میں خوب جانتی ہوں کہ میں خود اپنے لئے کچھ
نہیں کر سکتی۔ اور جن شرائط پر نجات ملے میں اُسے لینے پر راضی ہوں کیونکہ خُدا کی قدوسیت
اور پاکیزگی کے خیال سے میرے دل میں خوف پیدا ہوتا ہے۔ آہ میں نے اُسے ناراض کیا
اور اب اُس کے غضب سے کہاں بھاگوں۔ مجھ میں اپنی کوئی ایسی راستبازی بھی نہیں، جسے
اُس کے پیش کروں یا اپنے کاموں سے اپنی گزشتہ خطاؤں کی معافی پاؤں۔

مارسلا نے جواب دیا۔ صرف مسیح میں ہو کر تم خُدا کے غضب سے پناہ، اپنی
گزشتہ خطاؤں کی معافی اور وہ فضل پا سکتی ہو جس سے خُدا کی خدمت بخوبی بجا لا سکو۔
اس کی خوبیاں لاانتہا ہیں۔ اور وہ تائب گنہگاروں کو اپنی بخشش مُفت دیتا ہے۔ اور جب
گنہگار ایمان سے مسیح میں پیوند ہو جائے تو خُدا بھی اُسے اپنا فرزند بنا لیتا ہے، اور اُسے
محبت و مہربانی کی نگاہوں سے دیکھتا اور اُس کے گناہوں کو یاد میں نہیں لاتا۔

دیویہ: پیاری مارسلا یہ مبارک باتیں کیسی تسلی بخش ہیں، اور یہ راست بھی ہیں۔ میرے دل میں یہ تسلی اور اُمید پیدا ہو رہی ہے کہ میں نے جو کچھ تغافل اپنے خداوند سے کیا اور اپنے خداوند کی پہچان و عرفان پانے کے جو جو وسائل مجھے حاصل تھے اُن سے جو غفلت کی اور اُس کے قوانین کی جو میرے ضمیر میں لکھے ہیں نافرمانی کرتی رہی۔ یہ سب کچھ مجھے اب معلوم ہوتا ہے کہ یسوع مسیح کے لہو میں دُھل سکتے اور اُس کی قابلیت سے معاف ہو سکتے ہیں۔ لیکن کیا مجھ سے گناہ پھر سرزد نہ ہوں گے۔ کیا پھر یہ آزمائش میرے درپیش ہوگی کہ اپنے خدا اور اُس کے حکموں کو فراموش کروں۔ اور کیا یہ تسلی اور اطمینان پھر میرے دل سے جاتا نہ رہے گا۔ اس خیال ہی سے میں خائف و ترساں ہو جاتی ہوں۔

مارسلا: دیویہ تمہارا خوف بے سُود ہے۔ جس نے یہ نیک کام تُم میں شروع کیا ہے وُہ اُسے انجام تک بھی پہنچائے گا اور یہاں تک پہنچا کر تمہیں ترک نہیں کرے گا۔ اپنی قوّت پر نہیں بلکہ اُس کی قوّت میں ہو کر تُم اس دوڑ کو جو تُمہارے سامنے ہے ختم کر سکو گی۔ اور اگر تُم گر پڑو کیونکہ راستباز بھی دن میں سات بار گرتا ہے تو تُم پھر کھڑی کی جاؤ گی۔ خداوند یسوع مسیح نے فرمایا ہے کہ ''میرا فضل تیرے لئے کافی ہے۔ کیونکہ میرا زور کمزوری میں پُورا ہوتا ہے۔'' اور وُہی لوگ جو اپنی کمزوری کو خوب پہچانتے ہیں، وُہی اُس سے قوّت پاتے ہیں۔ اپنی قوّت سے تو ہم دم بھر کے لئے بھی کھڑے نہیں رہ سکتے۔ اور نہ ہی خدا کی خدمت بجالا سکتے ہیں۔ ہماری تمام بھرپوری خدا میں ہے۔ پولُس رسُول بھی جس کی زندگی ایسی مقدس اور سرگرم خدمتوں میں بسر ہوئی اعتراف کرتا ہے کہ تمام خوبیاں

خدا کے فضل اور مسیح میں قائم رہنے سے ملتی ہیں۔ وہ لکھتا ہے کہ ”میں مسیح کے ساتھ صلیب پر کھینچا گیا، لیکن زندہ ہوں۔ مگر تو بھی میں نہیں بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے اور میں جو اب جسم میں زندگی گزارتا ہوں تو خدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے زندہ ہوں جس نے مجھ سے محبت کی اور میرے بدلے اپنے آپ کو دے دیا۔“ پیاری دیویہ تم دیکھتی ہو کہ پولوس بھی مسیح ہی میں قائم رہنے کے سبب ایسی زندگی بسر کر سکا اپنی قوت سے تو وہ کچھ بھی کر نہ سکا، اور اگر ہم بھی پولوس کا سا ایمان رکھیں تو یہی برکتیں ہمیں بھی مل سکتی ہیں۔

دیویہ: نہیں مارسلا، تم غلطی کرتی ہو۔ پولوس بڑا صاحب ہمت اور اپنے عزم کا پکا تھا، اور یہ میں اپنے ایمان سے بھی حاصل نہیں کر سکتی۔ ایذا رسانی اور تکلیف کے خیال ہی سے میری روح لرزاں ہے۔ اگر میں مسیح کی شاگردہ ہوں تو یہ پوشیدگی میں ہوگا۔ تاہم مجھے مکاری اور فریب سے سخت نفرت ہے لیکن میرا عزیز خاوند، میرا پیارا مارکس، اس کا خیال ہی مجھے اس راہ سے روکتا ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہو جائے گا اور اس کی ناراضگی موت سے بدتر ہے۔

مارسلا نے بڑی حلیمی سے جواب دیا۔ پیاری دیویہ کسی خوف کو پہلے ہی سے دل میں جگہ نہ دو۔ شاید خدا تمہارے اس غم و ہراس کو دور کر دے۔ صرف اس پر توکل رکھو تو تمہیں اس کے وعدے کی صداقت کا تجربہ ہو جائے گا۔ لکھا ہے کہ ”جیسے تیرے دن ویسے ہی خدا تجھے زور بخشے گا، بلکہ وہ ہر ایک آزمائش میں وہ رہائی کی راہ بھی نکال دیتا ہے، تاکہ ہم اسے برداشت کر سکیں۔“ کون کہہ سکتا ہے کہ خود مارکس ہی تمہارے نمونے سے ایک دن اس صداقت کو قبول کر لے۔

دیوبیا کی ہمت تو میری امیدوں سے بھی بڑھ کر ہوگی۔ حقیقت میں زیودال اُس وقت اپنے خاوند کے لئے ذوق سے دعا کرنے میں مصروف تھا۔ یہ پہلی مرتبہ دعا تھی جو کسی دوسرے شخص کے لئے دیوبیا نے اپنی زندگی میں مانگی۔ اور اُس نے پھر کہا، مارسلا میں اسے ہر ممکن ماننے کی کوشش کروں گی۔ لیکن تمہیں چاہیے کہ ہمیشہ میرے ایمان کو مضبوط کرتی اور مجھے مسیح اور خداوند کی رحمت اور بھلائی کی یاد دلاتی رہو کہ میں مایوس نہ جاؤں۔ پچھلی دفعہ جب ہم کھنڈرات میں ملے تو تم نے وعدہ کیا تھا کہ اپنے باپ سے کہوگی کہ مجھ سے بات چیت کرے اور میرے خوف وشکوک کو دور کرے۔ اب میرے تمام شک جاتے رہے۔ اور میں یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا ہاں بنی آدم کا نجات دہندہ ماننے کو تیار ہوں۔ لیکن آہ میرا خوف وہراس بڑھتا جاتا ہے کیونکہ وہ مصیبت جس کا مجھے کوئی تعلق نظر نہیں آتی اور میں اُن صداقتوں کی دن بدن قائل ہوتی جاتی ہوں جنہیں میرا خاوند وہم اور بیہودگی خیال کرتا ہے۔ پیاری مارسلا تم نے میرے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ تم نے مجھے بہت تحریک دلائی کہ تمہاری طرح بنوں اور تمہاری شجاعت واستقلال کی شریک ہوں۔ لیکن فی الحال ایسی حالت سے میں بہت دور ہوں۔ میری بڑی خواہش ہے کہ اپنی تمام کمزوریاں اور شک پادری صاحب پر ظاہر کروں، اس اُمید پر کہ جس نے بڑی بڑی مشقتیں جھیلیں، اور جس کا گزر گویا آگ میں سے ہوا اور بڑے عجیب طور سے اپنے تئیں سنبھالتا رہا، وہ مجھے بھی قوّت وجرأت دلائے۔

مارسلا: میرا باپ بڑی خوشی سے تمہیں اس بلند چٹان کے پاس پہنچائے گا اور تمہیں بتائے گا کہ اُس نے اپنی قوّت کہاں سے پائی اور تمہیں بھی پیاری دیوبیا اُس کی

تلاش ضرور کرنی چاہیے۔ اُن سب سے جو مانگتے ہیں رُوح القدس کا وعدہ کیا گیا ہے اور صرف رُوح ہی کے وسیلے کمزور فانی انسان اپنے جسم کی کمزوریوں، خوف و ہراس اور بُرائیوں پر غالب آتا ہے۔ رسُولوں ہی کی حالت پر غور کرو اُن میں بھی وہی کمزوریاں اور بزدلی پائی جاتی تھی جو انسانی طبیعت کا خاصا ہے۔ لیکن جب اُن پر رُوح القدس نازل ہُوا تو وہ یسُوع مسیح میں نئے مخلوق بن گئے۔ اور انھیں نہ صرف یہ توفیق ملی کہ اُس کے نقش قدم پر چلیں اور اُس کی مقدس سیرت اور بے عیب زندگی کی پیروی کریں۔ بلکہ انھیں یہ جرأت بھی عطا ہوئی کہ بڑی دلیری سے لوگوں کے سامنے اُس کے نام کا اقرار کریں، ہر ایک مشکلات، مایوسی، مصیبت اور موت کو بھی بے ڈر جھیلیں ہاں پولُس کے الفاظ میں "انہوں نے اپنی مصیبتوں پر بھی فخر کیا تا کہ مسیح کی صداقت اُن کے ذریعے ظاہر ہو۔" اور وہی رُوح تم میں بھی یہی کچھ کر سکتا ہے۔ خُدا کرے کہ تمہارا ایمان اور تحمل اُن کی سی آزمائشوں میں داخل ہوں تو یقین رکھو کہ وہ تمہیں یہ فضل بھی دے گا کہ اپنی مصیبتوں میں بھی اُس کا جلال ظاہر کرو۔

ویویا: اوہ مارسلا! اگر مجھے بھی اُن مصیبتوں اور مشقتوں کا سامنا کرنا پڑے جو تمہاری ماں پر وارد ہوئیں۔ اور اگر مجھے بھی اپنے ایمان کی خاطر قید اور موت اُٹھانی پڑے تو میرے تمام ارادے ٹوٹ جائیں گے۔ میں مسیح کے نام پر بے عزتی ہی لاؤں گی۔

مارسلا: ویویا! تُم ایسے شک اور خوف کو دل میں جگہ دے کر اپنے مالک سے بے انصافی کرتی ہو۔ حسب موقع اور ضرورت تمہیں قوت عطا ہوگی اور کسی قسم کی آزمائشیں کیوں نہ آئیں، خُدا انہیں برداشت کرنے کی طاقت بھی دے گا۔ صرف ایمان لاؤ اور

سب انجام بخیر ہوگا۔ صرف ایمان رکھو اور مسیح تجھے ہر ایک آزمائش اور کمزوری میں فتح بخشے گا۔ اُس کا اپنا وعدہ ہے کہ "میں کچلے ہوئے سرکنڈے کو نہ توڑوں گا اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھاؤں گا۔" وہ کمزور ایمان دار پر ایسا بوجھ نہ ڈالے گا جو اُس کی برداشت سے باہر ہو۔ وہ محبت کے اُس نور اور روشن شعلے کو مصیبت کے سمندر میں نہ ڈبائے گا۔ جیسی تُم میں طاقت ہو وہ تمہیں اُتنا ہی بوجھ اُٹھانے کو دے گا، اور جیسا تمہارا ایمان ہے ویسی ہی مشقتیں تُمہیں اُٹھانی پڑیں گی۔ وہ اپنے کمزور و لرزاں گلہ سے یہی چاہتا ہے کہ، اُس کے بازو پر تکیہ کئے رہیں اور جہاں وہ لے جائے وہیں اُس کے ساتھ ساتھ چلیں۔

دیویہ: اوہ مارسلا کاش کہ مُجھ میں بھی ایسا دل ہوتا کہ نہ صرف ان باتوں کی صداقت کو محسوس ہی کرتی بلکہ ان پر ایمان بھی لاتی۔ مُجھے اُمید ہے کہ ایک دن مُجھے بھی تمہاری سی تسلی اور اطمینان حاصل ہوگا۔ اور میں دُعا کرتی ہوں کہ وہ دن جلد آئے کیونکہ شاید میری آزمائشیں جلد شروع ہوں۔ اسی واقعہ پر جس سے میرا دل برسوں سے بے صبر ہے، ہاں میرے پیارے مارکس کی واپسی پر۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ اب اُس دن کے خیال سے مُجھ پر رقت طاری ہو، اور اُن پیاری آنکھوں پر نظر ڈالنے سے میں خائف و ترساں ہوں۔ مُبادا اُن سے مجھے غصہ اور مایوسی ظاہر ہو۔ پیاری مارسلا میرے لیے دُعا کرو۔

مارسلا کا دل بھر آیا اور اُس نے نرمی سے کہا۔ ہاں میری عزیز میں کروں گی میں دُعا کروں گی کہ تُمہارا ایمان جاتا نہ رہے۔ اور تُم دانش اور صداقت کی راہوں میں رہنمائی پاؤ۔ میرے خیال میں بہتر ہوگا کہ تُم مارکس پر اپنے ان خیالات کو ظاہر کرو، اور اُس کی منت کرو کہ تمہارے تبدیل مذہب کے سبب تمہیں چھوڑنے سے پیشتر تُمہارے

ایمان کے دلائل پر غور کرے۔

دیوِیہ نے بڑے تامّل سے کہا۔ ہاں میرے خیال میں تمہاری صلاح ٹھیک ہے، لیکن اس پر عمل کرنے کے لئے مجھ میں جرأت نہیں۔ ہر صورت میں اپنے خاوند کی واپسی سے پیشتر فیصلہ کر لوں گی، کہ تمہاری جماعت میں شریک ہو جاؤں گی یا نہیں۔ تو بھی میں نہیں جانتی یہ فیصلہ کب ہوگا۔ اگر میں تمہاری کلیسیا میں شامل ہو جاؤں تو اپنے تیئں اُس کی زیرِ حفاظت تو سمجھوں گی۔ اب میں دو مخالف طاقتوں کے درمیان اکیلی بیکس و لاچار کھڑی ہوں۔

مارسلا: اس بارے میں میں اپنے باپ سے صلاح لوں گی، کیونکہ میں تمہیں کوئی صلاح نہیں دے سکتی۔ اور نہ ہی بتا سکتی ہوں کہ ہماری کلیسیا کے قواعد کی رُو سے کیا کچھ کرنا ہوگا۔ عموماً تمام نو مریدوں کو بپتسمہ کا سیکرامنٹ حاصل کرنے سے پیشتر دیر تک تعلیم پانی پڑتی ہے۔ لیکن پیاری دیوِیہ تم نے ایسی جلد حیرت افزا ترقی کی ہے اور مسیحی اُصولوں کی گہرائی تک ایسی پہنچی معلوم ہوتی ہو کہ اگر بشپ اور پادری صاحب مناسب سمجھیں تو تمہیں اتنی دیر تک تعلیم پانی نہیں پڑے گی۔ اس وقت تو میرا باپ پادری صاحبان اور ڈیکنوں کے ایک جلسہ میں مشغول ہے اور رات بھی ہو گئی ہے، میں کل شام تمہارے ہاں آؤں گی اور پھر ہم حسبِ معمول اُنہیں کھنڈرات میں چلیں گے۔ اور اپنے باپ سے بھی کہہ دوں گی کہ ہمیں وہاں آ کر ملیں اور بتائیں کہ اس بارے میں اُن کی اور دیگر بھائیوں کی کیا رائے ہے۔ اور اب پیاری دیوِیہ الوداع، خداوند تمہارے ساتھ ہو۔

جب دیوِیہ گھر پہنچی تو سوائے کنیز لکریشیہ کے کسی نے کچھ خیال نہ کیا۔ کنیز

نے اور بھی بہت کچھ اپنے بیٹے زوقس سے معلوم کیا اور بہت رنجیدہ ہوئی۔ اور ارادہ کر لیا کہ جو ہو سو ہو، دیوتیہ کو مار تسلا سے ملنے نہ دوں گی۔ اس نے پورشیا سے تو کچھ ذکر نہ کیا اور مناسب سمجھا کہ زوقس کی مدد سے دیوتیہ کی خوب نگرانی کرے اور پھر جیسی ضرورت ہو ویسی تدابیر سے کام لے۔

....

پانچواں باب

افشائے راز

یسوع نے اُس سے کہا کہ جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے،
وہ خدا کی بادشاہی کے لائق نہیں۔ (لوقا ۹:۶۲)

اگلی دوپہر کو مارسلا حسبِ وعدہ دیویہ کو لینے آئی اور دونوں نے کھنڈرات کی راہ لی۔ سوائے ایلوا کے اُنہوں نے کسی اور کو اپنے ہمراہ نہ لیا۔ لیکن دیویہ خوش تھی کہ ایلوا اسے وہ سب کچھ پوچھ سکے گی۔ اُس نے اُسے تاکید کی کہ اپنی ماں سے دور نہ جانا، کیونکہ سانپ وہاں بیٹھے ہوتے ہیں۔ ایلوا بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ اُس کا اصل مطلب کیا ہے۔ اور وہ اپنی ماں کے قدموں میں بیٹھی کھیلتی اور اُن کی گفتگو بھی سنتی رہی۔

دیویہ اور مارسلا اپنی معمول کی جگہ پر جا بیٹھیں، جہاں دیوار کا ایک حصہ جو ابھی تک سیدھا کھڑا تھا، ڈوبتے سورج کی شعاعوں سے بچانے کو سائے کا کام دیتا تھا۔ اور نیچے ریت پر پانی کی موجیں شیریں صدا نکالتی اُچھلتی پھاندتی تھیں۔ وہ اپنی گفتگو میں مصروف تھیں کہ قدیم کارتھیج کے مشرق سے پادری نموڈیکس آ پہنچا۔ دیویہ نے اُٹھ کر بڑے ادب سے سلام کیا۔ اور اُسے پاس بٹھا کر پادری صاحب سے اپنے ایک ایک خیال اور اعتقاد کا اظہار کیا۔ اُس نے اپنے تمام خوف و ہراس کمزوریوں اور اُس کشمکش کا بھی بیان کیا، جو اُس کے دل میں ہو رہی تھی کہ کیونکر وہ سچے دل سے چاہتی تھی کہ ثابت قدم

مسیحی بنے اور کیونکر اپنے خاوند کی ناراضگی کے خیال سے خائف تھی۔ ایک طرف تو اُسے اُس فرض کا خیال دبا رہا تھا جو اُس کا اپنے خاوند کی طرف سے تھا اور دُوسری طرف اُن فرائض کا جو خدا کی طرف سے تھے۔ اور اُس نے پادری صاحب سے کہا مجھے بتایئے کہ دونوں میں سے کونسا فرض مقدم اور اعلیٰ اور ضروری ہے؟

پادری نموڈیکس نے جواب دیا۔ تُم مجھ سے کیا پوچھتی ہو۔ مسیح کا فیصلہ سنو کہ وہ کیا فرماتا ہے" اگر کوئی میرے پاس آئے اور اپنے باپ اور ماں اور بیوی اور بچوں اور بھائیوں اور بہنوں (خاوند اور بیوی) بلکہ اپنی جان سے بھی میرے نام اور انجیل کی خاطر دُشمنی نہ کرے تو میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔" اور پھر" جو کوئی اپنا ہاتھ ہل پر رکھ کر پیچھے دیکھتا ہے، وہ خدا کی بادشاہت کے لائق نہیں۔" میں اس فیصلہ کو اُلٹ نہیں سکتا اور نہ اس کے سوا کوئی اور صلاح دے سکتا ہوں۔ خداوند کی پیروی کرو۔ اُسے یہ پسند نہ آیا کہ تُمہیں آگ میں سے جلتی لکڑی کی طرح باہر نکالے۔ ہاں بُت پرستی کی تاریکی اور گناہ سے نکال کر تُمہاری رُوح میں انجیل کی روشنی ڈالے۔ کیا تُم اس مُبارک نجات بخش روشنی کو بُجھا سکتی ہو؟ کیا تُم اُس کے فضل کی رُوح کو حقیر جانو گی اور اُسی گڑھے میں جہاں سے تُم نکالی گئی ہو، پھر گر پڑو گی؟ اور اگر ایسا کرو تو کیا تمہیں ایک ساعت کے لیے بھی تسلی مل سکتی ہے؟ اور اگر تُم دل سے ان صداقتوں کو مان لو اور ظاہر میں اپنے پُرانے طریق پر قائم رہو، تو کیا ایسی دھوکا بازی سے تُم خوش ہو سکتی ہو؟ نہیں دیکھو مسیح کیا فرماتا ہے" مُجھے اپنا دل دے۔" اور وہ سارا دل چاہتا ہے۔ اگر تُم اپنا دل اُسے دے دو اور لوگوں کے سامنے اُس کا اقرار کرو، تو باپ آسمان کے تمام فرشتوں کے سامنے تُمہارا اقرار کرے گا۔

دیویؔہ نے بڑی آہستگی، متانت و سنجیدگی سے کہا۔ ہاں اب میری تسلی ہو گئی۔ میں جان گئی کہ کون سا فرض مقدم ہے، اور اُس کی انجام دہی میں خدا میری مدد کرے۔ اُس کا سر اُس کے دونوں ہاتھوں پر آ ٹھہرا، اور اُس کے دل سے بڑی پُر شوق دعا خدا کے حضور اُٹھی اور اُسے سلامتی کا جواب بھی اُسی وقت مل گیا۔ اُس نے اپنا خوبصورت چہرہ اُوپر اُٹھایا۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اُس نے بڑے ایمان اور شکر گزاری کی نگاہوں سے اُوپر نیلے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا، میں مسیحی ہوں، میں مسیحی جیوں گی اور میں مسیحی ہی مروں گی۔ خدا مجھے توفیق دے اور میری مدد کرے۔" اور یہ کہتے وقت اُس کے لبوں پر ایک آسمانی تبسم کے آثار نمایاں تھے۔

نسوڈیکس نے خوشی کا نعرہ مارا" اس اقرار کے لیے خدا کے نام کی تعریف ہو"۔ مارسلا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے جو حقیقتاً خوشی اور شکر گزاری کے آنسو تھے۔

پادری صاحب نے گھٹنے ٹیکے، اور دیویہ اور مارسلاؔ نے بھی اُس کی پیروی کی۔ ایلو ابھی کھیل چھوڑ کر ہکا بکا دیکھنے لگی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ پادری صاحب نے خدا کی رحمتوں کا شکر کیا، کہ اُس نے ایک گم گشتہ بھیڑ کو اپنے گلہ میں شامل کیا اور دعا و منت کی کہ اُس نو مرید شاگردہ کو اُس کی ضرورتوں کے مطابق فضل اور قوت عطا فرمائے۔ اور یہ سب کچھ اُس نے یسوع مسیح کے وسیلے سے مانگا۔ ایلوا اس نام کو سن کر متحیر سی ہو گئی، کیونکہ اُس نے لکریشیہؔ کو کئی بار اس نام کا حقارت سے ذکر کرتے سُنا تھا۔

دعا کے بعد دیر تک باتیں ہوتی رہیں، کیونکہ دیویہ کو پادری صاحب سے مسیحی جماعت میں داخل ہونے کی نسبت بہت کچھ پوچھنا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ اپنے خاوند کے

واپس آنے سے پیشتر کلیسیا میں شامل ہو جائے اور اس میں پادری نموڈیکس بھی متفق تھا۔ اُس نے دیوؔیہ سے جتنی گفتگو کی، اتنا ہی اُس کے تبدیل قلب کے خلوص کی نسبت مطمئن ہو گیا۔ ایسی حالت میں انسان جب تک مسیحی صداقتوں کا دل سے قائل نہ ہو جائے، وہ ظاہرا اقرار نہیں کر سکتا، کیونکہ دُنیاوی طور پر تو دیوؔیہ کو بہت نقصان اور مصیبتیں اُٹھانی تھیں۔

پادری صاحب نے اُس کی توبہ کا حال کھوج کھوج کر دریافت کیا، اور اُسے خوب سمجھایا کہ حقیقی دل کی تبدیلی سے کیا مراد ہے، اور کیونکر اُس نے گناہ کو چھوڑ کر اور راستبازی سے نئی پیدائش حاصل کرنا ہے۔

دیوؔیہ نے خداوند یسوع مسیح میں ایسی ترقی پائی جس کی اُسے خود بھی اُمید نہ تھی۔ گو وہ ایک بُزدل ایمان دار تھی، کیونکہ وہ طبعاً بڑی حلیم اور شرمیلی تھی اور ایمان کی قوت بھی اُس کی رُوح میں ابھی تک پورے طور پر ظاہر نہیں ہوئی تھی جو اُسے اس قابل بناتی کہ اُس خوف و ہراس پر غالب آئے جو اُسے یُوں ڈرا رہا تھا۔ لیکن اُس کے دل میں یہ آرزو ایسے حقیقی اور مضبوط طور پر جم گئی تھی کہ کاش مجھے توفیق ملے کہ اپنے خدا اور نجات دہندہ کا جلال ظاہر کروں۔ اور اپنے آپ پر اُسے ایسا کم بھروسا تھا کہ پادری صاحب کو پُورا یقین ہو گیا کہ مقرر کردہ تعلیم پانے کے بعد وہ بپتسمہ پانے کے لیے بالکل لائق ہے۔

دیوؔیہ کی درخواست پر پادری نموڈیکس نے اجازت دی کہ وہ مسیحیوں کی عام عبادت میں شریک ہو اور چونکہ اگلا دن اتوار یعنی سبت کا تھا، یہ تجویز ہوئی کہ مارسلا اُسے کسی دُوسرے راستے سے شام کی عبادت میں لے آئے۔

شام ہونے لگی اور رخصت کا وقت نزدیک آ گیا۔ پادری نمودیکس انہیں تھوڑی دور پہنچا کر پیچھے سے دوسری راہ اپنے گھر کو چلا گیا۔ اور دیویہ اور مارسلا عام راہ سے جو باغوں میں سے ہو کر جاتی تھی، ہوریشس کے گھر کی طرف آئیں۔ وہ ابھی کچھ فاصلے پر ہی تھیں کہ کیا دیکھتی ہیں، کہ جولیس انہیں ملنے کو آ رہا ہے۔ وہ شاذ و نادر اور عموماً پیدل نہیں چلا کرتا تھا۔ اور نہ ہی غروب آفتاب کے بعد کبھی باہر نکلا کرتا تھا۔ اس سے دیویہ کا کلیجہ دہل گیا کہ الٰہی خیر ہو۔ لیکن جولیس کی خندہ پیشانی اور خوش اطواری سے اُس کے تمام خوف جاتے رہے، کیونکہ اُس نے بڑی حلیمی سے کہا، دیویہ کچھ خوف نہ کرو میں صرف تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ پچھلے دنوں سے تم کن خیالوں میں لگی ہو۔ اور مسیحیوں کے اطوار اور خیالات سے مجھے یقین ہے، کہ مارسلا نے دینی گفتگو کرنے کا موقع ہاتھ سے نہیں کھویا ہوگا۔

دیویہ خاموش تھی۔ انکار کرنا اُس کی ذاتی طبیعت کے خلاف تھا، اور اقرار کے لئے اس وقت اُس میں جرأت نہ تھی۔ جولیس نے جب دیکھا کہ اُس کا ہاتھ کانپ رہا ہے اور اُس کا رنگ بھی آتا بھی جاتا ہے، تو بڑی نرمی سے کہنے لگا۔

پیاری دیویہ! کیا تمہیں مجھ سے کوئی خوف ہو سکتا ہے؟ مسیحی دین کے بارے میں میرا خیال کچھ ہی کیوں نہ ہو، لیکن کیا میں ایسی پیاری بہن سے کبھی سختی سے پیش آ سکتا ہوں۔ سنو اب تم صرف پیدائش ہی کے لحاظ سے میری بہن نہیں بلکہ مسیح میں میری روحانی بہن بھی ہو۔ دیویہ میرے اس بیان سے چونک نہ اٹھو۔ کچھ عرصہ سے میرا ارادہ ہو رہا تھا کہ تم پر اپنے خیالات کا اظہار کروں، اور مجھے یقین تھا کہ مارسلا تمہیں تیار کر رہی ہے، کہ

میرے اس اقرار کو خوشی سے سنو، کیا یہ سچ نہیں؟

یہ سن کر دیو یہ سکتہ کے عالم میں آ گئی اور اپنے دلی جذبات کو بہت کچھ دبا کر بڑی آہستگی سے کہنے لگی۔ اے میرے بھائی! یہ خوشی میری اُمیدوں سے باہر ہے۔ اپنی کم اعتقادی کے سبب میں مارسلا سے شکایت کرتی رہی ہوں، کہ میں بیکس و بے مونس ہوں۔ لیکن خدا نے میری دعائیں سنیں اور جہاں سے مجھے اُمید نہ تھی مجھے مدد دی میرے پیارے بھائی ہولیس جس کی ناراضگی کا مجھے مارکس سے دوسرے درجہ پر ڈر تھا۔ ہاں اب تم میری مدد کرو گے اور مجھے جرأت دلاؤ گے کہ اس صداقت کا اعلانیہ اقرار کروں۔

ہولیس نے جواب دیا! پیاری بہن روحانی قوت کے لئے جسمانی بازو پر تکیہ نہ کرو۔ مدد کے لیے صرف مسیح کی طرف تکتی رہو، اور اُس کی روح کی طلب گار ہو۔ مجھ سے بھی جہاں تک ہو سکتا ہے تمہیں حوصلہ دلانے اور خوش کرنے کی کوشش کروں گا۔ میں خود بھی نوجوان ہوں اور ان تکلیفوں اور آزمائشوں کا جو ہمارے کارتھیج کے بھائیوں کو درپیش ہیں تجربہ نہیں رکھتا۔ خدا کرے ہم دونوں عالم بالا کی قوت سے اپنے ایمان میں قائم رہیں۔

مارسلا چھوٹی ایلوا کا ہاتھ پکڑے اُن کے پیچھے پیچھے آ رہی تھی اور اُن کی گفتگو کے مطلب سے بالکل بے بہرہ تھی۔ اُن کے مکان کے دروازے کے پاس آ کر وہ جلدی سے خدا حافظ کہہ کر اپنے گھر چلی گئی جو نزدیک ہی تھا۔ مگر ڈیسیا راستہ ہی میں دیو یہ کو ملی اور دیر سے واپس آنے پر اُسے سرزنش کرنے کو تھی، لیکن ہولیس کو اُس کے ساتھ دیکھ کر چپکی ہو گئی، اور ایلوا کو ساتھ لے کر اُس کے کمرے میں چلی آئی۔

دیویہ نے بڑے شوق سے اپنے بھائی کی دلی تبدیلی کا حال سُنا اُس کے دوستوں کلاڈیس اور سکنڈولس نے جو کارتھیج کی مسیحی کلیسیا کے نامی ممبر تھے، اُس پر بڑا اثر کیا اور ڈیکن زیٹیس سے اُس کی ملاقات بھی کرا دی جس سے جولیس تعلیم پاتا رہا۔ پادری نموڈیکس کو ان حالات کی خبر تھی۔ جولیس نے بھی اپنی بہن کا سب حال اُس سے سُن لیا تھا، اور اسی لئے اُسے راہ ہی میں ملنے کو گیا۔

اپنے عالی خیال بھائی کی گفتگو سے دیویہ کو بڑی تسلی اور مدد ملی۔ جولیس کے چہرے ہی سے استقلال اور ثابت قدمی کے آثار نمایاں تھے اور اب دیویہ نے محسوس کیا کہ میں ایسے ہمدرد بھائی کے ساتھ ہوتے ہوئے ہر ایک آزمائش کی برداشت کر سکوں گی۔ اُس نے رحمتوں کے خدا کا شکر کیا کہ اُس نے اُس کی دُعائیں سُنیں اور ایسے عجیب طور سے اُن کا جواب دیا۔

جس وقت دیویہ اور جولیس بڑے شوق سے ایک دوسرے کو اپنا حال دل سناتے اور تسلی اور جُرأت دلا رہے تھے، تو اُس وقت شکی لکریشیہ کمرے بیٹھی ایلیوا سے ایک ایک بات کا کھوج لگا رہی تھی۔ ایلیوا نے اپنے بچپنے کی سادگی سے سب کچھ بتا دیا کہ کیونکر پادری نموڈیکس وہاں آیا، اور اُس سے کیا گفتگو ہوئی اور پھر دیویہ نے کیونکر جوش سے کہا کہ میں مسیحی ہوں اور تب پادری نموڈیکس نے دُعا کی۔ بے چاری ایلیوا کو کیا معلوم تھا کہ ان باتوں سے اپنی پیاری ماں کو کیا کچھ نقصان پہنچا رہی ہے۔ ایلیوا تو یہ کہہ کر بے خبر سو گئی، لیکن لکریشیہ نے ایک ایک بات کو یاد رکھا، اور تدبیریں سوچنے لگی۔ اُس نے پورشیا سے تو اس معاملے کا ذکر کرنا مناسب نہ سمجھا کیونکہ پہلے موقع پر اُس نے کچھ

بھی توجہ نہیں کی تھی۔ پر اپنے بیٹے زوقس سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد ماں بیٹے نے یہی مناسب سمجھا کہ جہاں تک ہو سکے، مارکس کو جلد بُلایا جائے اور اصل واقعہ کی اُسے اطلاع نہ کی جائے۔ دن چڑھتے ہی زوقس نے کسی کام کا بہانہ بنا کر رخصت لی اور دو ملاحوں کو ساتھ لے کر بارہ بجے سے پیشتر اسکندریہ کو روانہ ہو گیا۔

دارالخلافہ مصر میں پہنچ کر اُس نے ملاحوں کو خوب انعام و اکرام دیا اور حکم کیا کہ کشتی کو ایک خاص جگہ ٹھہرا کر واپس چلنے کے لیے تیار رہیں، کیونکہ ایک رومی افسر کارتھیج کو جانے والا ہے۔ دو دن تک تو زوقس کو مارکس سے ملنے کا موقع نہ ملا، اور آخر کار وہ آتش مینار تک اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا، اور اُسے بہت خوف زدہ کیا جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

جب مارکس گورنر اکولہ سے رخصت ہو کر واپس آیا تو میز پر ایک چٹھی پائی جسے اُس نے کانپتے کانپتے کھولا۔ اُس میں صرف یہی اطلاع تھی کہ بندرگاہ کی ایک خاص جگہ پر جس کا ٹھور اپتہ دیا گیا تھا ایک کشتی اُس کی منتظر کھڑی ہے۔ اور اگر اُسے اپنی آیندہ سلامتی کا کچھ بھی خیال ہے تو ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرے۔ اس سے مارکس پر دہشت سی چھا گئی اور وہ فی الفور سفر کی تیاری کر کے غروب آفتاب سے پیشتر کئی میل کا سفر طے کر چکا تھا اُس نے ملاحوں سے زوقس کے پتہ پانے کی بہت کوشش کی لیکن سب بے فائدہ، کیونکہ وہ زوقس سے واقف نہ تھے اور بے چارہ مارکس تمام وقت بحر تفکر میں غوطہ زن رہا۔

اب ہم اس غریق بحر فکر کو یہیں چھوڑ کر اُس کے فکروں کے اصلی سبب کی طرف

متوجہ ہوتے ہیں۔

خونخوار ایذا رسانی کے شروع سے ہی مسیحیوں کو اپنی عبادت پوشیدگی میں کرنی پڑتی تھی، اور ایک دولتمند مسیحی کے عالیشان کمرے کو چھوڑ کر جہاں کارتھیج کے مسیحی اکٹھے ہوا کرتے تھے، انہوں نے قدیم شہر کے کھنڈرات میں زمین کے نیچے ایک کمرہ مقرر کیا۔ سلطنت صور کے وقت میں یہ شاید کسی سوداگر کا گودام ہوگا لیکن اس وقت خدا کے یہ مصیبت زدہ بندے یہاں بڑی خوشی سے جمع ہوتے اور ہر رات اُن کی دُعائیں اور ستائش کا نعرہ آسمان تک پہنچتا تھا۔ بعض اوقات اُن کے ہلیلویاہ کے نعروں کا شور دوسری طرف کھنڈرات کے جا گونجتا اور مسافر یہ خیال کیا کرتے تھے، کہ مرحوم باشندوں کی روحیں بول رہی ہیں۔ مسیحیوں کی سلامتی کا یہی باعث تھا ورنہ حاکم تو انہیں اجازت نہ دیتا۔ اور اس ناجائز مجمع کے سب سرغنوں کو جلاوطن کر دیتا۔ اب تک اس مسیحی ہیکل سے کوئی واقف نہ تھا اور مارسلا اپنی سہیلی کو یہیں لائی۔ اسے جُولیس کی تبدیلی خیالات کی خبر نہ تھی، اور اُس کے باپ نے بھی مناسب سمجھا کہ جب تک دیویہ کو اس معاملہ کی خبر نہ ہو جائے، مارسلا سے یہ امر پوشیدہ رکھے۔ جب جُولیس بھی اپنی بہن کے ساتھ چلنے کو تیار ہوا، تو مارسلا بہت حیران ہوئی۔ لیکن جب اُسے اس امر کی اطلاع کی گئی کہ دونوں بھائی بہن مسیحی کلیسیا میں داخل ہونے کے خواہشمند ہیں، تو اُس کی خوشی کی کچھ انتہا نہ تھی۔

جولیس کو دیویہ کے ساتھ دیکھ کر لکریشیہ کو کچھ بھی شک نہ گزرا۔ گو اُسے کچھ بُرا معلوم ہوا کہ اس دفعہ وہ ایلیا کو ساتھ نہ لے گئے۔ اُس نے یہ دیکھنے کی بھی پروانہ کی کہ وہ کس طرف جا رہے ہیں۔ اور اگر وہ اس امر کا لحاظ بھی رکھتی تو حیران ہی رہ جاتی، کیونکہ

وہ معمولی راہ سے جانے کی بجائے شہر کے گنجان حصّہ کی طرف گئے اور کئی بازاروں سے گزر کر ایک گلی میں داخل ہو کر ایک باغ میں پہنچے اور وہاں سے کھنڈرات میں جا نکلے۔

مارسلا انھیں راہ دکھاتی ایک تنگ زینہ کے پاس لے گئی جو درختوں کی شاخوں اور بیل بوٹوں سے بالکل چھپا تھا۔ انھیں ہٹا کر وہ نیچے اُتر گئی تو اُس کے ساتھی اُس کے پیچھے پیچھے ایک بڑے کمرے میں داخل ہوئے جس میں برنجی چراغوں کی مدھم سی روشنی تھی۔ دیواریں سادہ پتھر کی تھیں۔ فرش پر گھاس پھوس بچھا تھا۔ کمرے میں چند چوبی نشست گاہیں، ایک سادہ میز اور کتاب دان دھرا تھا۔ بہت سے دیندار لوگ وہاں عبادت کے لئے جمع تھے۔ دیوٓیہ ایسا بڑا مجمع دیکھ کر بالکل حیران ہو گئی۔ اُسے ذرا بھی خیال نہ تھا کہ کارتھیج کی کلیسیا میں اتنے معزز لوگ شامل ہیں۔ وہ زینے کے پاس اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑے حیرت کا پتلا بنے سنجیدہ کھڑی تھی۔ پادری نموڈیکس اُنھیں پہچان کر فوراً کمرے میں آگے لے گیا اور بزرگ بشپ صاحب کے سامنے پیش کیا۔ پادری نے بشپ صاحب کو اُن کا سارا حال بتا دیا تھا، اور اُس نے منظور بھی کر لیا تھا کہ اُنھیں بپتسمہ دیا جائے۔ اب وہ اُن سے پدرانہ شفقت سے پیش آیا اور اُن کے سروں پر ہاتھ رکھ کر برکت کے کلمے کہے اور بڑی سرگرمی سے دُعا کی کہ وہ اپنے ایمان میں قائم رہیں۔ چاروں طرف سے لوگ اُنھیں بڑی شفقت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور جب وہ اپنی مقررکردہ جگہ پر جا بیٹھے تو شام کی عبادت شروع ہوئی۔

ساری جماعت نے بڑے شوق اور خوش الحانی سے ایک زبور گایا۔ دیوٓیہ بھی دل ہی دل میں آرزومند تھی کہ کاش میں بھی خدا کی تمجید میں اپنی شیریں آواز ملاؤں لیکن

ان الہامی الفاظ سے ناواقفیت رکھنے اور خدا کی تعریف گانے میں اپنی ناقابلیت کے خیال سے اُس کی زبان بند رہی۔ تاہم اُس کے دل سے خوشی اور شکرگزاری کے نغمے نکل رہے تھے۔ اور جب گانے میں وقفہ آتا تو اپنے چاروں طرف نظر ڈال کر حیرت بھری نگاہوں سے اُن لوگوں کو دیکھتی تھی جنہیں وہ بت پرست خیال کرتی آئی تھی۔ اُن میں اس کے بھائی کے دوست اور اُستاد کلاڈیس اور سکندولس بھی تھے، اور اُس کے سسر فیلکس کی غلام فلوتیہ اور اُس کا خاوند ریوڈکٹیس بھی تھا، جو اپنی جان نثاری اور اپنی حُسن خدمات کے لیے مشہور تھے۔ اُنہوں نے بڑی حیرانی اور بڑی خوشی سے دیویہ کو خداوند یسوع کی بندگی کرتے دیکھا اور اُنہوں نے کمال آزادگی اور سنجیدگی میں اُسے اس حالت میں پایا۔

زبور گانے کے بعد بشپ اور اُس کے پادری صاحبان نے انجیل اور خطوط میں سے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد چند مقامات پڑھ کر سنائے۔ ان وقفوں میں جماعت خاموشی سے دل ہی دل میں دُعائیں کرتی تھی۔ وہ تمام کھڑے ہو کر دُعا کرتے تھے کیونکہ اُن دنوں یہی طریق ادب سمجھا جاتا تھا۔ دُعا کرتے وقت وہ اپنے بازوؤں کو صلیب کی شکل بنا لیتے تھے تاکہ اُس نجات دہندہ کی یاد زیادہ روشن ہو جائے، جس نے اپنی موت سے "فضل کے تخت" کا راستہ کھول دیا۔ اس کے بعد ایک ڈیکن ٹرٹیفس نامی نے دیگر مسیحی کلیساؤں کے خطوط پڑھے جن میں اُن کی تکلیفوں اور ایذارسانیوں کا حال درج تھا۔ پھر کلیسیا کے ممبر چھوٹی چھوٹی جماعتوں میں تعلیم پانے کے لئے الگ الگ ہو گئے۔ دیویہ اور اُس کا بھائی بطور شاگرد داخل کیے گئے۔ اور اُنہوں نے اپنے اُستاد سوڈیکس کی تعلیم پر

ایسا دل لگایا اور ایسے دانشمندانہ جواب دیے کہ وہ ظاہری کلیسیا میں جلدی داخل کرنے کے لائق سمجھے گئے۔

سب سے آخر میں بشپ صاحب نے ایک چھوٹا سا وعظ کیا، اور تمام ایمان داروں کی جماعت کے نام سے اُن سب کے لئے دُعا کی جنہیں ابھی تک بپتسمہ یافتہ ممبروں کے حقوق حاصل نہ تھے۔ اور اُن توبہ کرنے والوں کے لئے بھی دُعا کی، جو بپتسمہ پاکر پھر گئے تھے اور پھر تعلیم پا رہے تھے کہ دوبارہ کلیسیا میں داخل کئے جائیں۔ اُس وقت اندھیرا ہو گیا تھا، اس لئے کلیسیا کے ممبر اپنے اپنے گھروں کو چپکے سے چلے گئے۔ اس عبادت سے دیوتیا اور اُس کے بھائی ہولیس کے دل پر نہایت دل پذیر اثر ہوا۔ اُنہیں یہ مسیحیوں کی سادہ بندگی بُت پرستوں کی پُر شان عبادت سے بڑی افضل اور برتر معلوم ہوئی، اور ایمان داروں کی اتنی بڑی جماعت کو دیکھ کر اُن کا ایمان اور بھی بڑھ گیا۔ اُنہوں نے پادری سے جو اُنہیں شہر تک پہنچانے آیا تھا، اپنے اندرونی خیالات کا اظہار کیا۔ گھر میں دیوتیا کے دیر سے آنے پر نہ تو کسی کو حیرانی ہوئی۔ اور نہ کسی کو کچھ خیال ہی گزرا، کیونکہ اُس کا بھائی ہولیس اُس کے ہمراہ تھا۔

....

چھٹا باب

قطعی فیصلہ

چمکنے والی دھار لوگ کہتے ہیں کہ پانی ہے　　حقیقت میں مسیح کے خون کی شیریں روانی ہے
دعائے آنسوؤں میں کیا عجب تاثیر ہوتی ہے　　نہیں جادوگری یہ کیمیائے آسمانی ہے

دیویہ اور جولیس دن بدن مسیحی تعلیم میں ترقی کرتے گئے اور روز بروز کا یہ ارادہ مضبوط ہوتا گیا کہ مسیحی چال چلیں اور تمام اصولوں کے پابند رہیں۔ اپنے خاوند کے جانے کے دن سے دیویہ ایسی تنہائی پسند ہوگئی تھی کہ مسیحی ہونے کے بعد اس کے والدین اور عزیز و اقارب کو اس کی بود و باش میں کوئی تبدیلی معلوم نہ ہوئی۔ اور جولیس کو بھی نازک صحت کے سبب ایسی تنہائی پسند عادات پڑ گئی تھیں کہ اس میں بھی کوئی ظاہری تبدیلی نمایاں نہ تھی۔ فی الواقع تمام غیر ضروری باتوں میں قدیم مسیحی اپنے اردگرد کے لوگوں کی طرح ہی اوقات بسری کرتے اور دینی خیالات تبدیل کرنے کی وجہ سے انھیں اپنا کام اور پیشہ ترک کرنا نہیں پڑتا تھا۔ ان کی دوستیاں اکثر قائم رہتیں اور ان کے خیالات اور عقائد کی تبدیلی صرف اس دانشمندی اور ہوشیاری سے جو وہ اپنے کاروبار میں دکھاتے اور اس مہربانی اور فیاضی سے جو وہ زندگی کے تمام تعلقات میں ظاہر کرتے، معلوم ہو سکتی تھی۔ ان مسیحیوں کے چلن اور طریق میں ایسی میانہ روی، احتیاط و ارتقا پایا جاتا تھا، کہ وہ اپنے

عشرت پسند بت پرست ہمسائیوں کی نسبت لباس میں کمال سادگی اور خوراک میں بڑی پرہیزگاری رکھتے تھے۔ زیورات اور رنگیلے کپڑوں کی بجائے وہ سفید پوشاک پسند کرتے اور زومی لبادہ کی جگہ ایک معمولی سفید چونہ پہنتے تھے۔ دولتمند مسیحی اپنے گھروں میں بھی سامان آرائش بہت کم رکھتے تھے، کیونکہ اُن اسباب پر ضرور کسی نہ کسی بت کی تصویر کندہ ہوتی تھی۔ بعض حالتوں میں تو انہوں نے بت پرستی کے نشانات کو ایک نیا اور اعلیٰ جامہ پہنا دیا اور اُنہیں نئے اور پاکیزہ معنی دے دئے۔ مثلاً کھجور کی پتی جو بت پرستوں کے اکثر اسباب اور لباس پر آرائش کا کام دیتی، اور جسے وہ فتح کا نشان مانتے اور اپنے بتوں کی تعظیم میں استعمال کرتے تھے، مسیحیوں نے اُسے صلیب کی فتح کا نشان ٹھہرایا۔ اور وینس کی نذر شدہ کبوتری کو رُوح القدس کی علامت بنایا۔ لنگر مسیحی اُمید کی اور ڑحمی مسیحی خوشی کے مشابہ ٹھہری، حالانکہ شکار کی دیوی ڈائنا کی ہرنی کو خدا کے طالب سے تشبیہ دی گئی۔ اس بیان کو داؤد بڑے دلکش پیرائے میں ادا کرتا ہے کہ جیسے ہرنی پانی کے سوتوں کے لئے ترستی ہے، ویسے ہی میری رُوح اَے خدا تیری پیاسی ہے۔

ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ہورینشس کا مکان بڑا عالی اور شاندار تھا، اور وہاں عیش وعشرت کی مجلسیں ہمیشہ گرم رہتی تھیں۔ مارکس کے کارتھیج سے جانے کے دن سے دیوییا اُن میں کبھی شریک نہ ہوئی تھی اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ تماشوں اور کھیلوں کو بذات خود معیوب سمجھتی تھی، بلکہ اس لئے بھی کہ اُسے اپنے خاوند کا خیال ہر دم لگا رہتا تھا اور اُن عیش وطرب کی محفلوں سے اُسے کچھ تسلی نہیں ملتی تھی۔ اس عرصے میں اُس نے زیور اور رنگیلا لباس بھی کبھی نہ پہنا اور جب کبھی اُس کا باپ اُسے ان ضیافتوں میں

مجبوراً جانا بھی ،تو وہ بڑی سنجیدہ اور متفکر نظر آتی ،اور پھر موقعہ پاتے ہی اپنے کمرے میں واپس چلی جاتی کہ مارکس کی یادمحبت سے دل کو ڈھارس دے ۔ اُسے نامہ شوق لکھے اور اُس کی سلامتی اور واپسی کے لیے اپنے معبودوں سے دُعا مانگے ۔ صرف ایلوا ہی اُس کے غم وفکر کو ہٹا کر اُسے خوش کر سکتی تھی اور وہی ہر دم اُس کی رفیق اور مونس وغمگسار تھی ۔ وہ اپنی ماں کی طرح سمجھدار ذہین اور پرلے درجے کی دردمند تھی اور اُس سے پُوری پُوری ہمدردی کرتی اور اکثر خاندانی مذبح کے آگے گھٹنے ٹیک کر دُعا میں شریک ہوا کرتی تھی ۔

دیویہ کو مسیحی ہونے پر سوائے بُت پرست عبادتوں میں شریک نہ ہونے کے کوئی اور ظاہری تبدیلی کرنی نہ پڑی ۔ تبدیلی تو اُس کے دل میں تھی اور وہ خدا کے رُوح سے تازہ ہو کر تمام آرزوؤں اور ارادوں میں پاک اور سرفراز ہوتی گئی ۔ اُس کی شیریں مزاجی اور نیک اطواری مسیحی اُصولوں میں جڑ پکڑ کر اور بھی پیاری اور پسندیدہ ہو گئی اور اپنی جن جن باتوں کو وہ کمزوری اور نقص سمجھتی ، خُدا کی مدد سے کوشش کرتی کہ اپنے خیال اور چلن کو اُس کی مبارک مرضی کے مطابق سُدھارے ۔ رفتہ رفتہ اُس نے اپنی بزدلی اور تکلیف اُٹھانے کے ڈر پر غلبہ پایا اور پکا ارادہ کر لیا کہ اپنے آپ کو خُدا کے ہاتھوں میں سونپ دے ، اور اُس کی قُوت میں ایمان کی اچھی لڑائی لڑے ۔ اور اِسی اُمید پر کہ اپنے شفیع کی قُوت اور نجات پر گواہی دے دینے سے اُس کے مُبارک نام کی تمجید ہو گی اُس سے اپنے خاندان کی ناراضگی اور ناگوار نتائج کا

خوف بھی جاتا رہا۔ اُس کی راہ میں آخری رُکاوٹ اُس کا خاوند مارکس تھا، وہ جس کی محبت اُس کے نزدیک سب کچھ تھی، اور جس کی مرضی ہمیشہ اُس کی مرضی رہی تھی۔ اس کے بعد اُن کے دلوں کے درمیان ایک دیوار کھڑی ہو جائے گی، کہ اُن کی ہمدردی ومحبت اور دردمندی والفت کو جدا کرے۔ یہ خیال بڑا دل شکن تھا اور جب وہ ایلیوا کی چارپائی کے پاس گھٹنے ٹیک کر اپنے خاوند اور بچی اور اپنے لئے دُعا کرتی، تو وہ آنخوا آنخوا نسو روتی تھی کہ میرے یہ عزیز کبھی مسیح میں ہو کر مجھ سے ملیں گے بھی یا نہیں؟

پھر اُس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دُعا کرنے کے علاوہ میں کچھ اور بھی کر سکتی ہوں؟ مجھے چاہیے کہ عمل کروں اور خدا کی رحمتوں پر بھروسہ رکھوں تا کہ وہ میری کوششوں کو کامیابی کا تاج پہنائے۔

وہ اپنی حالت سے افسردہ ہوئی کہ ہائے میں نے اپنی بیٹی کو بت پرستی سکھائی ہے، میں نے اُسے گمراہ کیا اور غلط طریق پر اُس کی رہنمائی کی۔ میں نے اُسے جھوٹے معبودوں کے آگے گھٹنے ٹیکنا اور دُعا کرنا سکھایا ہے اور کیا اب میں اُسے منجی یسوع مسیح کی خبر نہ دُوں؟ ہاں اُس مُبارک منجی کی جس نے فرمایا ہے کہ ''بچوں کو میرے پاس آنے دو، اُنہیں منع نہ کرو، کیونکہ خُدا کی بادشاہت ایسوں ہی کی ہے''۔ بے شک ایلیوا کا پُرمحبت دل اپنے خُدا کی طرف پھریگا اور اُس غم ورنج میں جو مجھے پیش آئے گا، مجھے یہ خوشی اور تسلی تو ہوگی کہ اُس کے لبوں سے اُس سچے خُدا کی حمد وستائش سُنوں۔

اس ارادے اور اُمید سے دیویہ کے دل کو کچھ مسرت ہوئی اور اگلی صبح وہ بڑے شوق سے اُٹھی کہ اپنے اُس مُبارک کام کو شروع کرے اور اپنی لڑکی کو صلیب کے پاس

لائے اور اُسے سکھائے کہ نجات وہیں سے ملتی ہے۔ یہ کام آسان ثابت ہوا، کیونکہ جو کچھ اُس کو اُس اچھے چرواہے کی بابت جس نے بھیڑوں کے لئے اپنی جان دی سکھاتا تھا، ایگوا نے بڑی خوشی سے جلد سیکھ لیا۔ اس ذہین لڑکی نے مسیح کی پیدائش اور زندگی، اُس کی مصیبتوں اور موت اور جی اُٹھنے کے بیان کو بڑے شوق و دلچسپی سے سُنا اور دیوؔیہ نے ان سادہ سوالوں کا جو ایگوا گاہے بگاہے پوچھتی تھی بڑی خوشی سے جواب دیا اور اُن سے خود اُس کے اپنے دل میں بڑے گہرے اور دل کو پرکھنے والے خیال پیدا ہوئے۔ اب اُس نے خُدا کے اس وعدے کا تجربہ پایا کہ "وہ جو سیراب کرتا ہے، آپ ہی سیراب ہوگا" کیونکہ اپنی بیٹی کو تعلیم دینے سے اُسے بہت فائدہ ہُوا۔ اس خُوشی اور مُسرت کے ساتھ غم و خوف بھی پیوستہ تھا کہ کہیں مارکسؔ کا غصہ اور بھی بھڑک نہ اُٹھے کہ اُس کی بیٹی کو بُتوں کی پرستش سے کیوں پھیرا ہے لیکن جب اُس نے ایگوا کی غیر فانی رُوح کی قدر و قیمت پر غور کیا تو اُس کا یہ خوف جاتا رہا اور اُسے یقین کامل ہو گیا کہ اس انمول موتی کی حفاظت کرنے میں میرا جائز و مناسب حق ہے، کہ دیگر تمام خیالوں کو نظر انداز کروں۔ اس لئے اُس نے اپنی تعلیم جاری رکھی اور ایگوا نے اُس کی اُمیدوں اور آرزؤں سے بڑھ کر ترقی کی۔

جب دیوؔیہ نے دیکھا کہ اُس کی پیاری بیٹی نے انجیل کی صداقتوں کو کیونکر سمجھ لیا اور انہیں قبول بھی کیا ہے تو اُس نے اِسی ارادہ سے کہ اگر ممکن ہو تو اُسے بھی بپتسمہ کی رُو سے مسیحی کلیسیا میں شامل کرے، پادری نموڈیکس اور اُس کے ذریعے بشپ کو اطلاع کی اور اُن دونوں نے اس امر سے اتفاق کیا۔

بپتسمہ کی تاریخ مقرر ہوئی اور دیوؔیہ اور اُس کا بھائی بڑے شوق و ادب سے اُس

دن کے چشم براہ ہوئے۔ اُن دنوں بپتسمہ پر بڑا زور دیا جاتا تھا اور غیر بپتسمہ یافتہ بہت سے حقوق سے محروم رکھے جاتے تھے۔ دیویہ خصوصاً اس لئے بڑی بے صبر اور پُر شوق تھی کیونکہ وہ چاہتی تھی کہ مارکس کی واپسی سے پیشتر مسیحی کلیسیا میں شامل ہو جائے۔ یہ بھی مناسب خیال کیا گیا کہ ایلیوا کا بپتسمہ اُسی روز ہو۔ ایلیوا بلحاظ عمر کے انجیل سے اچھی مہارت رکھتی تھی۔

اس رسم سے اُنہیں تمام جھوٹے معبودوں کو ترک کرنا اور خداوند یسوع مسیح سے جس نے اُن کی جان بچانے کے لیے اپنی جان دی میل کرنا ہے۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ لکریشیہ کو اس امر کا اشارہ تک بھی دینا نہیں چاہیے۔ اور اس بُوڑھی نمک حلال اتا کے دل میں طرح طرح کے شک پیدا ہو ہی گئے تھے۔ اور وہ ہر دم اسی فکر میں تھی کہ کسی نہ کسی طرح اپنی دیویہ اور ایلیوا کو بچائے۔ وہ مارکس کی واپسی کے لئے بے صبر ہو گئی۔ لیکن اس خیال سے اُسے کچھ تسلی تھی کہ اس سے پیشتر دیویہ بپتسمہ نہیں پائے گی تاہم اُسے ڈر تھا کہ کہیں اُس کی مسیحی سہیلیوں کی تاثیر ایسی مضبوط و کارگر نہ ہو کہ اُس کا اپنے قدیم مذہب کی طرف پھر آنا زیادہ دشوار اور دردناک ٹھہرے۔

بپتسمہ کا دن آ پہنچا اور دیویہ اپنے بھائی اور بیٹی کو ساتھ لے کر گھر سے روانہ ہوئی۔ وہ اس مبارک اُمید میں محو تھی کہ "اپنے خدا اور نجات دہندہ سے اب میرا ہمیشہ کے لیے میل ہو جائے گا" لیکن یہ دل شکن خیال بھی اُسے ستا رہا تھا کہ "اپنے عزیز والدین اور خاوند سے بھی شاید ہمیشہ کے لئے جُدا ہو جائے"۔ انہیں خیالوں میں غرق وہ پولیس کے ساتھ ساتھ ایلیوا کا ہاتھ پکڑے زمین دوز گرجے کے پاس آ پہنچی، جہاں پادری

نموڈیکس اور اُس کی بیٹی اُن کے منتظر کھڑے تھے۔ نیچے اُتر کر اُنہوں نے جماعت کو فراہم اور رسم کے تمام اسباب کو مہیا پایا۔ اس وقت کے لئے ایک خاص حوض بنایا گیا تھا اور اُس کے آگے ایک چبوترہ سا اُٹھایا گیا تھا جہاں سب لوگوں کی نظر پڑ سکتی تھی۔

پادری نموڈیکس اُنہیں چبوترے پر لے گیا، اور اُنہوں نے مغرب کی طرف رُخ کر کے صاف الفاظ میں تین بار اقرار کیا، کہ ہم شیطان اور اُس کے تمام کاموں اور عیش وعشرت کی محفلوں سے منہ موڑتے ہیں۔ اور پھر مشرق کی طرف پھر کر تین بار اس سنجیدہ وعدوں کو دُہرایا کہ ہم مسیح کے وفادار سپاہی اور خدمت گزار بنے رہیں گے۔ اور عُمر بھر اُس کے مقدس حکموں کی پیروی کریں گے۔ اس کے بعد اُنہوں نے مسیحی عقیدے کو فقرہ بہ فقرہ بشپ کے موزوں سوالوں کے جواب میں سُنایا، اور یوں اپنے ایمان کا اظہار کیا۔ مسیحی جماعت کے واجب العزت نمبیا نے بڑی سرگرمی سے دُعا کی کہ یہ بپتسمہ لینے والے صرف ظاہر نشان ہی نہ پائیں، بلکہ خُدا کے فضل کی اندرونی اور روحانی بخشش سے بہرہ ور ہوں۔ پھر اُس نے اُن پر پھونکا جو رُوح القدس پانے کا نشان ہے اور اُن کے ہاتھوں پر صلیب کا مُبارک نشان کھینچا۔

اس ابتدائی ترتیب عبادت کے بعد مارسلا، ویویا اور اُس کی بیٹی کو بپتسمہ والے خاص حوض پر لے گئی اور ان کے اُوپر کے کپڑے اُتروا کر بشپ نے اُنہیں پانی میں تین بار غوطہ دیا، اور ہر دفعہ باپ بیٹے اور رُوح القدس کا نام لیا۔ پھر ویویا اپنی بیٹی کے ساتھ برف سی سفید پوشاک پہنے آ کھڑی ہوئی۔ بپتسمہ یافتوں کو یہ نئی پوشاک پہنائی جاتی تھی جو اس امر کا نشان ہے کہ اُنہوں نے پُرانے آدم کو اُس کی خواہشوں اور شہوتوں سمیت

مصلوب کیا اور نئے آدم کو خدا کے نمونہ پر راستبازی اور حقیقی قدسیت میں بنایا گیا پہن لیا۔" دیویا اپنے حُسن کے لیے کارتھیج بھر میں مشہور تھی، لیکن اس کا حُسن کلو سوز کبھی بھی ایسا دلکش ظاہر نہ ہوا تھا، جیسے اُس وقت جب وہ چشمہ سے لے کر باہر آئی۔ اُس کے شیریں چہرے پر کچھ نہ کچھ گھبراہٹ کے آثار ظاہر تھے اور اُس کی آنکھیں آسمانی مقدس خوشی اور ایمان سے منور تھیں۔ کلیسیا نے اُسے خدا کے خاندان کے شُرکاء میں شمار کیا، اور جو عورتیں اُس کے آس پاس کھڑی تھیں اُنہوں نے اُسے اور الیوا کو سلامتی کا مقدس بوسہ دیا، اور خداوند یسوع مسیح میں اپنی بہنیں مانا۔

پھر ہولیس نے بھی یہی رسم ادا کی اور کلیسیا کے ان نئے ممبروں نے مومنوں کی جماعت میں جگہ پائی اور انہیں پہلی بار اجازت ملی کہ خداوند کی دعا میں شریک ہو کر خدا کو "ہمارے باپ" کے نام سے پکاریں۔ پھر الیوا کے سوا انہیں اجازت ملی۔ کہ عشاء ربانی میں شامل ہوں۔

اس تمجید و عبادت کے بعد پریم بھوجن ہوا جو قدیم مسیحیوں کا ایک دستور تھا۔ میزیں لگائی گئیں اور چھوٹے بڑے امیر و غریب بلا کسی فرق و تمیز کے اکٹھے بیٹھے۔ بشپ کے لیے بھی کوئی خاص نشست گاہ نہ تھی، کیونکہ ایسے موقعوں پر سب برابر خیال کیے جاتے تھے۔ اور عموماً غریب اور کم عمر شاگردوں کو بڑوں اور عالموں کے پاس جگہ دی جاتی تھی۔ کھاتے وقت بزرگ اپنے کم عمر بھائیوں سے ترقی بخش باتیں کرتے تھے۔ پھر ایک پادری نے مختصر سی تقریر کی، اور ایک حمدیہ گیت گانے کے بعد سب اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے۔

چونکہ دیویہ نے مناسب جانا کہ مارکس کی واپسی تک اپنے مسیحی ہونے کے واقعہ کو عوام سے چھپائے رکھے۔ اُس نے اُس سفید لباس کو جو ایک ہفتہ تک پہنا جاتا تھا اُتار دیا، اور ویکن نے ان پوشاکوں پر اُن کے نام لکھ کر رکھ لیے تاکہ وقت ضرورت یہ کپڑے اُن ایمانداروں کے ایمان کی شہادت کا کام دیں۔

جب دیویہ اور اُس کا بھائی اپنے گھر پہنچے تو دیر ہو چکی تھی۔ اُن کا ارادہ تھا کہ چپکے سے اپنے اپنے کمروں میں چلے جائیں، اور والدین کو باہر دیر تک ٹھہرنے کا سبب بتانا نہ پڑے۔ لیکن گھر میں قدم رکھتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ سارا گھر مشعلوں سے روشن بقعۂ نور ہو رہا ہے، اور نوکر چاکر اِدھر اُدھر بھاگے پھرتے ہیں۔ اُنہیں معلوم تھا کہ آج کوئی دعوت ہونے والی نہ تھی تو بھی کئی مہمان جمع تھے اور بربط، ستار اور دیگر باجوں کی آوازیں پتہ دیتی تھیں کہ ضرور یہ کوئی خوشی کی دعوت ہے۔

اس غیر متوقع خوشی کا سبب اُنہیں جلد معلوم ہو گیا، کیونکہ صحن میں قدم رکھتے ہی سبھوں نے جو اُن کے منتظر تھے بڑے ادب اور خوشی سے سلام کیا اور اس کے بعد دیویہ اپنے پیارے خاوند مارکس کی آغوش میں تھی۔

دفعتاً مارکس کی ملاقات سے دیویہ گھبرا گئی، اور اپنے پیارے خاوند کے چہرے پر بڑی مسرت بھری نگاہ ڈال کر اور آہستہ سے اُس کا نام لے کر بے ہوش ہو گئی۔ مارکس اُسے اُٹھا کر کمرے میں لے گیا۔ دیر کے بعد اُسے ہوش آیا۔ آنکھیں کھولتے ہی کیا دیکھتی ہے کہ مارکس اُس کے پلنگ کے پاس بیٹھا پیاری ایلیو کو پیار کر رہا ہے اُس کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ اُس کے دل سے تمام خوف وہراس جاتے رہے اور اپنے خاوند کو تندرست اور

سلامت پاکر وہ بڑی شکر گزار اور شادمان ہوئی۔ مارکس کی خوشی بھی اُس سے کچھ کم نہ تھی کیونکہ اُس کی محبت میں کوئی فرق نہ آیا تھا، اور گو اس عرصے میں وہ طرح طرح کے بکھیڑوں اور اُلجھنوں میں پھنسا رہا مگر اُس کے دل میں ہر وقت دیو یہ ہی کا خیال بسا رہتا تھا۔

مارکس اسی شام کارتھیج پہنچا اور دیو یہ اور ہُولیس کے گھر سے جانے کے تھوڑی دیر بعد ہی ہور یشس کے ہاں آیا۔ چونکہ لکر یشیہ کو معلوم تھا کہ دیو یہ عموماً کھنڈرات اور سمندر کی طرف ہوا خوری کو جایا کرتی تھی، اس لیے اُدھر اور پادری کے گھر کی طرف بھی نوکر دوڑائے گئے۔ لیکن کچھ پتہ نہ ملا، اور اب مارکس اپنے دوستوں کو چھوڑ کر خود دیو یہ کی تلاش میں جانے کو ہی تھا کہ وہ آ پہنچی۔ کچھ دیر بعد فیلکس بھی جو وہاں سے بہت فاصلہ پر رہتا تھا اپنے بیٹے کو ملنے آیا۔ اُس کے دیر سے آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ پروکونسل کے ہمراہ کسی اجنبی کے مقدمہ کی سماعت کر رہا تھا جس پر شک کیا گیا تھا کہ وہ روم کا ایک مسیحی اُستاد تھا۔

باتوں باتوں میں ذکر چھڑا کہ کارتھیج اور سارے مُلک میں لوگ کیونکر مسیحی ہوتے جاتے ہیں اور شاہ سویرس کا فرمان اُنہیں روکنے میں ناکام رہا۔ فیلکس اور ہور یشس دونوں نے اُن لوگوں سے اپنی دلی نفرت کا اظہار کیا جو غیر فانی معبودوں کی پرستش چھوڑ کر ایک مصلوب شخص کی جو اپنے آپ کو شرع کے جائز حُکم سے بھی بچا نہ سکا عبادت کرتے تھے۔ یہ مجسٹریٹ فیلکس جو کسی وقت خود مسیحی ہو چکا تھا، اس فرقے کی طرف سے سخت متنفر تھا اور اُنہیں بُرے الفاظ میں یاد کر کے کہنے لگا کہ "صرف پادری نموڈیکس ہی ایسا مسیحی

ہے جس سے میں راہ و رسم رکھ سکتا ہوں۔" اور پھر اُس نے بڑی حیرانی اور افسوس کا اظہار کیا کہ ہوریشس دیویہ کو پادری کی بیٹی سے ملنے جُلنے دیتا ہے۔ اس پر اُس کے دوست ہوریشس نے جو مسیحی دلائل کے زور سے کم واقف اور فیلکس کی نسبت کم متعصب تھا جواب دیا۔ مجھے ذرا بھی خوف نہیں کہ میری بیٹی اپنے آباواجداد کے مذہب کو چھوڑ دے اور اس امر کا بھی کوئی ڈر نہیں کہ مارسلا جیسی نوعمر لڑکی دیویہ جیسی شائستہ اور اعلیٰ تعلیم یافتہ لڑکی کے دل کو پھیر سکے یہاں ہوریشس بھول گیا کہ یہ مغرور مدبر فیلکس خود مسیح کا اقرار کر چکا تھا، کیونکہ اُس نے یہ بھی کہا کہ یقیناً کمزور دل اور کمزور ایمان والے لوگ ہی ایسے انسانوں سے جن پر مسیحی ایمان کا انحصار ہے پھسلائے جاتے ہیں۔

فیلکس کی کشادہ پیشانی پر خون چڑھ آیا اور اُس کے سخت چہرے سے اُس کی رنجیدگی ظاہر ہوتی تھی۔ تاہم اُس نے بڑی حلیمی اور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہوسکتا ہے کہ ایسے لوگ جو نہ کمزور دل اور نہ ہی کمزور ایمان ہوں مسیحیوں کے افسانوں سے متاثر ہو جائیں۔ مگر ایک زبردست شخص اُن کے سچے ایمان و اعتقاد سے شائد بچا رہے گا تاہم ہمیشہ یہی صورت نہیں ہوتی۔ بھلا ہمارے دوست پادری نموڈیکس سے بڑھ کر عالی خیال اور بلند حوصلہ شخص کہاں ملے گا اور اُس سے بڑھ کر اور کون مسیحی اپنے مذہب پر ایسا فریفتہ اور اُس کی سچائی اور اُلوہیت کا ایسا قائل ہے۔"

ہوریشس اپنی غلطی تاڑ گیا اور بڑا دانشمندانہ جواب دیا ہاں یہ تو سچ ہے کہ پادری نموڈیکس اس امر کی ایک زندہ مثال ہے مگر نئے نئے خیال اور عقیدے ایک آزاد اور صاحب الرائے شخص پر بھی خوب اثر ڈال سکتے ہیں۔ اگر کسی شخص کی روشن زندگی اور

دلیلوں نے مسیحیت کی طرف میری توجہ پھیری ہے تو وہ شخص پادری نمو ڈیکس ہے۔ میں بہ
سچ حیران اور افسردہ ہوتا ہوں، کہ کس طرح ایسا شخص، ایسے خیالات کا جو اُس نے اپنی
بیوی سینا سے سُنے اور اپنی بیٹی کے دل میں ڈالے شاگرد بنے رہے۔ لیکن شہنشاہ کے
فرمان سے اُمید ہے، کہ یہ بدبخت لوگ ہوش میں آ جائیں گے اور کاش کہ پادری نمو ڈیکس
اور اُس کی بیٹی بھی اپنی غلطی دیکھ کر راہ راست پر آئیں۔ آپ کو شاید معلوم ہوگا کہ میرا بیٹا
اکنیولیس رُوم سے جلد واپس آنے والا ہے اگر وہ مارسیلا کو بھی دے کہ اگر اکنیولیس اپنے
اُن فرائض کو جو شاہ سویریس اور معبودوں کی نسبت ہیں، نظر انداز کرے اور ایک مسیحی لڑکی
سے شادی کرنا چاہے تو میں ایسی بات بھی ہونے نہ دوں گا۔

فیلکس نے خوش مزاجی سے کہا، ہوریشس ذرا بھی فکر نہ کرو۔ تمہارا شریف بیٹا
شہنشاہ اور اُس کے مذہب پر ایسا فریفتہ ہے کہ اس خوف کا ذرا بھی مقام نہیں کہ عشق کی
دیوی اُس پر ایسی غالب آئے، اور وہ جنگ کے دیوتا کو ترک کر کے صلح پسند یا سچ پوچھو تو
بُزدل مسیحی لوگوں میں سے بیوی لینا پسند کرے ہاں اگر وہ خود اُن لوگوں میں جا ملے تو اور
بات ہے۔

اس پر ہوریشس بڑے جوش سے پکار اُٹھا کہ وہ کبھی ہاں وہ کبھی ایسا نہیں کرے
گا۔ اُس کا جنگی مزاج ایسی باتوں کو کبھی پسند نہ کرے گا اور مارکس بھی جو میرے خاندان کا
فخر ہے، وہ کنیولیس کی طرح کبھی اُس مصلوب یہودی کا شاگرد نہ ہوگا۔

دیوبیا اس عالی شان کمرے کی دُوسری طرف اپنے خاوند اور کنولیس سے باتیں
کر رہی تھی۔ اور یہ سب گفتگو میں ایسے مصروف تھے کہ ہوریشس اور فیلکس کی ایک بھی

انہوں نے نہ سُنی۔ آخرکار دیویہ نے اپنا نام سُنا اور وہ اپنی پُرشوق گفتگو کو چھوڑ کر سننے لگے کہ کمرے کی دوسری طرف کون سا امر معرضِ بحث میں ہے۔

اگر مارکس اپنے باپ کی طرف متوجہ نہ ہوتا، اور ہورینشس سے باتوں میں نہ لگ جاتا تو وہ ضرور ملاحظہ کرتا کہ کیونکر دیویہ کا چہرہ دفعتاً زرد پڑ گیا اور ہولیس کیسی پُرفکر نگاہ سے اُسے دیکھنے لگا جب دیویہ نے مارکس کو بھی مسکینیت سے وہی نفرت ظاہر کرتے دیکھا تو وہ بڑی گھبرا گئی مارکس نے اُن تمام واقعات کو جو اسکندریہ میں واقع ہوئے تھے بیان کیا کہ کیوں کر یہ لوگ اپنے مذہب میں ثابت قدم رہتے اور کیسی کیسی تکلیفیں اور مصیبتیں بخوشی اُٹھاتے ہیں۔ اُس نے بڑے فخر سے اُنہیں یہ بھی بتایا، کہ کیونکر میں نے خود اُن لوگوں کو پکڑا اور انہیں سزائیں دلوائیں۔ تمام مہمان اس بہادر جوان کے گرد اکٹھے ہوئے اور بڑے شوق سے اُس کا بیان سُننے اور اُس کی داد دینے لگے۔

یہ سُن کر دیویہ کے دل کو سخت صدمہ پہنچا، اور اُس پر پھر بے ہوشی سی طاری ہوگئی۔ اُس نے اپنے جذباتِ دل پر غالب آنے کی بہت کوشش کی اور ایلوا کو ساتھ لے کر اُس کمرے سے چلی گئی۔ اُس نے لڑکی کو توانا کے حوالے کیا اور آپ چپ چاپ اپنے کمرے میں جا کر اُس مذبح کے آگے جو پہلے خیالی معبودوں کی نذر تھا، اور اب اکیلے سچے خدا اور اُس کے مقدس بیٹے یسوع مسیح کی عبادت کے لیے مخصوص ہو چکا تھا، گھٹنوں کے بل جا گری۔ اشکوں کی ایک جھڑی سے جو دونوں آنکھوں سے برابر لگ گئی، اُس کے بھاری دل کو کچھ تسکین ہوئی اور پھر اُس نے اپنے تمام رنج و افکار اپنے مہربان خدا اور نجات دہندہ کے کانوں میں کہہ سُنائے اور رو رو کر دُعا کی کہ الٰہی مجھے طاقت دے کہ اپنی

ان زمینی خوشیوں کے تباہ ہوتے وقت بھی تجھی سے لپٹی رہوں۔ یہ اُس نے بے فائدہ دعا نہ کی کیونکہ وہ کون ہے جس نے اس خدا کے حضور جو تمام فضل اور تسلیوں کا منبع اور چشمہ ہے ایمان سے دعا کی ہو اور جواب نہ پایا ہو۔

دیویہ چپ چاپ راضی برضا ہو کر گھٹنوں سے اُٹھی اور یہ اُمید اُس کے دل میں جانشین تھی کہ مصیبتوں کا یہ پیالہ جس سے میں ایسی خائف ہوں شاید مجھ سے اب بھی دور کیا جائے اور اُس کا یہ ایمان بھی تھا کہ اگر میرا آسمانی باپ ضروری سمجھتا ہے کہ میں یہ پیالہ پیوں، تو وہ اس کی کڑواہٹ کو برداشت کرنے کی مجھے طاقت بھی دے گا۔ پھر وہ اپنے بستر پر جالیٹی اور مارکس نے اُسے روتے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ یہ سب اُسی گھبراہٹ کا نتیجہ ہے جو اس اچانک ملاقات سے ہوئی اور جب اُس کی درخواست پر دیویہ نے اپنی بربط اُٹھائی اور چند گیت جو پہلے دنوں میں اُس کے مرغوب خاطر تھے گائے تو ایسی خوب صورت نظر آئی کہ پیشتر کبھی نہ آتی تھی۔

....

ساتواں باب

ناگہانی آفت

جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے گا۔ میں بھی اپنے باپ
کے سامنے جو آسمان پر ہے اُس کا اقرار کروں گا۔ مگر جو کوئی آدمیوں
کے سامنے میرا انکار کرے گا میں بھی اپنے باپ کے سامنے جو آسمان
پر ہے اُس کا انکار کروں گا۔ متی ۱۰ باب ۳۲ تا ۳۳ آیات

دوسرے دن صبح ہی فیلکس، ہوریشس سے ملنے آیا۔ اور ارادہ ظاہر کیا کہ اپنے بیٹے کی صحیح وسلامت واپس آنے کی تقریب پر ایک دعوت دے۔ اس سے سکھوں نے اتفاق کیا اور ایک خاص دن مقرر ہوا اور بڑی بڑی تیاریاں ہونے لگیں۔ فیلکس نے اپنی بیوی پورشیا سے صلاح ومشورہ کر کے کہا، کہ میری آرزو ہے کہ اپنے بیٹے اور دیویہ کی شان میں خاص اور پُرتکلف ضیافت کا انتظام کروں۔ اُس کے رخصت ہوتے ہی پورشیا نے لکرشیہ سے صلاح ومشورہ کیا کہ اپنے اور دیویہ کے لیے خاص پوشاک بنوائے جو اُن کی حیثیت اور جلسے کی رونق کے شایانِ شان ہو۔

اس پر لکرشیہ کا ماتھا ٹھنکا کہ بس اب خیر نہیں۔ کیونکہ دیویہ ایسی رسومات کو کبھی پسند نہیں کرے گی، اور اس سے ناگوار نتائج پیدا ہوں گے۔ تاہم وہ چپ رہی۔ اُسے اب

بھی کچھ امید تھی کہ شاید دیوؔیہ اس خوشی کے وقت مارسؔلا کی باتوں کو بھول جائے اور پھر اُن عیش و طرب کی محفلوں میں شریک ہو، جو اس کی عمر اور درجے کے شایان تھیں۔ اُس کا یہ بھی خیال تھا کہ یوں دیوؔیہ کو قطعی فیصلہ کرنا پڑے گا کہ آیا میں اپنے مالک اور خاندان کے معبودوں کو ترک کروں یا نہ کروں۔ لکریشؔیہ دل ہی دل میں خوش تو بہت تھی کہ میرا مارکسؔ کو بلا بھیجنے کا منصوبہ کارگر ٹھیرا اور انتظام جلسہ میں شوق سے شریک ہوئی۔

اس وقت بے چاری دیوؔیہ کے دل پر کوہِ الم ٹوٹ رہا تھا۔ اپنے خاوند سے ملنے کی خوشی ایسی تھی کہ بعض اوقات وہ اپنی حالت کو بالکل بھول جاتی تھی۔ لیکن یہ حالت دیر تک نہیں رہتی تھی۔ اُسے اپنی اصلی حالت بار بار یاد آتی اور وہ اپنے خطروں اور مصیبتوں کو بخوبی محسوس کرتی تھی۔ مارکسؔ سے گفتگو کرتے وقت اُس کے دل میں یہ دل شکن خیال اُٹھ رہا تھا کہ یہ شیریں آواز ابھی ترش ہو جائے گی، اور ان محبت بھری نگاہوں میں نفرت اور حقارت کے آثار نمایاں ہوں گے۔ ہماری محبت و الفت بھی بھلائی یا برائی کرنے کا کیا عجیب اوزار ہے۔ لیکن خدا سخت دل انسان کو بھی بدل کر اُس سے اپنا کام لیتا ہے۔ اور اپنے خادموں کو اُن رکاوٹوں پر جو اُن کے فرائض میں حائل ہوتی ہوں غالب آنے کی توفیق دے کر اپنے نام کو جلال دیتا ہے۔

پورشیا کی درخواست پر مارکسؔ اور دیوؔیہ نے مان لیا کہ ۰ ز دعوت تک ہوریشیس کے ہاں رہیں تاکہ اس عرصے میں اُن کا اپنا مکان بھی تیار ہو جائے۔ دیوؔیہ نے ؛ میں بہتری جانی کہ اُس وقت تک اپنے گھر میں نہ جائے اور اپنے نئے خیالات کا اظہار نہ کرے۔ وہ سوچتی کہ میں محبت اور نرمی سے اپنے خاوند کے غصے کو روک لوں گی، اور شاید

اُسے منا بھی لوں۔ اُس کا دل چاہتا تھا کہ اُس خبر کو اور ملتوی کرے اور خوشی کے کچھ اور دن باپ کے ہاں رہتے ہوئے گزار لے۔

اس ملاقات کی خوشی سے مارکس اُن واقعات کو بھول گیا جو اُس کی واپسی کا سبب ہوئے تھے۔ لیکن تھوڑی دیر بعد یہ سب باتیں بجلی کی طرح اُس کی یاد میں پھر گئیں اور وہ اُس تنبیہہ پر جو اُسے جزیرہ فارس میں ہوئی تھی غور و فکر کرنے لگا۔ وہ حیران و پریشان تھا، کہ بھلا اُس اجنبی کی اس عجیب کارروائی کا کیا مطلب ہوسکتا ہے۔ اور کن خطروں کی طرف میری توجہ دلائی گئی۔ لیکن اُس کا دماغ کام نہیں کرتا تھا، کیونکہ وہ سب بے بنیاد دکھائی دیتے تھے۔ اور سچ بھی ہے ظاہرا کوئی خطرہ اُس کی خوشی میں رخنہ انداز معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اُس کی پیاری بیوی صحیح و سلامت تھی اور محبت میں ویسی ہی ثابت قدم اور وفادار۔ اُس کا تمام خاندان صحیح و سلامت لہلہاتا تھا اور اُس کے دوست بھی ویسے ہی وفادار اور بکثرت تھے۔ آخر اُس نے نتیجہ نکالا کہ یا تو یہ تنبیہ غلطی سے دی گئی ہے یا ہنسی میں۔ تاہم وہ خوش تھا کہ خواہ یہ غلطی یا ہنسی ہو، مجھے یہاں آنا تو نصیب ہوا۔

یہ تو سچ ہے کبھی کبھی وہ دیویہ کے متفکر چہرے سے حیران رہ جاتا اور جب کبھی اُس سے کہتا کہ اب ہمارے دن چین سے گزریں گے، کیونکہ میری خدمات کچھ عرصہ کے لیے مطلوب نہیں تو دیویہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آیا کرتے تھے۔ یہ بھی وہ جانتا تھا کہ اُس نے میری جدائی میں کیا کیا مصیبتیں جھیلی ہیں۔ دیویہ سے تو اُس نے اُن وارداتوں کا جو اسکندریہ میں واقع ہوئی تھیں ذکر بھی نہ کیا۔ لیکن اپنے باپ سے یہ سب باتیں بیان کیں، اور وہ بھی ان سے بہت حیران و پریشان ہوا۔

مارکس کے کارتھیج پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ہی زوقس بھی چلا آیا۔ ایک دفعہ تو زوقس سے باتیں کرتے وقت مارکس کو کچھ شک گزرا، اور اس اجنبی سے کچھ کچھ مشابہت معلوم ہوئی، لیکن اُس نے اس خیال کو دل میں سے نکال دیا، تاہم یہ بھید کھل نہ سکا۔

جلسے کا دن آ پہنچا اور دویہ شریک ہونے کے لیے تیار ہوئی۔ لیکن اس کے دل میں ایک عجیب سی بے چینی پیدا ہو رہی تھی، اور وہ ترساں تھی کہ کہیں مجھے کسی بت پرست عبادت میں شریک ہونا نہ پڑے۔ اُس نے مارسلا اور اُس کے والد بزرگوار سے صلاح مشورہ کیا، اور اُن کی ہدایت سے ارادہ کر لیا تھا کہ اس عام موقعہ پر اپنے نئے عقیدے کو ظاہر نہ کرے بلکہ غیر ضروری باتوں میں اپنے خاندان کے ساتھ شریک ہو جائے۔ انھیں اُمید تھی کہ اُسے اس سے کچھ زیادہ نہیں کرنا پڑے گا۔ تاہم وہ دُعا کرتے تھے، کہ اس کی مدد اور ہدایت کے لیے اُسے کافی قوت اور دانائی حاصل ہو۔

دویہ نے بڑی پُر منت اور فروتن دُعا سے دن شروع کیا۔ اور خدا کی مدد و قوت پر بھروسہ کیے خندہ پیشانی سے اپنے خاندان کی خوشی میں شریک ہوئی۔ جب وہ الیگزا کا ہاتھ پکڑے برف سا سفید لباس زیب تن کیے کمرے میں داخل ہوئی تو مارکس نے بڑی خوشی اور فخر کی نگاہوں سے اُسے دیکھا اور باغ باغ ہو گیا۔ وہ ایک موتیوں کا جڑاؤ کمر بند پہنے تھی جو اُس کے خاوند نے شادی پر تحفہ دیا تھا، اور جسے اُس کی عدم موجودگی میں وہ کبھی پہنتی نہ تھی۔ اُس کے سیاہ چمکیلے بال ایک موتیوں کے جڑاؤ سُنہرے فیتے سے بندھے تھے اور اُس کے گلے میں موتیوں کی ایک مالا تھی۔ خود تو وہ زیور پہننا پسند نہیں کرتی تھی، لیکن اُس کے خاوند کی خوشی اسی میں تھی اور ان غیر ضروری باتوں میں اُس نے اپنے خاوند

کی فرمانبرداری کو مقدم و مناسب جانا۔

پورشیا بھی حسبِ موقعہ و حیثیت لباسِ فاخرہ پہنے تھی اور چھوٹی ایلوا بھی ہو بہو چودھویں کا چاند نظر آتی تھی۔ ہوریشس اور مارکس کا لباس بھی کسی سے کم نہ تھا۔ چار گھوڑے کی گاڑی اُن کے دروازے پر آ ٹھہری تا کہ انہیں فیلکس کے مکان پر لے جائے اور نوکر چاکر دست بستہ گاڑی کے چاروں طرف کھڑے تھے۔

اس مشہور مجسٹریٹ کا مکان شہر کے عالی شان مکانوں میں سے تھا اور اس مبارک تقریب پر اُس کی آراستگی و پیراستگی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا تھا۔ بڑے بڑے مشہور گانے والوں اور اداکاروں کو بلایا گیا تھا۔ بازیگر اپنا کرتب دکھاتے تھے اور رنگا رنگ کے کھانوں کو دیکھ کر ہی جان میں جان آ جاتی تھی۔

دیوبیہ نے خوش وخرم نظر آنے کی بہت کوشش کی لیکن بے سود اس کا دل غمگین تھا، اور اُس پر ایک دہشت سی چھائی تھی۔ تاہم اُس نے ضبط تو بہت کیا، یہاں تک کہ سوائے اُس کی ماں کے کسی نے اُس کی افسردگی کو معلوم نہ کیا۔ لیکن پورشیا نے بھی اُس کی تنہائی پسند عادات اور تماشوں سے متنفر ہونے کو اس کا سبب ٹھہرایا۔

نویں گھڑی کے قریب جس وقت رومی دن کا کھانا کھاتے ہیں بگل کی آواز سے تمام مہمان بلائے گئے اور فیلکس اپنی بہو کا ہاتھ پکڑے اُسے اُوپر کے کمرے میں لایا۔ تمام مہمان اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیے اُس نے اُسے اپنے ساتھ ایک اونچی کرسی پر جو ہاتھی دانت اور چاندی سے بنی تھی اور جس پر کمخواب کے بنے تکیے لگے تھے جگہ دی۔ ہر ایک میز پر لذیذ کھانے چنے تھے اور غلام دست بستہ پاس کھڑے تھے کہ ساغر سے بھر بھر کر دیں۔

نیز ہر ایک میز پر خاندان کے بزرگوں کے بُت دھرے تھے اور ہر ایک دستر خوان کا صدر مجلس کھانا کھا چکنے سے پیشتر اُن کی پرستش کر لیتا تھا۔

جب دیویہ کو ایسی بُت پرست رسومات دیکھنی پڑیں تو غم واندوہ سے اُس کا دل ٹوٹ ہی تو گیا۔ اُس کا دل اندر سے کہہ رہا تھا کہ تُو اپنی موجودگی اور خاموشی سے ان رسومات کی گویا اجازت دے رہی ہے۔ لیکن چونکہ اُسے کوئی عملی حصہ لینا نہ پڑا وہ اپنے پہلے ارادے پر قائم رہی کہ چپکے سے یہ سب باتیں دیکھے اور کسی مناسب موقعہ پر اپنے خیالات کا اظہار کرے۔ بڑی خوشی سے وہ اس موقعہ کو ملتوی کرنا چاہتی تھی اور اس وقت جبکہ سب عیش وعشرت کے خیالوں میں محو تھے، وہ دل ہی دل میں گڑگڑا کر خدا سے دُعا مانگ رہی تھی کہ "تیری مرضی ہو تو آج کے دن مجھے تیرے اکلوتے بیٹے اپنے خداوند اور نجات دہندے کا اعلانیہ اقرار نہ کرنا پڑے۔" اپنی قوت پر تو اُسے اعتماد نہ تھا اور اس مدد پر بھی اُس کا کُلی توکل نہ تھا جس کا وعدہ اُن سے کیا گیا ہے جو خداوند پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

جُوں تُوں دعوت تو ختم ہوئی اور مہمان اِدھر اُدھر باغ کی روشوں میں بکھر گئے۔

لیکن بیچاری دیویہ مضطرب وحیران، ایلوا کو اپنی ماں کے سپرد کر کے چپ چاپ ایک کمرے میں چلی گئی، اور اپنا کھابی لبادہ اُتار کر پلنگ پر لیٹ گئی اور دونوں ہاتھوں میں اپنے چہرے کو چھپا کر رو رو کر اپنا دل خُدا کے حضور انڈیلنے لگی۔

"آہ، کاش اِس تمام شان وشوکت کی بجائے ایک معمولی جھونپڑی میرے رہنے کی جگہ ہوتی اور میں سلامتی میں اپنے خُدا کی خدمت کر سکتی اور اپنے شفیع کا نام بآوازِ بلند پکارتی۔ اگر میرا مارکس مسیحی ہوتا اور دین کے مقدس رشتوں میں بھی مجھ سے ایسا ہی پیوست

ہوتا جیسے وُہ محبت کے رشتوں سے ہے تو کو مجھے اُس کے ساتھ اسیری میں کیوں نہ رہنا پڑتا، میں خوش وخرم ہوتی۔" اَے میرے خدا اپنی بندی پر نظر کر۔" اور پھر اپنے پلنگ سے اُٹھ کر اس نے گھٹنے ٹیکے اور دست بستہ اُوپر کو نظر کی اور کھلی کھڑکی سے آسمان کی طرف دیکھ کر رو رو کر کہنے لگی۔" اَے میرے خدا مجھ پر اب نظر کر۔ میری کمزوریوں کو معاف کر۔ کمزوری میں مجھے قوت دے اور مجھے یہ توفیق دے کہ خوشی ہو یا غم زندگی یا موت میں تیرے نام کی تمجید کروں، تیری مرضی پوری ہو۔"

اس کے کانوں میں کسی کے پاؤں کی آہٹ اور ہنسی کی آواز آئی اور وُہ جھٹ پٹ اپنے آنسوؤں کو پونچھ کر پلنگ پر جا لیٹی۔ یہ لوگ اپنی ہنسی اور کھیل میں غرق وہاں سے گزر گئے اور اس خاتون کا کچھ بھی خیال نہ کیا جس کی خاطر یہ سب سامانِ عیش مہیا کیا گیا تھا، اور جسے کچھ خوشی نہ تھی۔ اگرچہ دیویہ کو اس عیش وعشرت کے نظارے سے کچھ تسلی نہ ہوئی تاہم اُسے اُس ایمان کی دُعا اور فروتن بھروسے اور مسیحی اُمید سے جو اُس وقت اُس کے دل میں جاگزیں تھی ضرور تسلی تھی۔ سلامتی اور اعتماد کا یقین پا کر وُہ اپنے گھٹنوں پر سے اُٹھی اور مصمم ارادہ کر لیا کہ کوئی آزمائش یا مُصیبت مُجھے ترغیب نہ دے گی کہ اپنے نجات دہندہ کا انکار یا کسی طرح سے اُس کے نام کی بے عزتی کروں۔ اچھا ہُوا کہ دیویہ نے قوت کی تلاش وہاں سے کی جہاں سے یہ مل سکتی ہے کیونکہ تھوڑی دیر بعد ہی اُسے اس کی ضرورت معلوم ہوئی۔

چُپ چاپ وُہ اُس کمرے میں پڑی تھی، اور اپنے خدا اور اپنی رُوح سے میٹھی میٹھی باتیں کر رہی تھی۔ مارکس اپنے باپ کے ساتھ آخری رسم کی تیاری میں مشغول تھا اور

اُس کے خیال میں دیویہ اپنی ماں اور سہیلیوں کے ساتھ باغ کی سیر کر رہی تھی۔ سُرخ آفتاب مغربی پہاڑوں کے پیچھے چھپ گیا اور تاریکی چھا گئی۔ باغ میں جا بجا قندیلیں اور فانوس روشن کیے گئے۔ دیویہ ابھی تک اپنے کمرے میں تھی اور اُس کی آنکھیں چاند پر لگی تھیں جو ابھی نکلا تھا اور جس کی زرد کرنوں سے اُن درختوں اور سنہری پتوں کی خوبصورتی دوبالا ہو گئی تھی، جو فینیکس کے باغ کی آرائش تھے۔ وہ غور کر رہی تھی کہ صاف آسمانی روشنی اور اس مصنوعی روشنی میں کتنا فرق ہے اور اُس نے خیال کیا کہ یہ آسمانی روشنی کیونکر اُس سلامتی کا نشان ہے جو مسیحی کی روح کو جب وہ انسانی ہستی کی آزمائشوں، مصیبتوں اور گھبراہٹوں سے اُوپر پرواز کر جائے خوش و منور کرتی ہے۔

دفعتہً دیویہ، دیویہ کی پکار اُس کے کانوں میں آئی۔ یہ آواز اُس کے پیارے خاوند مارکس کی تھی۔ اور وہ اسی خیال سے کہ شاید وہ مجھے گھر لے جانے کو آیا ہے، پلنگ سے فوراً اُٹھ کر دروازے تک اُسے ملنے کو آئی۔

مارکس کے چہرے سے خوشی اور فتح مندی کے نشان نمایاں تھے اور وہ بڑے ناز و لاڈ سے کہنے ہونے لگا کہ سب تمہارے منتظر کھڑے ہیں اور تم یہاں آ چھپی ہو۔ اور پھر اُسے جلدی سے ایک مجمع کی طرف لے گیا جو ایک سنگِ مرمر کے مندر کے گرد جو دیوی منروا کی عبادت کے لیے مقرر ہو چکا تھا کھڑا تھا۔ دیویہ کمرے سے ایسی جلدی نکل آئی تھی کہ اُس کے اُوپر کی عبا وہیں رہ گئی، اور جب وہ اپنی سفید پوشاک پہنے مہمانوں کے سامنے سے نیم دائرے کی صورت میں حلقہ باندھے کھڑے تھے گزری، تو ہر ایک کی نظر اُس کے چہرے پر پڑتی تھی۔ اُس نے مارکس سے کوئی سوال نہ پوچھا لیکن اُس کا دل اندر

ہی اندر دھڑک رہا تھا۔ اُس کا رنگ اُڑ گیا اور وہ سمجھ گئی کہ اِس مصیبت کا مجھے ڈر لگا تھا، وہ سر پر آ پہنچی ہے اور جب اُس نے اپنے آپ کو مندر کے اوپر کی سیڑھی پر کھڑے پایا اور چکاچوند ہو کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگی تو آہ! اُس کا خیال پورا ہو گیا تھا۔

مندر کے اندر منروا کا عالی شان بُت نصب تھا، اور وہ جنگ کی دیوی کے تمام نشانات سے مزین تھا۔ اُس کے آگے مذبح پر قربانی کا بکرا اور تھوڑی سی شراب، بخور اور مقدس روٹی رکھی تھی۔ اور ایک کاہن پاس کھڑا تھا کہ دیویہ کے ہاتھ سے قربانی لے کر اُس کے اور اُس کے خاوند کے نام سے دیوی کی نذر چڑھائے۔ لوگوں کو خیال گزرا کہ بُت کے سر نے جو منروا کی سپر پر چمک رہا تھا، اپنا اثر کیا اور جیسا اُس کی خاصیت تھی، دیویہ کو پتھر بنا دیا، کیونکہ حیران و پریشان دیویہ بُت کی طرح چپ چاپ بے حس و حرکت کھڑی کی کھڑی رہ گئی۔ پھر اُس نے گھبرا کر جو چاروں طرف نگاہ کی تو بڑے غم و رنج سے کیا دیکھتی ہے کہ الیوا پھولوں کے ہار ہاتھوں میں لیے ایک برف سے سفید بیل کو جس کے سینگ رنگے تھے، ہانکے لیے آتی ہے۔ بیل کے گلے میں بھی پھولوں کے ہار پڑے تھے۔

یہ معصوم لڑکی بڑی خوشی سے اپنی ماں کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ اور اُسے ایسی اُداس اور حیران پا کر پریشان ہو گئی۔ دیویہ نے فوراً آگے بڑھ کر الیوا کو گود میں اُٹھایا اور منروا کے رنگین مذبح کے آگے ہی فرش پر گر پڑی۔ یہ سارا نظارہ آن کی آن میں ختم ہو گیا اور حاضرین میں سے کسی کے دل میں خیال تک نہ گزرا کہ وہ خاتون جس کی خاطر یہ سب کچھ ہُوا، ایسے اضطراب و بے چینی کی حالت میں ہے۔ اُن کے خیال میں دیویہ کا منروا کے سامنے زمین پر گر پڑنا اور اپنی لڑکی کو گود میں اُٹھا لینا تعظیم و ادب کا اظہار تھا۔ اور

اسی خیال سے دو لڑکیوں نے جو سفید پوشاک پہنے اور پھولوں اور زرق برق فیتوں سے سجی تھیں پاس آ کر اُس کے کندھوں پر ایک مقدس لباس اوڑھا دیا اور اُس کے سر پر ایک زیتونی پتوں کا تاج جو منروا کی نذر ہو چکا تھا رکھا۔ اُس وقت باجے بجنے شروع ہوئے اور لوگوں نے خوشی کا نعرہ مارا۔ دیویہ کی بہادر روح جسم کی کمزوری کے سبب کشمکش کر رہی تھی، اور آخرکار اُس نے فتح پائی۔ وہ زمین سے اُٹھی اور ایلیوا کو پکڑ کر سیدھی کھڑی ہوئی۔ پھر اُس نے کہانت کا لباس اُتار پھینکا اور وہ زیتونی تاج پاؤں کے روند ڈالا۔

اور بڑی مستقل اور شیریں آواز سے چلا اُٹھی "میری سنو۔ میں اپنے خدا اور اپنے عزیزوں کے سامنے اقرار کرتی ہوں کہ ان سب باتوں سے میری روح کو سخت نفرت ہے۔ میں ایک پتھر کے بت کو سجدہ نہیں کر سکتی میں ایک جھوٹے خیالی دیوتا کے سامنے وہ قربانی چڑھا نہیں سکتی جو قادرِ مطلق خدا کا حق ہے۔ میں ان رحمتوں کے لیے جو خداوند یہوواہ نے اپنے بیٹے خداوند یسوع مسیح اور میرے نجات دہندہ کے وسیلے عنایت کیں، ایک بت کا شکریہ ادا نہیں کر سکتی۔"

یہاں وہ ذرا ٹھہر گئی اور وہ خاموشی جو تمام حاضرین پر طاری ہو گئی تھی، ایک نعرۂ دردانگیز سے جاتی رہی۔ جب دیویہ بولنے کی جرأت کر رہی تھی تو اُس نے اپنے خاوند کی طرف ایک نگاہ بھی نہیں ڈالی تھی، اُس سے نہ ہو سکا کہ اُس کی طرف دیکھ کر وہ الفاظ منہ سے نکالے جن کے سبب وہ اُس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو جائے۔ لیکن اب اُس نے پھر کر اُس پر نگاہ ڈالی اور اپنے خداوند کے اُس فرمان کو اُس کی پیشانی پر پڑھا میں سلامتی دینے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے کو مارکس کے ہونٹ سکڑ گئے اور وہ اپنے دل شکن خیالات کو

الفاظ میں ادا کر سکے۔ اُس کی آنکھیں بُت کی طرف اپنی دیوی پر لگی تھیں، اور وہ ہاتھوں کو سینے پر رکھے ایک ستون کے سہارے کھڑا تھا۔

دیوپا اُس کے پاس گئی، لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ اُس نے اُس کی طرف توجہ بھی نہ کی۔ اُسے کئی بار مدھم سے اُسے پکارا لیکن اُس نے اُسے جواب نہ دیا۔ آخر کار اُس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا، اور گھٹنوں کے بل کھڑی ہو کر ایسی رقت انگیز آواز سے جو پتھر کے دل کو بھی موم کر ڈالتی رو رو کہنے لگی۔

"آہ! میرے مارکس! میرے پیارے مالک! مجھے یوں ہی نہ چھوڑیے! میری طرف سے منہ نہ پھیریے۔ کم از کم ان مقدس سچائیوں کو تو سن لیجیے جن سے میں نے آپ کی ناراضگی کی برداشت کرنے کی جرأت کی ہے۔"

وہ کچھ اور کہنے کو تھی لیکن اُس کے ہاتھ کی لمس سے مارکس اپنے غصہ، غم اور حیرانی کی بے ہوشی سے بیدار ہو چکا تھا وہ یوں چونک اُٹھا جیسے کسی بچھو نے اُسے کاٹا ہو اور اُس نے اُس کے چہرے پر ایسی حسرت بھری نگاہوں سے نظر ڈالی جس کا اظہار الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ دیوپا کو اپنی آغوش میں لینے پر ہے، لیکن پھر سے ایک پُر تعصب نعرہ اُٹھا اور نام "مسیحی" ایسی نفرت اور حقارت کے لہجے میں لیا گیا کہ مارکس کے فیصلے کا وقت گزر چکا تھا۔ اُس نے فوراً اپنا ہاتھ اُس کے پنجے سے چھڑا لیا، اور ایک گہری غیر معمولی آواز سے بے ساختہ اُس کے منہ سے نکل گیا۔ "میں بے شک بڑا بے وقوف تھا کہ اپنے قیمتی موتی کی اتنی دیر حفاظت نہ کی۔"

یہ کہہ کر وہ مندر کی سیڑھیوں سے نیچے اُتر گیا اور آن کی آن میں باغ کے

درختوں کے پیچھے نظروں سے چھپ گیا اور اس کی دل شکستہ بیوی اور روتی لڑکی وہیں زمین پر پڑی رہیں۔ بدبخت دیوبیا! کیوں اس مصیبت اور جانکنی کے وقت میں تیری نجات یافتہ روح اس دکھی جسم کو چھوڑ کر اپنے ابدی آسمانی مکان میں پرواز نہ کر گئی کہ اپنے نجات دہندے کی حضوری میں آرام پاتی ہاں خداوند نے یہی مناسب اور بہتر سمجھا کہ وہ اور آزمائی جاتی اور پاک کی جائے اور مسیح کے نام کو جلال دینے کی اور بھی توفیق پائے۔

....

آٹھواں باب

رنج وراحت

اپنے صبر سے تم اپنی جانیں بچائے رکھو گے۔ لُوقا ۲۱:۱۹

دیوِیہ کو جو ہوش آیا تو اُس نے اپنے کو اُسی پلنگ پر پڑے پایا جس سے وُہ اُس آفتِ ناگہانی کا سامنا کرنے کو اُٹھی تھی۔ اُس کے والدین اور بھائی بہن اور سہیلیاں ہاں مارکس کے سوا اور سب اُس کے پلنگ کے چاروں طرف جمع تھے۔ اُس نے حسرت بھری نگاہوں سے اپنے چاروں طرف جو دیکھا اور مارکس کو نہ پایا، تو اُس کے سینے سے ایک درد انگیز آہ نکلی اور وُہ پھر بے حس و حرکت پڑی رہی۔ صرف اُس کے لب آہستہ آہستہ ہلتے اور اس امر کا پتہ دیتے تھے کہ وُہ اُس سے باتیں کر رہی ہے، جو پوشیدگی میں دیکھتا اور سنتا ہے۔ کمرے میں ایک عجیب خاموشی کا عالم تھا، اور ہر ایک سینے میں غم واندوہ، شرم و مایُوسی کے خیال موجزن تھے۔ بعضوں کے دِلوں میں کینہ وغضب کی آگ بھڑک رہی تھی، اور وُہ بدلہ لینے کے منصُوبے باندھ رہے تھے۔

اُن میں سے ایک فیلکس تھا جب دیگر عزیز و اقارب نیم جان دیوِیہ کو اُٹھا کر اندر لانے اور اُسے ہوش میں لانے کی فکروں میں لگے تھے تو یہ شقی القلب اپنے دوست ہوریشس کو لعن طعن کرتا رہا تھا، کہ تم نے دیوِیہ کو پادری کی بیٹی مارسلا سے کیوں ملنے جُلنے دیا

اور جو دھبّہ اب میرے خاندان پر لگا ہے وہ صرف پادری نومیڈیکس اور مارسلا کے خون ہی سے مٹ سکتا ہے۔ ہوریشس نے اُسے بہت سمجھایا لیکن بے سُود۔ اُس نے اُسے بہت اُمید دلائی کہ ویویا اب بھی اُن نئے خیالوں کو چھوڑ دے گی، لیکن فیبئس کسی کی کب سنتا تھا۔ اُس کے غضب کا شعلہ بھڑکتا ہی گیا، اور غضب و کینہ کے بادل اُس کی پیشانی پر چھا گئے۔ اور گو اُس نے دل شکستہ ویویا پر طعن کی نظر نہ کی تاہم اُس کے دل میں رحم و ہمدردی کا خیال بھی نہ آیا۔

پورشیا بھی سخت افسردہ و بے چین تھی۔ لیکن وہ اپنے آپکو ہی کوستی اور طعن و تشنیع کرتی تھی کہ "ہائے میں کیوں اپنی بیٹی کی نگران حال نہ ہوئی۔" اُس کی نمک حلال وفادار اناّ لکریشیا بھی وہیں تھی۔ اور اُس کا غم بھی پورشیا سے کچھ کم نہ تھا۔ پہلے تو وہ خوش تھی کہ میری تدبیر کارگر ٹھہری۔ لیکن اب اُسے افسوس پیدا ہُوا کہ حیف میں نے اس امر کا چارہ پہلے کیوں نہ کیا۔

اس کمرے میں بعض ایسے بھی تھے جو گو اس وقت بڑے مُضطرب و پریشان تھے، تاہم اُن کے دل میں اُن سے بالکل مختلف قسم کے خیالات پیدا ہو رہے تھے۔ جس وقت مارکس ویویا کو مندر میں لے گیا تھا تو اُس کا مسیحی بھائی ہُولیس اُس کے پیچھے پیچھے ہی گیا تھا۔ وہ جانتا تھا، کہ بیچاری ویویا کے ایمان کا کیسی بڑی آزمائش سے سامنا ہونے والا ہے اور وہ یُوں ہی موقعہ ڈھونڈتا رہا کہ کسی مناسب نشان یا کلمہ سے اُس کا حوصلہ بڑھائے اور اُسے ہمت دلائے۔ پھر مندر کے زینہ کے پاس از خود چُپ چاپ کھڑا ہُوا یہ سب ماجرا دیکھتا رہا۔ ایک دفعہ تو وہ زینے پر چڑھنے ہی کو تھا کہ اپنی بہادر بہن کے ہمراہ اپنے دینی عقائد اور مسیح

کی پیروی کا اقرار کرے لیکن اُس وقت دیوتیہ کی خاطر اُس نے اپنے جذبہٴ دل کو دبا لیا۔ اُسے معلوم تھا کہ بے چاری پر ابھی اور کیا کیا مصیبتیں آنے کو ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ میرے خیالات بھی وُہی ہیں اور مَیں اُس سے پُوری ہمدردی رکھتا ہُوں مَیں اُس کی بہتر خدمت کر سکوں گا اور ممکن ہو تو اُسے اور مصیبت اور تکلیف سے بچا بھی لُوں گا۔ مندر کے زینے پر اُس کے ساتھ ہی فیلیکس کے مسیحی غلام روڈ کیلیس کھڑا تھا۔ فیلیکس کو خیال نہ تھا کہ میرے سب سے ممتاز اور وفادار غلام اُس فرقے سے ہیں جس میں وُہ ایک دفعہ خود شامل ہُوا اور پھر ترک کر دیا۔ یہ ایماندار ہُولیس کی نسبت کچھ کم متفکر نہ تھے اور جب اُس بہادر لڑکی نے ایسی شجاعت سے کھڑے ہو کر اپنے ایمان کا اعلانیہ اقرار کیا تو اُس وقت اُن کی آنکھوں سے ہمدردی کے آنسو رواں تھے یہ اُس کی تعریف اور خُدا کی شکر گزاری کے آنسو بھی تھے جس نے اپنی بندی کو ایسی بڑی توفیق دی کہ اپنے مُنجی کے نام کی تمجید کرے ہُولیس کے ہمراہ اُن کی دلی دُعائیں اور خُدا کی حمد وثنا اُوپر آسمان کو گئی اور اُس جوان لڑکی کے شریف نمونہ سے جو اَب تک بزدل و کمزور نظر آتی تھی لیکن جس نے اب ایک غیر معمولی شجاعت کا اظہار کیا، اُن کا ایمان مضبُوط اور اُن کے ارادے مصمم ہو گئے۔ روڈ کیلیس نے ہُولیس کی اپنی بہن کو اُٹھا کر گھر لے جانے میں مدد کی۔ اور اُس کی بیوی فلیلیس الکریشیہ کے ساتھ کوشش کرتی رہی، کہ دیوتیہ کو ہوش میں لائے۔ یہاں تک کہ ان غریب ایمان داروں کی ہمدردی اور کوشش اور اپنے پیارے بھائی کے اظہار محبت سے اس وقت دیوتیہ کا اپنے خاوند کی جُدائی کا غم غلط ہو گیا۔

کچھ دیر تک تو کسی نے دیوتیہ سے کلام نہ کیا اور نہ کسی کو خیال ہی آیا کہ اُسے

فیلکس کے مکان سے اُٹھا لے چلے۔ اب رونق کی بجائے فیلکس کے مکان میں وحشت برس رہی تھی اور سب مہمان چپکے چپکے اپنے اپنے گھروں کو چل دیے۔

آخر کار دیویہ اُٹھ کھڑی ہوئی، اُس کے خوبصورت چہرے پر کمزوری کا نشان تک باقی نہ تھا، اور اُس کے چہرے سے مصمم ارادہ عیاں تھا۔ وہ ایک ایسے بُت کی طرح نظر آتی تھی جس سے وہ مکان مزین و آراستہ تھا اور اُسے بات کرتے یا ملتے جلتے دیکھ کر ڈر سا معلوم ہوتا تھا کیونکہ اُس کی آواز کرخت ہو گئی تھی اُس نے اپنی اوڑھنی اوڑھ کر ایلیا کا ہاتھ پکڑ لیا اور دروازے کی طرف پھر کر کہنے لگی۔

''میں جاتی ہوں۔ میں اب جاتی ہوں کہ بیٹی سمیت اپنے گھر سے جلا وطن اور اُن کے دلوں سے جو ہم سے محبت رکھتے ہیں دُور ہو جاؤں۔ اب ہم اُن کے ہاں جا پناہ لیتے ہیں، جو ہم سے صرف اس لیے نفرت نہ کریں گے کہ ہم مسیح کا نام لیتے ہیں۔''

لکریشیہ ششدر و حیران ہو کر چلا اُٹھی۔ ہائے میری ایلیا ابھی اور جلدی سے آگے بڑھ کر اُسے یوں اپنی گود میں اُٹھا لینا چاہا کہ گویا کوئی بڑا خطرہ اُس کے درپیش ہے لیکن ایلیا نے دونوں ہاتھوں سے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑی منت و سماجت سے کہنے لگی ''اماں جان کیا آپ مجھے ساتھ نہ لے جائیں گی؟ میں بھی مسیحی ہوں، اور آپ کو کبھی نہ چھوڑوں گی۔''

فیلکس دروازے کے پاس آ کر جہاں سب کھڑے تھے چلا اُٹھا، کیا میرے لڑکے کی بیٹی کو بھی یہی تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے آباواجداد کے مذہب سے انکار کرے۔ خدا کی قسم میں اس کا بدلہ لیے بغیر نہ رہوں گا۔ ایلیا اپنے دادا کی کرخت آواز سن کر ڈر گئی

اور اپنی اماں کے آنچل میں منہ چھپا لیا۔ لیکن ویویہ نے اُسے اپنی معمولی نرم مزاجی اور سنجیدگی سے جواب دیا۔

''ایلوا یقیناً مسیحی ہے مجبوراً نہیں بلکہ اس لیے کہ اُس نے منجی کے نام سے محبت رکھنا سیکھا اور خدا نے اُسے توفیق دی ہے کہ بتوں سے پھر کر سچے خدا کی طرف رجوع کرے۔ میری پیاری ایلوا ذرا بھی خوف نہ کر اپنے دادا جان کو صاف صاف بتا دو، کہ کیا تم پھر بتوں کو سجدہ کروگی۔ یا تم خدا کے بیٹے یسوع مسیح پر جس نے صلیب پر ہمارے لیے جان دی بھروسہ رکھوگی تاکہ ہمیں ہمیشہ کی سزا سے بچائے اور ابدی خوشی میں شامل کرے۔

اس بہادر لڑکی نے جب اُوپر کو نظر اُٹھا کر دھیمی لیکن صاف آواز میں جواب دیا کہ ''میں مسیحی ہوں اور میں نے وعدہ کیا ہے، کہ بتوں کی پرستش چھوڑ کر خداوند یسوع مسیح کی خدمت کرونگی اور اُس سے محبت رکھوں گی'' تو معلوم ہوتا تھا کہ اُس کی پیاری پیاری نیلی آنکھوں میں اُس کی ماں کی رُوح اُتر آئی ہے۔

جب اُس خاندان نے ایلوا کے ایمان کا صاف صاف اظہار سنا تو اُن پر گویا ایک اور بجلی ٹوٹ پڑی۔ فیلکس کے غصے کی کوئی حد نہ تھی۔ اور اب ہورٹینس بھی اُس سے متفق ازائے ہوکر اُن لوگوں کو سخت لعن طعن کرنے لگا جو اُن دو معصوموں کی مُصیبت اور تباہی کا باعث بنے تھے۔ لیکن پورشیا پر اپنی بیٹی کی ایسی شجاعت اور اُس کے بہادرانہ طریق کا بہت بڑا اثر ہُوا۔ وہ حیران تھی کہ اُس کی بیٹی کی پیشانی پر مردانگی نمایاں تھی اور وہ ایک بہادر کی طرح مضبوط اور بالکل اطمینان کھڑی تھی۔ جب ہورٹینس نے دیکھا کہ اُس کی ماں منہ پھیر کر آنسوؤں کو پونچھ رہی ہے تو اُس نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اُس

کی منت کی، کہ جب تک دیویہ کے لیے مارکس کا دروازہ بند رہے، وہ اُسے اپنی چھت تلے پناہ دے۔ اس خیال ہی نے کہ میری بیٹی اب جلاوطن اور دوسروں کی پناہ کی محتاج ہے پورشیا کو دیوانہ بنا دیا۔ اُس نے پولیس کی درخواست فوراً منظور کی، اور ہورٹینس اور فیبش سے کہہ سن کر اجازت لی کہ بیٹی کو گھر لے جائے۔

ماں کی حلم مزاجی اور محبت و اُلفت دیویہ کی مضبوطی پر غالب آ گئی اسے تو سوائے پولیس کے اور سبھوں سے صرف لعن طعن ہی کی توقع تھی، اور اُس کی برداشت کے لیے اس نے اپنے دل کو مضبوط بھی کر لیا تھا، سو وہ ماں کے ساتھ چلنے کو رضامند ہو گئی۔

گھر پہنچ کر اُس نے آرزو ظاہر کی کہ کوئی اُس کے آرام میں مخل نہ ہو چونکہ وہ نہایت ہی ماندہ ہو رہی تھی تو بھی بستر پر لیٹنے سے پیشتر ایلیوا کی شجاعت پر خوشی کا اظہار کیا اور خدا کی حمد و ستائش کی کہ جس نے ایسے عجیب طور پر اُن کی مدد کی۔ اُس نے روح القدس کی مدد کے لیے بھی دُعا کی، تا کہ تمام آزمائشوں اور امتحانوں میں مضبوط و ثابت قدم رہے۔ ایلیوا کے پوچھنے پر "کہ ابا جان آج گھر کیوں نہیں آئے اور آپ کا کس لیے ارادہ ہے کہ اپنی جائے سکونت کو بدل ڈالیں۔" دیویہ کا دل چھد گیا اور اپنے کو بمشکل ضبط کر کے اُس نے ایلیوا کو بتایا کہ تمہارا باپ ہمارے خداوند یسوع مسیح سے محبت رکھنے کے باعث ناراض ہے۔ اور شاید ہمیں پھر اُس کا مُنہ دیکھنا نصیب نہ ہو اور یہ بھی سمجھایا کہ اپنے آسمانی باپ پر خوب توکل رکھو اور اُس سے دُعا کرو کہ تمہارے باپ کو بھی مسیح کی پہچان ملے تا کہ ہم ہمیشہ کے لیے خوش رہیں۔

ایلیوا نے جواب دیا میں دن رات اُن کے لیے دُعا کروں گی، اور اماں جان

جیسے آپ مجھ سے یسوع مسیح کی بابت ذکر کرتی ہیں اُن سے بھی کریں تو مجھے یقین ہے کہ ابا جان بھی اُس سے محبت رکھیں گے اور اُس پر ایمان لائیں گے۔

یہ کہتے ہی ایلیوا کی آنکھ لگ گئی اور اُس کے پُر سکون چہرے پر نظر ڈالنے سے دیویہ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آہ مغرور آدمی کا متعصب دل بچپن کے زمانے سے کیسا مختلف ہے، اور اُسے یاد آیا کہ خداوند نے یہ فرمایا تھا کہ "اگر تم بچوں کی مانند نہ ہو، تو آسمان کی بادشاہت میں ہرگز داخل نہ ہوگے۔" اور اُس رات کو اُس نے اپنے خاوند کے لیے بڑی سرگرمی سے دُعا کی۔

رات بھر اُس کی آنکھوں میں نیند نام کو نہ آئی، اور اُن آزمائشوں کے مقابلے کے لیے جن کی اُسے اُمید تھی وہ جسمانی طور پر تیار نہ تھی۔ لیکن وہ خداوند اور اُس کی قدرت کی قوت میں زور آور تھی اُسے مار سلا اور اُس کے قابل بزرگ باپ پادری سوڈیکس سے ملنے کی بہت آرزو ہوئی لیکن اُسے خوف کی وجہ سے اجازت مانگنے کی جُرأت نہ ہوئی کہ کہیں میرے والدین کے غصے کا شعلہ اور بھی بلند نہ ہو پھر اُس کی ماں نے اُسے وہ شرائط سنائیں جن کی زد سے وہ اُس گھر میں رہ سکتی تھی، یعنی یہ کہ گھر سے اکیلی باہر نہ جائے۔ اُن کی اجازت کے بغیر کسی سے ملاقات نہ کرے شہر کے سب سے فاضل پنڈت سے مسیحیت کے خلاف تعلیم پائے پھر مقررّ کردہ عرصہ میں اگر وہ اپنی غلطی کا اعتراف کرے اور اپنے آباواجداد کے مذہب میں پھر آئے تو اُس کی تمام غلطیوں سے چشم پوشی کی جائے گی، ورنہ اُس کی سب سے خفیف سزا یہ ہوگی کہ اپنے والدین سے علیحدہ اور خانماں سے جلاوطن ہو۔

دیویہ نے بڑے صبر سے اُن باتوں کو سُنا اور ارادہ کر لیا، کہ ''تمام تکلیفوں اور مصیبتوں کو بڑے صبر سے اُٹھاؤں گی اور کسی طرح کی گناہ آلودہ رضامندی سے اپنی بڑائی کو کم نہ کرواؤں گی اور نہ ہی کسی غیر ضروری نکمی سی بات یا بے وقوفی سے اُسے بڑھاؤں گی۔'' اُسے اُمید تھی کہ ''اگر کچھ مُہلت ملی تو پُولیس کے ذریعے اپنے خاوند کے غُصے کو ختم کر لوں گی، اور کچھ نہیں تو اتنا تو ہو کہ وہ میری بات کو سُن لے۔'' اسی خیال میں اُس نے اپنی اس قید کو برداشت کیا اور اپنا زیادہ وقت دُعا ومُناجات اور کلامِ مُقدّس کی آیتوں کے دُہرانے میں جو اُسے زبانی یاد تھیں گزارتی تھی اور وہ وقت بھی جو اُسے پُولیس کے ہمراہ کاٹنے کا اتفاق ہوتا بخُوبی گزر جاتا ہر روز ایک پُجاری بھی اُسے ملنے کو آیا کرتا تھا، کہ دلائل و بُرہان سے ثابت کرے کہ مصلُوب یسوعؔ مسیح خُدا نہ تھا، بلکہ محض ایک انسان، اس امر پر اکثر بحث ہُوا کرتی تھی۔ وہ بُت پرست پُجاری دیویہ کے دلائل اور اُس کی دانشمندی سے بالکل حیران رہ جاتا تھا۔ پورشیاؔ بھی بحث کے وقت اکثر موجُود رہتی تھی۔ دیویہ خوش تھی، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ رُوح کی تلوار جو خُدا کا کلام ہے کیسی تیز ہے گو تجربہ کار جوان شخص ہی اُسے ہاتھ میں کیوں نہ لے اُسے یقین تھا کہ پورشیا کا بحث کے وقت حاضر رہنا اور اس صداقت کا سُننا بے سُود نہ ٹھہرے گا۔ پورشیاؔ بحث میں کبھی حصہ نہ لیتی تھی لیکن سُنتی بڑی توجہ سے تھی۔ رفتہ رفتہ اُس کا رویّہ بہت کچھ بدل گیا اور وہ نفرت جو اُسے مسیحیوں سے تھی، دن بدن کم ہوتی گئی۔

دو ہفتے یُوں ہی گزر گئے۔ دیویہ کو ایک ایک دن پہاڑ معلوم ہوتا تھا، کیونکہ نہ تو اُس نے اپنے خاوند کو دیکھا، اور نہ کچھ اُس کی خبر ہی سُنی۔ مارکسؔ کو ایلیا کے چشمہ کی خبر

ہوگئی اور اُس نے اُسے ڈیونیسیہ سے جُدا کر کے اپنے پاس رکھنے کا خیال چھوڑ دیا۔ اپنی بیٹی کے بھی یوں جُدا ہو جانے سے وہ پریشان تو ہوا۔ لیکن پھر بھی اُسے ایک تسلی تھی کہ ڈیونیسیہ اپنی مصیبتوں میں تنہا نہیں کیونکہ اُس کی لختِ جگر ہمیشہ اُس کی آنکھوں کے سامنے رہے گی۔ وہ بڑے فکر سے ہر روز پورشیا اور ہورنیشس سے پوچھتا تھا کہ کیا ڈیونیسیہ کی واپسی کی کچھ امید ہے لیکن اُمید افزا جواب اُسے کبھی نہ ملا۔ وہ اپنے ایمان میں اُن کی طرح مضبوط و قائم تھی اور بزور کہتی تھی کہ میں اس پر مرنے تک قائم رہوں گی۔ آخر خولیس نے بھی مارکس کو سمجھایا۔ بھائی تم خود چل کر ڈیونیسیہ کو سمجھاؤ، کیونکہ اُسے اُمید تھی کہ ڈیونیسیہ کی حالت زار دیکھ کر مارکس کا غصہ ٹل جائے گا۔ لیکن مارکس نے قطعی انکار کیا۔ وہ اپنی کمزوری سے واقف تھا اور ڈرتا تھا کہ اس پیارے چہرے پر نظر ڈالتے ہی اُس کے سب منصوبے جاتے رہیں گے۔

اتنے میں ڈیونیسیہ کا بڑا بھائی اکنیوتس رخصت لے کر گھر آیا۔ پہلے تو ڈیونیسیہ اپنے بھائی کی دیر سے راہ دیکھ رہی تھی، لیکن پھر کچھ دہشت زدہ سی ہوگئی کہ "اُس کے آنے سے میری مصیبتیں اور بھی بڑھ جائیں اور بیچارے خولیس کے سر پر کوئی اور مصیبت ٹوٹ نہ پڑے۔" اکنیوتس کو شروع ہی سے مسیحیوں سے نفرت تھی، اور ڈیونیسیہ کو گمان تھا کہ اس بے دین شہر میں رہنے سے اُس کے خیال اور بھی بگڑ گئے ہوں گے۔ لیکن خداوند اپنے بندوں پر کیسا مہربان ہے۔ اکنیوتس نے پہلی ملاقات ہی میں اُسے مسیح میں پیاری بہن کے نام سے پکارا اور اُس کے مسیحی ہونے اور اُس کی بہادری اور شجاعت پر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

اُس نے اپنے تاریکی سے نور میں پہنچنے کی کیفیت بھی اُن کو بتا دی۔ بعض شہیدوں کی شجاعت دیکھ کر وہ حیران ہوگیا اور اس ارادے کو معلوم تو کرے کہ یہ لوگ

کیوں ایسی مصیبتیں اُٹھاتے ہیں، اُس نے اُن کی تعلیم کا مطالعہ کیا اور جان لیا کہ وہ صداقت جس کی ہر مُلک اور ہر زمانے کے فلسفیوں نے بے سُود تلاش کی ہے، صرف کلامِ اللہ ہی سے مل سکتی ہے۔ رُوم کے قابلِ عزت بشپ زیفرینس سے اُس نے تعلیم پائی اور پھر بپتسمہ پا کر مسیح کی کلیسیا میں شامل ہوا۔

اس واقعہ سے دیویہ کو کیسی خوشی اور تسلی ہوئی وہ خوش تھی کہ میرا پیارا بھائی اب نجات کا وارث ہے اور پھر اُسے کچھ کچھ اُمید پیدا ہوئی، کہ شاید اُس کے شریف نمونہ سے مارکس بھی راہِ راست پر آ جائے اُس نے اپنے دونوں بھائیوں کی منت کی کہ جیسے بھی ممکن ہو مارکس کو مسیحیت کی تعلیم دلائیں لیکن اُنہیں کوئی عمدہ موقعہ نہ ملا۔

پہلے تو مارسلا کے مسیحی ہونے پر اکنیولیس بہت پریشان و دل شکستہ سا ہو گیا تھا اور اب یہی واقعہ اُس کی دلی خوشی اور شکر گزاری کا باعث ٹھہرا۔ چونکہ کسی کو اس بات کا شک نہ تھا، وہ پادری نموڈیکس کے گھر اکثر جایا کرتا تھا۔ وہاں اُس نے اپنے ایمان کے اظہار اور اپنی بہن کی ثابت قدمی اور مضبوطی کے بیان سے پادری صاحب اور اُس کی بیٹی کے دل کو راحت دی۔ جبکہ مارسلا اکنیولیس سے پھر ملنے کی سب اُمیدیں کھو بیٹھی تھی، لیکن اب اس علم سے کہ اکنیولیس دینِ حق میں شامل ہو گیا ہے، اُسے پھر اُمید ہو گئی کہ وہ اپنی پہلی محبت میں قائم رہے گا۔

اکنیولیس جانتا تھا کہ اس وقت مارسلا سے شادی کرنے کی اجازت مانگنا بے فائدہ ہو گا، اور فی الحال یہ قرینِ مصلحت بھی نہ تھا۔ تاہم اُس کی بڑی تمنا تھی کہ کسی نہ کسی طرح پادری نموڈیکس اور اس کی بیٹی کی حفاظت کرے۔ بہت غور و فکر کے بعد متقنی کی رسم

پوشیدہ طور پر ادا کی گئی۔ صرف دس گواہ جن کا ہونا ضروری تھا حاضر تھے۔ دولہا نے دلہن کی اُنگلی میں ایک انگوٹھی پہنائی جس پر مسیحی اُمید کا نشان منقش تھا۔

ویویہ کو اس تقریب پر حاضر نہ ہونے کے باعث کچھ افسوس تو ہوا، لیکن یہ انتظام اُس کے عین حسب منشا تھا۔ اور بہر صورت اُس نے اُسے خوشی و شکرگزاری کی نظروں سے دیکھا۔

اب تک تو پادری نموذیکس کے امن و امان سے رہنے کا سبب فیلیکس اور ہوریشس کی دوستی تھی لیکن اب فیلیکس اُس کے خون کا پیاسا ہوگیا اور حلیم مزاج ہوریشس کے غضب کا شعلہ بھی بھڑک اُٹھا۔ کیونکہ وہ اپنی بیٹی کے مسیحی ہو جانے کا سبب پادری نموذیکس اور اُس کی بیٹی کو ٹھہراتا تھا۔ اور فیلیکس بھی اُسے اُکساتا رہتا تھا کہ تم اپنی بیٹی کے مسیحی ہو جانے سے خوش ہو اور اسی لیے پادری نموذیکس کو سزا نہیں دلواتے۔ آخرکار اُس نے کہہ سن کر اُسے آمادہ کیا کہ پروکونسل کے حضور اُس پر نالش کرے۔ ہوریشس کا خیال تھا کہ میرا قدیمی دوست صرف جلاوطن کیا جائے گا، اور فیلیکس اُسے کسی طرح کی جسمانی سزا پہنچنے نہ دے گا۔ لیکن اُسے کیا معلوم تھا کہ مجسٹریٹ کی نظر بدلی ہوئی ہے، اور اُس کے نتائج کہاں کہاں تک پہنچیں گے۔

....

نواں باب

نابالغ گواہ

"تمہیں ماں باپ اور بھائی اور رشتہ دار اور دوست بھی پکڑوائیں گے، بلکہ وہ تم میں سے بعض کو مروا ڈالیں گے اور میرے نام کے سبب سے سب لوگ تم سے عداوت رکھیں گے۔" لوقا ۲۱:۱۶-۱۷

پادری نموڈیکس کے مقدمہ کی سماعت کا دن آ پہنچا اور پروکونسل: ہوریشس اور مارکس کے سوائے فیلیکس کے منصوبوں سے کوئی اور شخص آگاہ نہ تھا۔ مارسلا کی عمر اور اس کا عورت ذات ہونا بھی اُسے اس مصیبت سے جو اُس کے باپ پر آنے والی تھی بچا نہ سکا۔ چونکہ پادری نموڈیکس نے اپنی بیٹی کو ترغیب دی تھی کہ دیویہ پر مسیحی تعلیم کا اثر ڈالنے کی کوشش کرے۔

اُن کے قدیمی دوستوں نے ٹھان لیا کہ اُن دونوں کو اکٹھی سزا دلوائیں۔ ہوریشس اور اُس کے داماد مارکس دونوں کو یہ اُمید تھی کہ ان مسیحی اُستادوں کی ظاہرا بےعزتی اور جلاوطنی سے دیویہ کے دل پر اچھا اثر ہوگا اور وہ ہمارا کہا مان لے گی۔ لیکن فیلیکس خون کا پیاسا اور اس امر کا خواہاں تھا کہ اس سختی سے اپنے بت پرست دوستوں اور خصوصاً پروکونسل کے دل سے جس سے وہ اور بھی عزت اور عہدے کی توقع رکھتا تھا،

اپنی پہلی کمزوری کے دھبے کو مٹائے۔ اُس نے اپنے بیٹے مارکس اور ہورٹینشس کو اپنے دل کا پورا بھید نہ دیا۔ لیکن سمجھا بجھا کر انہیں عدالت گاہ میں لے آیا اور ملزم اور دیگر گواہ بھی حاضر ہوئے۔

ہورٹینشس کی آگاہی کے بغیر فیبئس نے لکریشیہ سے بندوبست کر لیا تھا کہ ایگوا کو سمندر کے کنارے لے جانے کے بہانہ ساعتِ مقدمہ کے دن صبح ہی اپنے گھر لے آئے۔ اُس نے اتا سے پادری نموذیکس اور اُس کی بیٹی کے کل حالات دریافت کر لیے تھے۔ اور اب ایگوا سے عدالت میں اُس موقعہ کی گواہی دلوانا چاہتا تھا، جب پادری نموذیکس کھنڈرات میں مارسلا اور ویویہ کو ملنے آیا تھا۔ اول اول تو ایگوا کچھ شرمائی، لیکن مکان اور باغ کی سیر کے بعد وہ اُس سے بے تکلف باتیں کرنے لگی۔ اور باتوں باتوں میں اُسے بتا دیا کہ ہاں مجھے یاد ہے کہ پادری نموذیکس نے اُس دن اماں جان سے کیا کہا اور خداوند یسوع مسیح سے کیا دُعا کی۔

پھر فیبئس نے اُس کو یہ امر دل نشین کرانے کی کوشش کی، کہ پادری نموذیکس اور مارسلا تمہاری ماں کے سخت دُشمن اور اس تمام رنج والم اور مارکس سے جُدائی کا سبب ہیں۔ لیکن ایگوا کوئی نادان لڑکی نہ تھی اور اُس نے زور سے کہا کہ نہیں دادا جان آپ غلطی پر ہیں۔ پادری نموذیکس اور مارسلا میری ماں کے سب سے بہتر دوست اور خیر خواہ ہیں۔ جو کچھ اُنہوں نے کیا محبت اُلفت سے کیا ہے اور اگر ہم سب اُنہیں کی مانند ہوں تو کیسے خوش رہیں۔ یہ سُن کر فیبئس کا دل مارے غصہ کے جل ہی گیا۔ لیکن اُس نے بہت ضبط کیا اور ایک اور حکمت سے کام لیا۔ اُس نے ایگوا سے پوچھا، کیا ہمیشہ سچ بولنا تمہارا فرض نہیں

ہے، خواہ کسی وقت ایسا کرنا ناگوار ہی کیوں نہ ہو؟

الیوا نے جواب دیا۔ ہاں بے شک کیوں کہ اماں جان کہا کرتی ہیں کہ ہمارا خدا سچائی کا خدا ہے اور تمام جھوٹوں کا حصہ اُس جھیل میں ہو گا جو ہمیشہ آگ اور گندھک سے جلتی رہتی ہے۔

فیلکس ایسی باتیں سننا نہیں چاہتا تھا۔ اُس کی پیشانی پر خون چڑھ آیا، تو بھی اُس نے بڑی حلیمی سے کہا۔ الیوا بہت بہتر۔ جب میں تمہیں پروکونسل کے محل میں لے جاؤں تو تمہیں سچ سچ کہنا پڑے گا جو کچھ پادری تموڈیکس نے تمہاری اماں جان سے کہا۔ ضرور ہے کہ پروکونسل کو اُس سے آگاہی ہو اور اب تمہارا فرض ہے کہ جو کچھ وہ تم سے پوچھیں اُس کا صاف صاف جواب دو۔

الیوا دہشت زدہ سی ہو گئی، اور اُسے کسی قسم کے عذر کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اُس وقت لکریشیہ بلائی گئی اور اس پر الیوا کو کچھ تو تسلی ہوئی کہ پروکونسل کے حضور مجھے اکیلے جانا نہیں پڑے گا۔

اُسی صبح اکنیولیس اتفاق سے کسی دوست سے ملنے گیا تھا، جس کا مکان ٹاؤن ہال کے پاس ہی تھا۔ وہ باتوں میں مشغول تھے کہ ایک عجیب ہیبت ناک آواز جو اُس نے پہلے پہل شہر روم میں سُنی تھی زور سے سُنائی دینے لگی۔ اور آن واحد میں بازار میں چاروں طرف یہ صدا گونجنے لگی کہ "عیسائیوں کو مارو! عیسائیوں کا خون بہاؤ!" اکنیولیس اور اُس کا دوست کھڑکی کی طرف بھاگے اور کیا دیکھتے ہیں، کہ پادری تموڈیکس اور اُس کی بیٹی کے ہاتھ بندھے ہیں اور پروکونسل کے سپاہی اُنہیں گھسیٹے لیے جاتے ہیں۔

اکنیولیس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔ ''اے آسمانوں کے خدا مسیح کی خاطر انہیں بچا۔'' اور اس غم کی حالت میں وہ بھول گیا کہ ''مجھے اپنے ایمان کا اقرار کرنا اس وقت مناسب نہیں۔''

اس پر اس کے دوست کلاڈیس نے جس کے ذریعے جولیس سکی ہوا تھا، اسے حیرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر پوچھا۔ ''کیا تم بھی آسمانوں کے خدا سے دعا کرتے اور مسیح کا نام لیتے ہو، تو پھر مجھے اپنا ہاتھ دو اور آؤ، اپنے بھائیوں کو بچانے میں پوری پوری کوشش کریں۔''

اب اکنیولیس کی باری تھی کہ اپنی حیرانی کا اظہار کرتا۔ لیکن ایسی باتوں کے لیے وقت نہ تھا، کیونکہ بازار سے پھر یہ صدا گونج کرآنے لگی ''مسیحیوں کو آگ میں ڈالو! مسیحیوں کا خون بہاؤ!'' پھر اکنیولیس نے جو کھڑکی سے سر نکال کر باہر کو نظر کی تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کا پیارا کمزور بھائی جولیس مارسلا کے کچھ فاصلے پر غضب آلود بھیڑ کے ہمراہ پیچھے پیچھے چلا آتا ہے یہ دیکھتے ہی وہ کلاڈیس کے ہمراہ بھاگ کر نیچے اتر گیا اور ٹاؤن ہال کی راہ لی۔ چونکہ پہرے دار جانتے تھے کہ شاہی فوج میں یہ کوئی عہدہ دار ہے اُسے تخت عدالت کے پاس بیٹھنے کی اجازت ملی۔ پروکونسل سیٹرنینس نے جو کرسی عدالت پر بیٹھا تھا اُسے آتے ہی پہچان لیا اور بہ شفقت و خندہ پیشانی پیش آیا اس سے اس کا ذاتی تعارف تھا، اور اس کی سپاہیانہ شجاعت کا مداح بھی تھا۔

لیکن اُسے باتیں کرنے کا وقت نہ ملا، کیونکہ بھیڑ شور و غل کرتی اندر آ داخل ہوئی۔ اور پروکونسل سیٹرنینس اپنے کام کی طرف متوجہ ہوا۔ لوگ مشکل سے اپنی جگہوں:

چپکے چپکے بیٹھے اور ملزم حاضر ہوئے۔ آخر کار خاموشی کا عالم طاری ہوا اور ملزم نے ادھر اُدھر نگاہ کی تا کہ دیکھے کہ اُن کے مدعی کون ہیں، لیکن ابھی تک کوئی حاضر نہیں ہوا تھا۔ جب مارسلا کی آنکھ اپنے منسوب خاوند اکٹیویس پر پڑی تو وہ کانپ اُٹھی۔ جولیس نے بھی اپنے بھائی کو دیکھ لیا تھا اور ڈرتا تھا کہ کہیں اس نظارے سے اکٹیویس کی جرأت جاتی نہ رہے۔

نقیب نے باہر جا کر بآواز بلند آواز دی کہ ملزمان پادری نموڈیکس، مارسلا اور جولیس کے مدعی حاضر ہوں۔ فوراً ہوریشس اور اُس کا داماد مارکس کمرۂ عدالت میں ایک طرف سے داخل ہوئے، اور تختِ عدالت کے سامنے جو خالی جگہ تھی وہاں ملزموں کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ جولیس کو دیکھتے ہی ہوریشس کا رنگ اُڑ گیا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ اس کا بیٹا بھی ان ملزموں میں شریک ہوگا اور ہائے وہ خود اپنے بیٹے پر کس طرح الزام لگا سکتا تھا۔

پروکونسل: آپ کے پاس ان ملزموں کے خلاف کیا ثبوت ہے؟

رومی افسر: جناب عالی! ثبوت میں آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔ مجسٹریٹ فیلکس کے حکم سے میں پادری نموڈیکس اور اُس کی بیٹی کے گرفتار کرنے کو گیا اور اُس کے ایک نوکر کو رشوت دے کر چپکے سے باغ میں پہنچا، اور اِدھر اُدھر پھر کر جو گھر کا بھید لینے لگا تو ایک کونے کی طرف سے جو درختوں سے گھرا تھا عجیب عجیب آوازیں سنائی دیں۔ غور سے سننے پر مجھے ذرا بھی شک نہ رہا کہ یسوع ناصری کے شاگرد دعا کر رہے ہیں اور اُسی کے وسیلے ناصری کے وسیلے اُس سے ہر طرح کی برکت مانگتے تھے۔ پھر انہوں نے اُس کی حمد میں ایک گیت گایا۔ لیکن میں نے جلدی کی اور ان کی کفر گوئی کو روک کر مجسٹریٹ فیلکس کے جاری کردہ وارنٹ دکھا کر انہیں گرفتار کر لیا۔

کی؟ پروکونسل نے دریافت کیا کہ انہوں نے تمہارے وارنٹ کی مخالفت کی؟

افسر نے عرض کیا جناب نہیں۔ پادری نموڈیکس نے صرف اپنی بیٹی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "خدا کی مرضی پوری ہو۔" اور پھر چپکے سے میرے پیچھے ہولیا۔ پادری نموڈیکس نے اجازت چاہی کہ دیگر قیدیوں کے ہمراہ تھوڑی دیر تک اپنے کمرے میں جائے، اور میں نے اس کی منظوری دی۔ اس کے بعد انہوں نے کسی سے بات چیت نہیں کی۔ صرف ایک دوسرے کو ایک ایک دو دو لفظوں سے حوصلہ دلاتے رہے ہیں۔

ہوریشس اس بیان سے ہکا بکا رہ گیا۔ اُسے اُمید تھی کہ جُولیس اُٹھ کر اس بات کی تردید کرے گا، کیونکہ اُسے ذرا بھی گمان نہ تھا کہ میرا بیٹا بھی ان میں شریک ہے۔ لیکن اُس کا انتظار بے سُود اور اُس کا خیال غلط نکلا۔ آخر اُس سے نہ رہا گیا اور اُس نے اپنے بیٹے جُولیس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"میرے عزیز یہ بات غلط ہوگی۔ تُم اُٹھ کر کہتے کیوں نہیں کہ یہ سارا بیان جھوٹا ہے"۔

جوان نے بآوازِ لرزاں جواب دیا۔ اَے باپ یہ سچ ہے۔ انکار میں کیونکر کروں مَیں نے یسُوع مسیح کے نام سے دُعا کی اور اب تو اُس نام کا اقرار کرنے کا موقع آپہنچا ہے۔ مَیں ظاہراً اقرار کرتا ہوں اور خدا مُجھے توفیق دے کہ اس پر قائم رہوں۔

ہوریشس نے اسے پادری نموڈیکس اور پہرے والوں کے پیچھے ہٹا کر بہت سمجھایا۔ لیکن بے سُود باپ کے رنج سے جُولیس کی آنکھوں میں ہمدردی کے آنسو بھر آئے۔ لیکن وہ اپنے ایمان میں جُوں کا تُوں مضبُوط و قائم رہا۔ پھر ہوریشس حاکم کے حضور منت سماجت کرنے لگا کہ جہاں پناہ! جُولیس کی جوانی پر لحاظ کیا جائے اور یہ کہ کس مکروفریب سے پادری نموڈیکس اور اُس کی بیٹی نے اُسے اپنے جال میں پھنسایا ہے۔ شاید اُن کا یہ مطلب

ہو کہ مارسلا کی ہولیس سے شادی کرادیں لیکن مجھے یقین ہے کہ اس دن کی کارروائی سے سارا شہر اس خطرناک زہر سے رہائی پائے گا اور میرا بیٹا پھر ہوش میں آ جائے گا۔

یہ سن کر اکٹیویس اور ضبط نہ کر سکا۔ لیکن کلاڈیس نے اُسے روک کر کان میں سمجھایا۔ کہ تمہارے بولنے کا وقت ابھی تک نہیں آیا۔ اُس نے اپنے دوست کی باتوں سے سمجھ لیا تھا۔ کہ مارسلا اُس کی منسوبہ ہے اور اب اُسے اُمید ہوگئی کہ شاید اس باعث اُس کی جان بچ جائے گو اُس کے باپ کے لیے کچھ اُمید نہ تھی۔ لیکن پھر اُسے ہولیس کی فکر ہوئی اور وکیل ہونے کی حیثیت سے اُس نے اجازت لی کہ ہولیس کے مقدمہ کی پیروی کرے۔ کلاڈیس نے اپنے فرائض کو کمال خوبی سے انجام دیا اُس نے ہورینشس اور اکٹیویس کو خدمات پیش کیں۔ اور ہولیس کی جوانی اور بدنی کمزوری کا عذر کیا۔ یہاں تک کہ میزنیشس نے ارادہ کر لیا کہ اُسے بالکل رہا کر دے۔ اُسے اُمید تھی کہ اس نرمی کے اظہار سے ملزم ہمیشہ تک اُس کا ممنون احسان رہے گا۔ اور آئندہ کو قوانین سلطنت کی مکمل فرمانبرداری کرے گا۔ کلاڈیس کے تقریر کرتے وقت فیلیکس کمرۂ عدالت میں آ داخل ہوا تھا۔ اور ہولیس کو ملزموں میں کھڑے دیکھ کر بالکل حیران و ششدر سا رہ گیا۔ پروکونسل نے ملزم کو صاف بری کر دیا اور فیلیکس نے بھی اس فیصلہ کو پسند کیا۔ کیونکہ اُس کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ اپنے دوست ہورینشس کے دل پر اور زخم لگائے۔ ہولیس کی بابت اُس کا شروع سے یہ خیال تھا کہ وُہ ایک وہمی جوان ہے اور آسانی سے ہر کسی کی بات میں آ جاتا ہے۔

اس جوان کی رہائی کے حکم کو عوام نے پسند نہ کیا۔ لیکن ہورینشس کی درخواست پر ہولیس اپنی مرضی کے خلاف زیرِ حراست گھر پہنچایا گیا۔ اُسے دیگر ملزموں کا نہایت فکر تھا

اور وہاں سے ہلنا نہ چاہتا تھا۔ پادری نموڈیکس تو ایسا پُر اطمینان چہرہ بنائے ہوئے اِدھر اُدھر تک رہا تھا کہ گویا کوئی خطرہ نام کو بھی اُس کے سامنے نہیں ہے۔ لیکن اُس کی بیٹی کا رنگ بے شک زرد پڑ گیا تھا اور وہ سپاہیوں اور تماشائیوں کی نظروں سے کانپ رہی تھی۔ البتہ اُس کی روح مضبوط تھی اور وہ خدا پر اپنی تمام فکریں ڈالے راضی برضا کھڑی تھی۔ جب اُس کی نظر اپنے منگیتر اکنیولیس کی پُر شوق چھلکتی آنکھوں پر پڑی تو جوش سے اُس کا دل بلیوں اُچھلنے لگا، اور اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔

پھر خاموشی کا حکم ہوا اور کارروائی شروع ہوئی۔ ہوریشس اور فیلیکس بڑے شوق سے آگے بڑھے۔ پادری نموڈیکس نے جب اپنے پُرانے دوستوں کو جنہیں وہ بادفا اور محبِ صادق خیال کرتا تھا، اپنے خلاف باہم منصوبے باندھتے دیکھا تو اُس کے سینے سے ایک آہِ سرد نکلی۔ وہ اپنی حالت پر تو ذرا بھی پریشان نہ تھا، لیکن اپنے عیب گیروں کی سنگدلی اور ناسمجھی پر اُسے ضرور افسوس آتا تھا۔ فیلیکس اور ہوریشس دونوں نے گواہی دی کہ ڈیویا کو اُن کے ملنے جُلنے سے کیا کچھ نقصان ہوا ہے، اور مارکس نے اس گواہی کی تائید میں کہا کہ ڈیویا کی تبدیلی کا سبب اُنہیں کی تعلیم ہے۔

کلاڈیس نے پھر بولنے کی اجازت مانگی اور اس بات پر زور دیا کہ بھلا ڈیویا اور اُس کے بھائی کے تبدیلیٔ خیالات کے جواب دہ یہ شخص کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اُس نے اُن کے مسیحی ہونے سے انکار کرنے کی کوشش نہ کی لیکن اُن کی رہائی میں یہ دلیل پیش کی کہ شہنشاہ کے اشتہار کا یہ مطلب تھا کہ وہ لوگ گرفتار کیے جائیں جو حال میں مسیحی ہوئے ہوں اور نہ وہ لوگ جن کی پرورش مسیحی خاندان میں ہوئی ہو، یا جنہوں نے اس اشتہار کے

شائع ہونے سے پیشتر مسیحی مذہب کو قبول کیا ہو۔

سپرنٹس نے اس نوجوان وکیل کے فصیح و بلیغ تقریر کو بڑے شوق سے سنا اور پس و پیش میں تھا کہ کیا حکم سنائے۔ وہ پادری تموز یمیس کی وقعت اور عزت سے واقف تھا، اور اس کی بیٹی کی جوانی اور اس کی پیاری صورت سے اس پر بہت اثر ہوا، اور وہ بخوشی کسی قانونی پیچ کی رو سے انہیں معافی دے دیتا۔ لیکن فیمس نے اس کی نظروں ہی سے پہچان کر کہ وہ مائل برحمت ہے جلدی سے یقین دلایا کہ ایسے گواہ موجود ہیں جو بخوبی ثابت کر سکتے ہیں کہ ان ملزموں نے اس کی بہو سے مسیحی کرنے میں بہت کوشش کی یہاں تک کہ اسے ترغیب دی کہ قدیمی شہر کے کھنڈرات میں جا کر ان سے ملے، ان کی دی باتیں سنے اور ان کے ساتھ گھٹنے ٹیک کر مصلوب یسوع کی پرستش کرے۔ یہ سن کر سپرنٹس کو بہت افسوس ہوا۔ کیونکہ اگر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے تو اسے قانون کی پوری سختی سے کام لینا پڑے گا۔ اس نے پادری تموز یمیس پر جرح نہ کی اور فیمس کو اشارہ کیا کہ گواہوں کو پیش کرے۔

فیمس تھوڑی دیر کے لیے اپنے کمرے میں چلا گیا اور پھر ایجو کا ہاتھ پکڑے کمرہ عدالت میں داخل ہوا۔ جب یہ پیاری لڑکی شرماتی ہوئی میز سے نکل کر پروکونسل کے سامنے اپنے ابا جان کے پاس آ کھڑی ہوئی تو لوگ عش عش کر اٹھے۔ اس کی عمر پانچ برس کے لگ بھگ تھی اور وہ ذہانت اور خوبصورتی میں اپنی ماں کی گویا ایک چھوٹی سی تصویر تھی۔ اپنی عمر کے لحاظ سے وہ دانش و فہم کا پتلا تھی، اور اس کی خود ضبطی اور استقلال ایسے موقعے پر بڑوں کو بھی شرمندہ کرتا تھا۔

پروکونسل نے غصہ بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ فیلکس! تمہارا گواہ نابالغ ہے
لیکن فیلکس اپنے دوست کے جرم ثابت کرنے کی ایسی فکر میں تھا کہ اس نے حاکم کی نگاہ کا
کچھ بھی خیال نہ کر کے جواب میں عرض کیا۔ جناب عالی! یہ لڑکی آپ کے خیال سے بڑھ
کر شہادت دینے کے قابل ہے۔ وہ صرف انہیں باتوں کو دُہرائے گی جو اس نے مجھے
آج صبح بتائیں، اور جن سے آپ کو ذرا بھی شک نہیں رہے گا کہ یہ تمام مصیبت اور رنج
والم جو ہوریشس کے اور میرے خاندان پر واقع ہوا، کس کے سبب سے ہے اور پھر ایلیو کو
بنظر شفقت دیکھ کر کہا، پیاری ایلیو! ہمیں بتاؤ تو کیا تمہیں معلوم ہے، کہ پادری نموڈیکس
نے تمہاری ماں کو اس کے نام سے دُعا مانگنے کی تعلیم دی جسے مسیحی اپنا خداوند یسوع مسیح
کہتے ہیں؟ اور کیا تمہاری ماں اور مارسلا نے قدیم کارتھیج کے کھنڈرات میں زمین پر گھٹنے
ٹیک کر اسی یسوع کی پرستش کی؟

ایلیو کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ حیران تھی کہ یہ عجیب نظارہ کیا ہے لیکن
یہ تو اس کے دل میں کھٹک گیا کہ میرے دوست کسی خطرے میں ہیں اور انہیں بڑے شوق
اور حسرت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگی، کہ جواب دُوں یا نہ دُوں۔ اس معصوم لڑکی کو یوں
دیکھ کر مارسلا کو افسوسناک تبسم سا آ گیا، لیکن وہ بول نہ سکی۔ اُسے تمام پہلے واقعات یاد
آ گئے جو اس کے اور دیویہ کے مابین گزرے تھے، اور وہ ازخود ہی رہ گئی۔ لیکن پادری
نموڈیکس نے اُسی وقت جواب دیا۔

پیاری بیٹی سچ سچ کہہ دو۔ جو کچھ تم نے سُنا، یا دیکھا ہے وہ پروکونسل سے بیان
کر دو۔ خدا تمہاری سُنتا ہے، اور صداقت کے انکار کرنے سے تم اپنے دوستوں کو زیادہ

رنج دلاؤ گی۔ صاف صاف کہہ دینا کہ بے شک ہم نے تمہاری اماں جان کو سکھایا، کہ خداوند یسوع مسیح سے محبت رکھے اور بے شک ہم نے اُس کے ساتھ گھٹنے ٹیک کر اپنے خدا اور نجات دہندہ سے دُعا کی۔

سیٹرنینس نے حکم دیا کہ خاموش رہو تم کیوں اپنے آپ کو پھنساتے ہو۔ پہلے مجھے شہادت کو سن لینے دو۔ پھر میں تمہیں اپنے بچاؤ میں بولنے کا موقعہ دوں گا، اور ایلوا کی طرف اشارہ کر کے کہا، بیٹی ڈرو نہیں اپنے دادا جان کو جواب دو۔

ایلوا نے آبدیدہ ہو کر اُس کے چہرے پر نظر ڈالی اور بڑی مستقل آواز سے کہا۔

''ہاں میں نے مارسلا کو اماں جان سے یسوع مسیح کا کئی دفعہ ذکر کرتے سنا اور ایک دفعہ پادری نموڈ یکس کو بھی اور پھر میری اماں جان نے کہا کہ میں مسیحی ہوں اور اس پر سبھوں نے گھٹنے ٹیک کر خداوند یسوع سے دُعا کی یہاں اُس نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر کانپتی آواز لیکن بڑے حوصلے سے کہا لیکن اس میں کیا بُرائی ہے کیونکہ اماں جان کہا کرتی ہیں کہ وہ خدا کا بیٹا ہے۔ ہاں وہ خود خدا ہے۔ اور وہ مجھے بھی اُس سے ہر روز دُعا کرنا سکھاتی ہیں۔''

مارکس جو بڑی حیرانی سے ایلوا کے بیان کو سن رہا تھا اُس کے سامنے سے ہٹ گیا کہ کہیں اُسے دیکھ کر وہ گھبرا نہ جائے۔ لیکن جب اُس نے ویویہ کا نام لیا کہ وہ مجھے مسیح سے دُعا کرنا سکھاتی ہے، تو مارے ڈر کے چونک اُٹھا کہ کہیں میری بیوی پر کوئی بلا نہ آجائے۔ ہوریشس کا بھی ماتھا ٹھنکا اور دونوں آگے کو بڑھے کہ ایلوا کو اور بولنے نہ دیں۔ فیلکس نے پھر لکریشیہ کی طرف اشارہ کیا جس نے تائید کی کہ ایلوا نے مجھے بھی یہی

باتیں بتائی ہیں۔

اب نوجوان مسیحی وکیل کلاڈیس کے پاس اپنے مؤکل کی رہائی کے لیے کوئی عذر نہ رہا، اور سیٹرنینس نے بھی دیکھ لیا کہ قانون اور رواج کے مطابق کارروائی کرنے کے سوا کوئی اور چارہ نہیں۔ اس لیے اُس نے نومیڈیکس کو اجازت دی، کہ اپنے بچاؤ میں جو کہنا چاہتا ہے کہے۔

بہادر پادری نموڈیکس نے جواب دیا۔ ''میرا کوئی عذر اور میرا کوئی بچاؤ نہیں۔ مَیں کسی موقعہ پر بھی اپنے اقوال وافعال سے انکار نہیں کرسکتا اور اس موقعہ پر تو جو کچھ مجھ پر الزام لگایا گیا ہے۔ مَیں اُس کی صداقت پر فخر کرتا ہوں۔ یہ میرا فخر ہے کہ مَیں نے اپنے پیارے نجات دہندہ کے مبارک نام کی گواہی دینے کی کوشش کی اور اگر مجھے توفیق ملی کہ مَیں نے ایک گنہگار کو سکھایا کہ نجات کے لیے مسیح کی صلیب کی طرف دیکھے اور معافی کے لیے اُس کی قابلیتوں پر بھروسہ رکھے تو مَیں بڑی فروتنی و عاجزی سے خدا کا شکر کرتا ہوں۔''

اس جواب کے سُننے پر لوگوں نے ایک غضب کا نعرا مارا اور یہ صدا چاروں طرف سے گونجنے لگی کہ مسیحیوں کو آگ میں ڈالو! مارسلا کے چہرے پر ایک عجیب زردی سی چھا گئی، اور اُس نے جلدی سے اکنیولیس پر نگاہِ شوق ڈالی اور پھر اُوپر آسمان کی طرف اپنی نظر اُٹھائی، گویا کہ دُعا مانگ رہی ہے، لیکن پادری نموڈیکس جُوں کا تُوں دلیرانہ کھڑا رہا۔

اس پر دُوشتی القلب فیلیکس فوراً بول اُٹھا، حضور آپ سُنتے ہیں کہ وہ کیونکر اقرار کرتا ہے کہ نہ صرف وہ خود ہی ناصری پر فریفتہ ہے، بلکہ اس جھوٹی تعلیم سے اوروں کو

اپنے جال میں پھنسانے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ اب کوئی اور گواہ درکار نہیں۔ صرف اس کی بچی سے پوچھنا باقی ہے اور یقیناً ہم اس زبان سے بھی یہی سنیں گے کہ وہ بھی اوروں کے گراہ کرنے پر فخر کرتی ہے۔

سیزینس، پادری نسوڈیکس کے بیان سے کچھ جوش میں آ گیا اور اس کی دلیری پر اُسے کچھ غصہ بھی آیا اور دل میں ٹھانا کہ میں ایسے شخص کو بچانے کی کوشش نہ کروں گا جو اپنے جرم پر فخر کرتا ہے۔ لیکن اُسے مارسلا پر رحم آیا، اور اس نے ارادہ کیا کہ جو ہو سو ہو اس پیاری لڑکی کو کسی صورت سے بچائے۔ اس لیے اس نے فرمایا کہ میں اس لڑکی سے سوال نہیں پوچھنا چاہتا وہ ابھی بالغ نہیں اور اس لیے اپنے افعال کی جواب دہ بھی نہیں ہے بخوبی تعلیم پانے پر مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے بیہودہ خیالات کو جن سے اس کے والدین پر ایسی مصیبت آئی چھوڑ دے گی۔

پھر اُس نے پہرداروں کو اشارہ کیا کہ پادری نسوڈیکس کو قید خانے میں لے جاؤ اور اس بہادر مسیحی کو غصہ بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا۔ نسوڈیکس! میں تمہیں تین دن کی مہلت دیتا ہوں کہ اپنی غلطی سے باز آؤ۔ اگر اس عرصہ میں تم اپنے معبودوں کو قربانی چڑھانے پر راضی ہو تو رومی شہری ہونے کا اعزاز تمہیں پھر عنایت ہو گا۔ لیکن اگر اپنی ضد پر اڑے رہو تو قانون کے مطابق تمہیں سزا ملے گی اور تمہارا انجام پھانسی کے تختے پر ہو گا۔

بھیڑ نے پھر نعرہ مارا۔ ''مسیحیوں کو آگ میں ڈالو دونوں کو آگ میں ڈالو۔ ابھی ابھی آگ میں آگ میں۔'' اور چند قوی ہیکل مرد آگے بڑھے کہ پادری نسوڈیکس اور مارسلا کو پکڑ کر مقتل پر لے جائیں۔ پر سپاہیوں نے ڈنڈے مار کر لوگوں کو پیچھے ہٹا دیا اور

سیکر نیٹس نے زور سے خاموشی کا حکم دیا۔ تھوڑی دیر میں مارسلا کی شیریں کانپتی آواز سُنائی دی اور وحشی بُت پرست لوگ بھی بالکل خاموش ہو گئے کہ اس مسیحی لڑکی کا بیان سُنیں۔

یہ بہادر لڑکی بڑے جوش سے پکاری۔ جناب عالی! آپ بے قصوروں کو سزا نہ دیں اور قصور والوں کو نہ چھوڑیں۔ اگر خداوند یسوع مسیح سے محبت رکھنا اور یہ چاہنا کہ دوسرے بھی اُس سے محبت رکھیں جُرم میں داخل ہے تو مَیں بھی قصوروار ہوں اگر لوگوں کو یہ بتانا کہ ہمارا منجی گنہگاروں سے محبت رکھتا ہے اور سب کو اُسی کی پرستش کرنی ضرور ہے اور اُس کے خون ہی سے مُعافی ملتی ہے جُرم ہے تو مَیں بھی مُجرم ہوں۔ مَیں نے ہی پہلے دیویہ کو خداوند یسوع مسیح پر ایمان لانے کی راہ دکھائی۔ مَیں نے ہی اُسے انجیل پڑھ کر سُنائی، اور اُسے منجی کی محبت اور اُس کی رحمتوں کا ذکر سُنایا۔ میرا باپ اس بارے میں بے قصور ہے۔ صرف میری درخواست پر وہ کھنڈرات میں آیا کہ دیویہ کی مُشکلات کو دور کرے۔ میرے باپ کا کوئی قصور نہیں، خطا اور سزا کی مستحق مَیں ہوں۔

اس دلیر لڑکی نے یہ باتیں ایسے شوق اور ایسی جلدی سے کہہ دیں کہ پادری نوڈیکس اُسے روکتا رہ گیا اور سیکر نیٹس اور دیگر سامعین دم بخود رہ گئے اب مارسلا نے ذرا تامل کیا۔ وہ دم بخود ہو کر پروکونسل کے چہرے پر نظر لگائے جواب کی منتظر کھڑی تھی لیکن اُس کا باپ فوراً بول اُٹھا۔

ٹھہرو، مارسلا! مَیں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ ٹھہرو، میری زندگی کے باقی چند دنوں پر اور غم نہ بڑھاؤ۔ میری دَوڑ ختم ہوئی۔ مَیں نے اپنے ایمان کو تھام رکھا۔ اب میرے لیے جلال کا تاج دھرا ہے، اور اب میری یہی خواہش ہے کہ دُنیاوی تعلقات اور خیالات سے

منہ موڑ کر اپنا دل اُن خوشیوں پر لگاؤ جو خداوند کی حضوری میں ایمان داروں کے لیے تیار ہیں۔ شاید خوشی اور خدمت کے کئی برس تمہیں اور جینے نصیب ہوں۔ تم انہیں کیوں بے فائدہ ضائع کرتی ہو۔ تمہارا منجی اُسے تم سے اب طلب نہیں کرتا کیونکہ پروکونسل نے مہربانی سے تمہیں معاف کر دیا ہے۔ میری بیٹی، میری شریف بیٹی۔ میرے پاس آ کر مجھے بوسہ دو اور اپنے باپ سے برکت لو، اور حاکم کے فرمان کی خلاف ورزی نہ کرو۔ اگر تم سلامت ہو تو میں خوش ہوں۔

مارسلا نے اپنے باپ کی طرف بڑھنا چاہا، لیکن بے چاری دست بہ زنجیر ہونے کے باعث بڑھ نہ سکی۔ اس پر سیزنیس کا دل رحم سے بھر آیا اور اُس نے سپاہی کو اشارہ کیا کہ اُسے چھوڑ دے۔ مارسلا جھٹ بھاگ کر پادری نمودیکس سے بغل گیر ہوئی اور پھر اُس کے سامنے گھٹنوں کے بل گر کر شکستہ آواز میں کہنے لگی۔

"اے میرے باپ! مجھے برکت دیجیے مجھے اپنی برکت دیجیے۔ لیکن مجھے اپنے سے جدا ہونے کا حکم نہ دیجیے۔ مَیں بھی مسیحی ہوں اگر مَیں آپ کی جان عزیز نہ بچا سکوں تو مجھے بھی اپنے ساتھ مرنے دیجیے۔ مجھے بھی قید اور موت میں اپنا ساتھ دینے دیجیے ہاں اپنے مقدس ایمان سے مجھے جرأت دلایے کہ مرتے دم آپ کی اُمید اور توکل بڑھانے والی باتیں میرے کانوں میں سنائی دیں اور مَیں بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہی عالمِ بقا کو سِدھاروں"۔

یہاں کچھ توقف ہُوا، کیونکہ وہ خون کی پیاسی بھیڑ بھی رقّت میں آ گئی۔ اور مسیحیوں سے نفرت کی بجائے اُس خوبصورت لڑکی کی دخترانہ محبت و اُلفت پر عش عش کرنے لگی۔ آخر کو سیزنیس بولنے ہی پر تھا کہ مارسلا کو سمجھائے کہ ایسی باتوں سے اپنے باپ کو بچانا تو درکنار وہ خود اپنے آپ کو خطرے میں ڈال رہی ہے کہ اتنے میں اکنیولیس جو بمشکل

تمام ضبط کیے بیٹھا تھا، کود کر مارسلا کے پاس آ کھڑا ہوا اور اُسے زمین سے اُٹھا کر اپنے بازوؤں میں تھام لیا اور حاکم کی طرف مخاطب ہو کر بڑی دلیرانہ آواز سے کہا۔

"جناب عالی! یہ لڑکی میری منگیتر ہے اور مجھ سے منسوب ہو چکی ہے اس لیے میں اجازت نہیں دے سکتا کہ وہ میری مرضی کے خلاف اپنے آپ کو کسی خطرے میں ڈالے۔ آپ اس کی معافی کا فرمان دے چکے ہیں، اور میں ایک رومی شہری اور رومی سپاہی کی دلہن کے لیے عدالت کی حفاظت کا خواستگار ہوں۔ جناب حکم دیں کہ پہرہ دار اُسے میرے مکان تک پہنچا آئیں"۔

اکنیولیس نے فی الفور ایسی کارروائی کرنے کی ضرورت محسوس کی کیونکہ بھیڑ اپنے رحم اور مداح کے خیالوں پر غالب آ گئی تھی، اور اب ایک دوسرا ظلوم بھی اُن کے پیچھے سے جھانکتا دکھائی دے رہا تھا۔ اُنہوں نے نارضامندی کا نعرہ لگایا اور آگے بڑھنے کی کوشش کی۔ پروکونسل نے اپنی کرخت آواز سے پہرہ داروں کو حکم دیا اور اُسی وقت راستہ صاف کیا گیا۔ پادری نمو ڈیکس کو ایک چھوٹی سی کوٹھڑی میں لے گئے، اور جس وقت اکنیولیس پہرہ داروں کے جلو میں سے مارسلا کو کمرۂ عدالت سے لے گیا تو اُس کے باپ نے آخری بار حسرت بھری نگاہوں سے اُس پر نظر کی۔

....

دسواں باب

بے داغ لبادہ

اپنے دل میں نہ سوچنا زنہار | کہ مسیح کا کروں گا میں انکار
میں ہوں ثابت قدم شہادت تک | تیری مانند میں نہیں غدار
میرا حصہ ہے غیر فانی تاج | مجھ کو دنیا میں کچھ نہیں درکار
میں نہیں موڑنے کا منہ ہرگز | کرو سامان موت کے تیار
تیرے انجام کا مجھے غم ہے | اپنے مرنے کا غم نہیں زنہار
آخری آرزو ہے یہ میری | تجھ کو اور مجھ کو بخش دے غفار

اس مقدمہ کے انجام سے فلیکس اور ہوریشس حیران تو دونوں ہوئے لیکن ہوریشس اپنے بیٹے کو ایک مسیحی لڑکی سے منسوب پا کر غم و غصہ سے دیوانہ ہو گیا۔ وہ مارسلا کی موت تو نہیں چاہتا تھا لیکن یہ بھی اُسے گوارا نہ تھا کہ اگنیلیس کی اُس سے شادی ہو۔ اُسے بخوبی معلوم تھا کہ ایسے تعلق سے یا تو اُس کا بیٹا مسیحی ہو جائے گا یا اُن کی زندگی باہمی رنجش سے تلخ ہو جائے گی۔ اُس کا خیال تھا کہ پادری نسوڈیکس اور اس کی بیٹی جلاوطن کیے جائیں گے اور اُس کا بیٹا مارسلا کا خیال چھوڑ دے گا لیکن اس علم سے کہ وہ باہم منسوب ہو

چکے ہیں اُسے بڑا صدمہ پہنچا۔ اور اُس نے ارادہ کیا کہ پروکونسل سے کہہ سُن کر پادری نموڈیکس کو بجائے موت کے دائمی جلاوطنی کی سزا دلوائے اور اکنیولیتی کو سمجھائے کہ مارسلا کے تبدیلیِ ایمان کے عذر پر اُسے چھوڑ کر اپنے باپ کے ہمراہ ملک بدر ہونے دے۔

ہورینشس نے فلیکس اور مارکس سے اپنے اس منصوبے کا ذکر کیا اور فلیکس نے بھی وعدہ کیا، کہ مَیں اکنیولیتی اور مارسلا کے باہمی رشتہ کے منقطع کرنے میں ہورینشس کی حتی المقدور مدد کروں گا۔ لیکن اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ پادری نموڈیکس کی جان بچانے میں کسی صُورت میں ساتھ نہ دوں گا۔ مارکس نے بھی باپ کے اس ارادہ کو مضبوط کر دیا۔ جو اُلفت اُسے مسیح کے اس بہادر شاگرد سے تھی، وہ اب کینہ، حسد اور دشمنی سے بدل گئی اور وہ اپنے پُرانے دوست کے خُون کا پیاسا ہو گیا۔ ہورینشس نے اُسے سمجھانے کی ہزار کوشش کی۔ لیکن وہ نہ مانا اور وہ دونوں باہم ناراض ہو کر جُدا ہوئے۔

اُسی شام کو ہورینشس پروکونسل سے ملنے گیا کہ پادری نموڈیکس کی جان بخشی کی سفارش کرے۔ اُسے اطلاع ملی کہ پروکونسل سیلرنیشس کسی کام میں مشغول ہیں اور اس سے فرصت پاتے ہی ملاقات کریں گے۔ ہورینشس باہر برآمدہ میں ٹہلتا رہا۔ اندھیرا ہو گیا تھا، اور وہ کسی کی صورت پہچان نہ سکتا تھا کہ اتنے میں ایک شخص جلدی سے اُس کے پاس سے گزرا جس سے ہورینشس کے دل میں خیال گزرا کہ یہ ضرور فلیکس ہے۔ اُسی وقت اُسے سیلرنیشس کے حضور میں باریابی حاصل ہُوئی۔ اور اُس کا خیال اور بھی مضبوط ہو گیا کہ وہ شخص ضرور فلیکس تھا۔ کیونکہ پروکونسل نے اُس کی درخواست کو سرد مہری سے سُنا اور صاف صاف انکار کیا کہ مَیں اپنے حکم کو بدل نہیں سکتا۔ اور جب تک پادری نموڈیکس قانون کی

کامل اطاعت نہ کرے پھانسی سے اُس کی رہائی نہیں ہونے کی۔ ہوریشس کی تمام منت، سماجت کے جواب میں اُسے یہی جواب ملا کہ ایسے شخص کو شروع ہی سے نظر بند کر دینا چاہیے تھا۔

اس وقت ہوریشس کی سب اُمیدیں فنا ہو گئیں۔ وہ بخوبی جانتا تھا کہ پادری نمولیکس کی موت یا ایذا سے بچنے کی خاطر اپنے ایمان سے کبھی بھی انکار نہیں کرے گا۔ وہ اپنے قدیمی دوست کو بچانا چاہتا تھا کہ یوں اکٹیولیس کو مارسلا سے جدا کرے، کیونکہ اُسے یقین کامل ہو گیا تھا کہ یہ جواں ہمت شخص جس نے ایسے نازک وقت میں مارسلا کا ساتھ دیا، اگر باپ کا سایہ اُس لڑکی کے سر سے اُٹھ بھی جائے تو اُسے کبھی بھی نہیں چھوڑے گا۔ لیکن اُس پر یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ پروکونسل سیٹرنینس سے اب کچھ بھی نہ ہو گا۔ سو وہ متفکر و غمگین گھر کو واپس آیا۔ راستے میں اپنے بیٹے سے ملاقات ہوئی اور اُسے لعن طعن کرنے لگا، کہ دیکھو تم نے کیسی غلطی کی کہ ایک مسیحی لڑکی سے نسبت کی۔ لیکن اُس نوجوان کے نرم و مستقل جواب سے ہوریشس اور بھی حیران و مغموم ہو گیا۔

اکٹیولیس: ابا جان! جس وجہ سے آپ مارسلا سے نفرت رکھتے ہیں اُسی سبب سے میں نے اُسے اپنی حفاظت میں لیا ہے۔ میں بھی مسیحی ہوں اور جو شخص کسی صورت سے اُسے نقصان پہنچانا چاہے، وہ پہلے مجھ سے نپٹ لے۔ وہ میری ہے اور صرف موت ہی اُسے مجھ سے جدا کر سکتی ہے۔

قریب تھا کہ ہوریشس بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑتا مگر اکٹیولیس نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے باپ کو سنبھال لیا۔ وہ دیوانہ وار چپکے چپکے اپنے آپ سے کہہ رہا تھا۔

'' کیا تمام، میرے تمام بچے۔ اُس فریبی یہودی کے شاگرد ہو گئے۔ کیا ان کو مذہب اور اپنی عزت کا پاس نہیں رہا آہ! میرے معبود دیہ میری برداشت سے باہر ہے''۔

اس پر اکنیولیس نے کہا۔ اے ابا جان! آپ یوں نہ کہیں۔ خدا کرے کہ آپ مسیح یسوع پر ایمان لانے کی برکت سے آگاہ ہوں، تو پھر کیسی خوشی سے قادرِ مطلق اور رحیم یہوواہ کا شکر کریں گے جس نے آپ کے بچوں کو بت پرستی کے گناہ سے نکال کر اپنے بیٹے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی موت اور مُردوں میں سے جی اُٹھنے کے وسیلے ابدی خوشی اور ہمیشہ کی زندگی کی یقینی اُمید دلائی۔

ہورینشس بے صبری سے پکار اُٹھا، بس بیٹا چپ رہو ایسی بے دین خواہشوں سے میری بے عزتی نہ کرو۔ مَیں تمہارا کفر سننا نہیں چاہتا اور خود ایک مصلوب فریبی کے شاگرد ہو کر بت پرستی کا ذکر نہ کرو۔ میرا دل رنج اور شرم سے ٹوٹ رہا ہے۔ لیکن خوف نہ کرو مَیں تمہیں ترک نہیں کروں گا۔ کاش کہ ہمارے غیرفانی دیوتے مجھے توفیق دیں کہ تمہارے ان بیہودہ خیالوں کو دور کروں لیکن احتیاط رکھو کہیں فیلیکس کو اس بات کی خبر نہ ہو۔ اسے اب تک یہی خیال ہے کہ تم اپنے مذہب میں ایسے ہی پکے دیندار ہو جیسے تم شجاع و دلیر ہو۔ لیکن اُسے پتہ نہ لگنے دو مجھے اُس کا اعتبار نہیں رہا وہ مسیحیوں کے خون کا پیاسا ہے۔ مجھے تو مارسلا کی بھی جان کا ڈر ہے تمہاری اور دیویہ کی خاطر مَیں نہیں چاہتا کہ اس پیاری لڑکی کا بال بھی بیکا ہو اکنیولیس! تم نے اُسے کہاں پناہ دی ہے؟

اکنیولیس: اب وہ اپنے باپ کے اُجڑے مکان میں ہے۔ جب وہ ہوش میں آئی، اور اپنے باپ دادا کی یاد کا پہلا صدمہ گزر گیا تو مَیں نے اُسے سمجھایا کہ اپنے کسی مسیحی

دوست کے ہاں چا پناہ لو لیکن اس عالی ہمت لڑکی نے نہ مانا کہ کسی اور خاندان پر مصیبت لائے اور اتو جان انھیں نے اُسے آپ کے گھر لانے کی جرأت نہ کی۔ کیونکہ آپ گو بڑے مہربان اور عزیز ہیں مگر مجھے اُمید نہ تھی کہ آپ اور اماں جان اُسے اپنے گھر آنے دیں گے۔

ہورشس: بیٹا! تم ذرتی پر ہو واقعات کے لحاظ سے قرین مصلحت نہیں کہ میں مارسلا کو فراری بکن سے ملنے دوں۔ فیلکس اور مارکس دونوں فکر کریں گے بہتر ہے کہ تم اُسے کسی دور جگہ لے جاؤ شاید یوٹیکا بہتر جگہ ہو تین دن کے عرصہ میں اُس کا باپ اپنی بیوی سیت سے جا ملے گا اور پھر مارسلا کو یہاں سے بھیج دینا چاہیے باوجود تمام مصیبت کے جو اُس کے اور اُس کی بیٹی کے سبب ہم پر آئی میں اب بھی اُس سے محبت رکھتا ہوں۔ اوہ! یہ بیہودہ تعلیم، اس کا خاتمہ کب ہوگا جہاں کہیں یہ پھیلی، موت اور تباہی اور جھگڑے اپنے ہمراہ لے گئی ہے اور اب یہ میرے خوش وخرم خاندان کی سلامتی میں خلل ڈالنے کو ہے۔

جب یہ بوڑھا زودی یہ باتیں کہہ رہا تھا، تو اُس کے رُخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ اکنیولیس کو اُس کے غم کا بہت پاس تھا اور مارسلا اور اُس کے باپ کے حق میں اُس کے کلمۂ خیر کہنے کے لیے مشکور رہتا۔ سو اُس نے اُسے نہ روکا۔ لیکن دل ہی دل میں سوچتا تھا کہ دیکھو میرا باپ اس مقدس مذہب کو خاندانی جھگڑے کا باعث ٹھہراتا اور یوں گو یا خداوند کے فرمان کی صداقت کا اظہار کرتا اور اُس کی الوہیت کا ثبوت دیتا ہے۔ اُسے مسیح کا فرمان یاد آیا کہ بھائی بھائی کو اور باپ بیٹے کو قتل کے لیے حوالے کرے گا۔ اور لڑکے اپنے

ماں باپ کی مخالفت میں اُٹھیں گے، اور اُنہیں مروا ڈالیں گے اور ''میرے نام کے باعث سب تُم سے دُشمنی کریں گے۔ پر وہ جو آخر تک برداشت کرے گا۔ سو ہی نجات پائے گا۔'' بے شک مسیح کی یہ پیشین گوئی ان دنوں میں پوری ہُوئی۔

اس رات جو گفتگو دیویہ اور اُس کے بھائی کے درمیان ہُوئی وہ بے شک افسوسناک لیکن بڑی ہی دلچسپ تھی۔ تمام وقت مارسلا ہی کا ذکر خیر ہوتا رہا۔ اور اُسے بچانے کے لیے ہزاروں منصوبے سوچے گئے اور یہ قرار پایا کہ اگر ممکن ہو تو اُس کے باپ کے قتل ہونے سے پیشتر اُسے کارتھیج سے باہر لے جائیں۔ دیر تک یہ مسیحی اپنے ایمان اور ارادہ سے ایک دُوسرے کو ہمت دلاتے رہے۔ اور مارسلا کی بہادری کا حال سُن کر دیویہ کا دل فخر اور خوشی سے بھر گیا۔ اُس نے ایلیوا سے سُن لیا تھا کہ عدالت میں اُس سے کیا کچھ پوچھا گیا تھا۔ اور لکریشیہ سے معلوم ہُوا کہ کیونکر فلیکس نے اُسے مجبور کیا کہ اپنے سب سے عزیز اور لائق دوست کے خلاف گواہی دے اُس نے اتا کی یہ غمناک شکایت بھی سُنی تھی کہ کیونکہ پیاری ایلیوا کے دماغ میں بدبختی خیالات سمائے ہیں، اور کس جرأت سے اُس نے پروکونسل سیٹرنینس کو جواب دیے اور بڑی خیر ہُوئی کہ بھیڑ نے اُسے وہیں ٹکڑے ٹکڑے نہ کر ڈالا۔ لیکن اکنیولیس سے اُس نے ایلیوا کے شریفانہ، بہادرانہ اور مسیحیانہ برتاؤ کا حال سُنا اور اُس کا دل کیسی شکر گزاری سے بھر گیا اُس کی بیٹی اُسے پیشتر سے کہیں زیادہ عزیز معلوم ہُوئی اور اُسے یقین ہو گیا، کہ ایلیوا بے شک خُدا کی بندی اور مسیح کے ساتھ وارث ہے اور ابدیت میں بے بیان خوشیوں میں اُس کی ہمیشہ شریک وحصہ دار رہے گی۔ اوہ! اگر ممکن ہوتا تو کوئی اُسے صرف اتنی اُمید دلا دیتا کہ اُس کا پیارا مارکس بھی کسی وقت

اسی ایمان کا شریک ہوگا۔

صبح ہوتے ہی اکنیوتیس مارسلا کو ملنے گیا اور اُسے پُر اطمینان اور مستقل مزاج پایا جس کی اُسے اُمید نہ تھی۔ وہ ساری رات اپنے باپ کے لیے دُعا میں لگی رہی تھی اور اُس کی زوجِ خدا کی مرضی کے آگے سرِ تسلیم خم کیے حاضر رہی تھی دُعا میں وہ اکیلی نہ تھی۔ ایک اور مسیحی دل اُس سے ہمدردی کرتا اور ایک اور مسیحی آواز رحمتوں کے خدا سے اُس کے ساتھ مل کر دُعا و مناجات کرتی تھی صرف اُس ملزم ہی کے لیے نہیں جو اُس وقت بڑے چین و اطمینان سے اپنے قید خانہ کے کمرہ میں سو یا پڑا تھا، لیکن اُس کی غم زدہ بیٹی کے لیے بھی جو آنسوؤں اور آہ و زاری سے اُس کے لیے خدا سے گویا کشتی کر رہی تھی رات بھر فلوتہ اُس کے ساتھ رہی اور اُس مسیحی کنیز کے ایمان اور خدا ترسی، اُس کی مہربانی اور ہمدردی سے مارسلا کو بڑی قوت و تسلی ملی۔

فلوتہ نے اپنے خاوند ریوو کیتس سے جو فیبئس کی اردل میں تھا مقدمہ کی کل کیفیت سُن لی تھی، کہ کیونکر پادری تھیوڈیکس کو موت کی سزا ملی، اور کیونکر اکنیوتیس، مارسلا کو بچا لے گیا۔ اُسے مجسٹریٹ کے گھر میں بڑی عزت و اختیار حاصل تھا سو وہ اس غمزدہ لڑکی کی مدد کو بھاگی آئی۔ فلوتہ اور اُس کا خاوند دونوں اپنی جوانی ہی سے مسیحی تھے وہ عام غلاموں کی نسبت اعلیٰ درجے کے تھے۔ اس جنگ میں جو شاہ سویرس اور البینس کے درمیان گال کے مقام پر ہوئی وہ گرفتار ہوئے اور وہاں سے افریقہ کو بھیجے گئے اور پھر فیبئس نے انہیں خرید لیا تھا۔ خوش قسمتی سے وہ اُن کے دینی خیالات سے آگاہ نہ تھا ورنہ وہ بھی اس مصیبت میں گرفتار ہوتے کارتھیج کی کلیسیا میں انہیں بڑی وقعت حاصل

تھی، اور ان کا غلام ہوتا اِس بات کا مانع نہ ہوا کہ لوگ اُن سے اپنے دوستوں کی طرح سلوک کریں۔

فلوتنہ دِن کے وقت تو مارسلا کے پاس بہت دیر تک ٹھہر نہ سکتی تھی لیکن رات کو اپنے کاروبار سے فارغ ہو کر اُس کے پاس آ جایا کرتی اور ہر طرح سے اُسے ہمت دلاتی اور تسلی دیتی تھی۔ اکنیولیس نے بڑا جتن کیا کہ پادری تھوڈیکس کے مقدمہ کے اختتام سے پیشتر اُسے کارتھیج سے باہر لے جائے لیکن اُس نے ایک نہ مانی۔ جب تک اُس کے باپ کی قسمت کا کچھ فیصلہ نہ ہو جائے وہ کیونکر شہر کو چھوڑ سکتی تھی، اور گو اُسے یہ تو یقین تھا کہ میرا باپ کبھی بھی اپنے خیالات سے انکار کر کے اپنی جان کو نہیں بچائے گا، تاہم اُسے تھوڑی سی اُمید باقی تھی، کہ شاید دوستوں کے زور و فہمائش سے اُس کی جان بچ جائے۔ بے چاری کو کیا معلوم تھا کہ اُن کا قدیمی دوست فیلکس اب اُس کی تباہی کے لیے دل و جان سے کوشش اور منصوبے کر رہا تھا۔

جب اکنیولیس صبح ہوتے ہی مارسلا کے ہاں گیا تو اُس کے چہرے پر کامل اطمینان اور تسلی کے نشان پا کر حیران سا رہ گیا۔ وہ ایک زندہ بت کی مانند نظر آتی تھی، جسے بولنے اور حرکت کرنے کی قوت عطا ہو، لیکن جو کسی شے کو محسوس نہ کر سکے، اور ایک بڑی مستقل لیکن غیر معمولی آواز میں اُس نے کہا۔ "میں عدالت گاہ کو جاتی ہوں تاکہ اپنے باپ کو اپنے ایمان کا اقرار کرتے سنوں" وہ جانے کو ایسی کمربستہ تھی اور اس تمام ماجرا کی برداشت سے ایسا حوصلہ اور تسلی تھی کہ اکنیولیس نے بڑی مشکلوں سے اُسے اس ارادہ سے باز رکھا اور وعدہ کیا، کہ سارے ماجرے کی پوری پوری کیفیت بتاؤں گا اور

تمہارے ایمان اور صبر کا بیان تمہارے باپ سے بھی کروں گا اور اس کا آخری پیغام بھی تمہیں سنا دوں گا۔ پھر وہ اُسے فلومنہ کے حوالے کر کے ایک بھاری دل سے عدالت کی طرف گیا۔

فینٹس اور مارکس وہاں پہلے ہی پہنچے ہوئے تھے۔ ہوریشس بعد میں داخل ہوا اور اپنے بیٹے کے پاس آ بیٹھا۔ پھر پروکونسل نے عدالت کی کرسی پر بیٹھ کر حکم کیا کہ قیدی حاضر کیا جائے اور پادری نموڈیکس فی الفور حاضر ہوا۔ گو قید اور تنہائی اور اپنی بیٹی کے فکر نے اُس کے رخساروں کو مرجھا دیا اور اُسے منحنی صورت بنا دیا تھا، تاہم اُس کی آنکھوں کی آگ کا شعلہ اُسی طرح چمک رہا تھا اور اُس کے ایمان اور اُمید کی روشنی جو وہاں درخشاں تھی کم نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی اُس مصمم ارادے اور توکل کا نشان جو مقدمہ کے وقت اُس کی پیشانی سے نمایاں تھا کسی طرح سے کم ہوا۔ تھوڑی دیر تک تو فینٹس اُس کی طرف دیکھتا رہا، لیکن اُس کی آنکھوں سے اپنی آنکھیں چار نہ کر سکا۔ اور نیچے نگاہ کر لی۔ لیکن ہوریشس کی نظروں سے ہمدردی اور تعریف ظاہر تھی، اور اُس کے نزدیک ہو کر اُس کے ارادہ کو بدلنا چاہا۔ پادری نموڈیکس کے مستقل و حلیم جواب نے اُس پر فوراً ظاہر کر دیا، کہ تمام کوششیں بے سود ہوں گی اور بڑے شوق سے مصافحہ کر کے اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔

پروکونسل نے نموڈیکس سے مخاطب ہو کر کہا تو تم نے کیا سوچا ہے اور اُسے پھر اچھی طرح سے جتا دیا کہ تمہارے مسیحی ہونے کا نتیجہ کیا ہوگا اور اگر تم اپنی اُن غلطیوں کو چھوڑ کر پھر اپنے پہلے دین کی طرف رجوع لاؤ تو نتیجہ کیسا تسلی بخش ہوگا۔

عدالت میں معمول کے مطابق ایک جم غفیر تھا اور جب پروکونسل سپرنیٹس بول

چکا تو سب سکتہ کے عالم میں کھڑے مظلوم کا جواب سننے کے منتظر تھے۔

پادری نموڈیکس نے ایک بڑی مستقل آواز اور ایک بڑے مؤدبانہ طریق سے جواب دیا۔ جناب عالی! تین دن گزرتے ہیں، جب میں اس عدالت گاہ میں حضور کے سامنے کھڑا تھا، تو میں نے عرض کیا کہ میں مسیحی ہوں اور کسی الزام سے بھی جو مجھ پر لگایا گیا ہے، انکار نہیں کر سکتا ان تین دنوں کی قید نے میرے ایمان کو نہیں بدلا۔ میں ابھی تک خداوند یسوع مسیح کو اپنا خدا اور منجی مانتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ اُس کے لہو نے میری روح کو یہوواہ کی نظر میں تمام ناپاکی اور گناہ سے دھو دیا ہے، اور اُس کے فضل نے میرے لیے آسمان کی بادشاہت میں ایک جلالی تخت خریدا اور ایک غیر فانی تاج مہیا کیا ہے، اور کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اُس کا انکار کرنے سے جو میرے لیے ہوا، ان تمام پُر جلال اُمیدوں اور مبارک حقوق کو چھوڑ دوں؟ اور یہ کس لیے؟ کیا صرف اس لیے کہ چند اور مہینے یا برس جیوں۔ نہیں سیٹرنینس مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا مجھے مقتل پر لے چل اور میری روح کو اپنے شفیع اور خدا کی خدمت میں حاضر ہونے دے۔

جب پادری نموڈیکس کلام کر چکا تو لوگوں نے چاروں طرف سے غضب کا نعرہ مارا اور پروکونسل بول نہ سکا پھر جب خاموشی ہوئی تو اُس نے کہا:

نموڈیکس! تمہیں کسی رسمی عبادت کا بجالانا ضرور نہیں۔ اپنے خدا اور معبود کے حق میں کوئی کلمہ توہین بھی کہنا نہیں پڑے گا۔ صرف مذبح پر تھوڑا سا بخور ڈال دو، اور جاؤ تم آزاد ہو۔

پیشتر ازیں کہ پادری نموڈیکس کوئی جواب دیتا، ہوریشس بڑے شوق اور پیار

سے اُس کی منت کرنے لگا کہ اپنی جان بچاؤ، تمہارا کچھ نہیں بگڑتا۔ تمہیں اپنے تمہارا ے
بولنے نہیں پڑتے اُس نے مارسلا کے غم و رنج کا ذکر کیا اُس نے کہا کہ تمہارے احباب
کے نزدیک تمہاری جان قیمتی ہے اس معافی کو نامنظور نہ کرو۔ لیکن وہ وفادار مسیحی کی
کب سنتا تھا۔ وہ بخوبی جانتا تھا، کہ روحوں کا دشمن کیونکر حالات کے مطابق آزمائش
پیش کرتا ہے۔ اُسے معلوم تھا کہ کیونکر بعض مسیحیوں نے ایسے وقت میں آکر ایمان کا انکار
کیا۔ اور یہ بھی جانتا تھا کہ ہر ایک آزمائش کے ساتھ خداوند رہائی کا راستہ بھی نکالتا ہے
تاکہ اُس کے بندے اُس کی برداشت کر سکیں اور اُس وقت قوت و دانش کے لیے اُس کی
نظر اُسی کی طرف تھی۔

اُس نے ہوریشس سے کہا۔ میرے دوست! تم مجھے کیوں آزمائش میں ڈالتے
ہو۔ مجھے تباہی میں ڈالنے کے لیے شیطان کا حصہ نہ لو۔ میں تو اب ابدیت کے کناروں پر
کھڑا ہوں اور ایمان سے اُس حالت کے جلال اور خوشی کو دیکھ رہا ہوں، جس کو میں اب
حاصل کرنے پر ہوں۔ تم مجھے یہاں دنیا کے غم و فکر میں ٹھہرانے کی کیوں کوشش کرتے
ہو۔ اور اُس خوشی سے جو نہ آنکھوں نے دیکھی، نہ کانوں نے سُنی اور نہ ہی انسان کی سمجھ
میں کبھی آئی محروم رکھتے ہو اور پھر پروکونسل کی طرف جو بڑے شوق سے اُن کی گفتگو سن
رہا تھا، مخاطب ہو کر کہنے لگا جناب! مجھے کچھ اور نہیں کہنا۔ میں اپنا فیصلہ کر چکا ہوں اور اب
آپ قوانین سلطنت کے مطابق عمل کرنے سے اپنے فرائض کو انجام دیں۔

برگشتہ فیلکس کے غصہ و غضب کا شعلہ پادری نمودیکس کے اس دلیرانہ جواب
سے نہایت بھڑک اُٹھا اور جب قیدی ایسے اطمینان اور توکل سے اُن خوشیوں کا ذکر کر رہا

تھا جو ایمان داروں کے لیے ہیں اور جب اُس نے اُس ابدی نقصان کا ذکر کیا جو مسیح کے انکار کرنے سے لاحق ہوتا ہے تو اُس کی نورِ ہدایت اندر سے اُسے ستا رہی اور ملزم ٹھہرا رہی تھی۔ وہی کینہ اور حسد کی روح جس سے شیطان نے باغِ عدن میں آدم وحوا کو تباہ کرنا چاہا تھا۔ اُس میں حلول کر آئی تھی۔ وہ خود تو اُن تمام اُمیدوں سے محروم ہو چکا تھا اور اپنے قدیمی دوست کو ایسی بہادری کا اظہار کرتے دیکھ کر جو اُس کے اپنے کمزور چلن سے بہت مختلف تھا، اُس کی روح سخت بے چین ہوئی۔

وہ پروکونسل کے نزدیک آیا اور گویا کہ پادری نموڈیکس کی جان بچانے کی اُمید سے اُس نے چپکے سے کہا۔ کیا بہتر نہ ہو کہ اس کو شکنجہ سے اذیت پہنچائی جائے تا کہ اس طریق سے وہ اپنی ضد سے باز آ جائے۔ پروکونسل سچ مچ پادری نموڈیکس کو بچانا چاہتا تھا، کیونکہ وہ اُس کا اور اُس کی بیٹی کا رویہ دیکھ کر اُن پر فدا ہو گیا تھا۔ اُسے اُمید تھی کہ شکنجہ کی اذیت سے وہ کہا مان جائے گا۔ اُس نے حکم دیا کہ شکنجہ فوراً لایا جائے اور اُس نے نموڈیکس کو ایک دفعہ پھر کہا۔ اپنی جان عزیز کو ناحق کیوں گنواتے ہو۔ آؤ اب بھی ہمارا کہا مانو۔

اگر چہ اس ہیبت ناک شکنجے کی منحوس شکل دیکھ کر نموڈیکس کا انسانی جسم ذرا کانپ اُٹھا اور اُس کے چہرے کا رنگ بدل گیا مگر یہ کمزوری ایسی دیرپا نہ تھی کہ جو لوگ بڑے شوق سے اُس کے چہرے کی طرف دیکھ رہے تھے، اُس کی یہ حالت معلوم نہ کر سکے۔ قیدی کو ڈرانے کے لیے ڈراؤنے سے ڈراؤنے اوزار وہاں پیش کیا گیا جس سے یہ مقصود تھا کہ مجرم کے ہر ایک عضو کو اذیت پہنچائی جائے، لیکن اس سے اُس کی جان نہ جائے۔

شکنجے کی زنجیریں کھولی گئیں، اُس کے پہیے تیار کیے گئے اور سیلر نینس نے پھر

بڑی بزرجنت آواز سے کہا تھوڑے سے بخور کو اس آگ میں ڈال دو اور ان سب مصیبتوں سے بچو اور ہورینشس پھر بخور لیے پاس آ کھڑا ہوا کہ بھائی اب تو کہا مانو۔

اکنیولیس کا دل جوش سے بھر آیا۔ اُس کا خون رُخساروں میں چمک اُٹھا اور وہ بڑے جوش سے آگے بڑھنے کو تھا کہ پادری تموڈیکس کو بچائے، لیکن اُس نے اُس کی دلی کشمکش کو دیکھ لیا اور اُس کی طرف دیکھ کر چپکے سے مارسلا کا نام لیا۔ بس یہی کافی تھا۔ اس جوان سپاہی نے جان لیا کہ مارسلا کا محافظ بس اب میں ہی ہوں، اور اس وقت حاکم یا فیلکس کو ناراض کرنا اس بیچاری پر اور مصیبت لانا ہے۔ اور پادری تموڈیکس کو بچانا صرف ایک وہم ہے۔ وہ اس لیے شکستہ دل ہو کر پیچھے کو ہٹ گیا۔ وہ وہاں سے بالکل چلا جانا چاہتا تھا۔ لیکن اُسے صبح کا وعدہ یاد آیا کہ پادری تموڈیکس کی ساری کیفیت مارسلا سے بیان کروں گا۔ لیکن آہ وہ اُسے کیونکر بتا سکتا تھا کہ کس طرح اُس کے عزیز باپ کو شکنجے کی اذیتیں اُٹھانی پڑیں۔

پادری تموڈیکس نے ایک لمحہ کے لیے اُس کے چہرہ پر غور کیا اور ایک محبت اور شکرگزاری کا آنسو اُس کی آنکھوں میں بھر آیا اور اُس نے خدا کا تہِ دل سے شکر کیا جس نے ایسی بڑی مہربانی سے اُس کے ایک ہی یتیم بچی کے لیے محافظ و مددگار بہم پہنچایا پھر اُس نے پروکونسل کی طرف پھر کر بڑے استقلال سے جواب دیا۔ میں اپنا فیصلہ بتا چکا ہوں، اب اُسے بدل نہیں سکتا۔ وہ نجات دہندہ جس نے موت میں بھی میرے ساتھ رہنے کا وعدہ کیا، اِس اذیت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔ اُس نے میری خاطر بڑی بڑی مصیبتیں اُٹھائیں اور کیا اُس کی خاطر میں یہ چھوٹی سی اذیت بھی نہ اُٹھاؤں؟ دیر نہ کرو،

کیونکہ اُس کی قوت میں مَیں تیار ہوں۔

آن کی آن میں سنگدل جلادوں نے شریف پادری نموڈیکس کو پکڑ کر شکنجے پر چڑھا دیا۔ اُنہوں نے اُس کے ہاتھ اور پاؤں کو تو پہیوں سے باندھا اور ایک آہنی زنجیر سے اُس کے جسم کو انجن سے لگا دیا اور پھر وہ دست کو جس سے وہ مشین چلائی جاتی تھی ہاتھ میں پکڑ کر حاکم کے اشارہ کے منتظر کھڑے تھے، لیکن وہ اب بھی پس و پیش میں تھا۔ ہوریشس نے گھٹنوں کے بل ہو کر رو رو اپنے دوست کی منت کی کہ اب بھی کہا مانو۔ پادری نموڈیکس کی پیاری حلیم آنکھیں جو دُعا میں بند تھیں، اب پھر کھلیں اور اُس نے اپنے بد بخت دوست پر محبت بھری نگاہوں سے دیکھ کر کہا " ہوریشس جاؤ۔ یہ تُمہارے لیے کوئی تماشا کی جگہ نہیں۔ تُمہارے غم پر مُجھے رقت آتی ہے لیکن خدا کے فضل سے میں اپنے ارادہ کو نہ بدلوں گا میں تُمہاری منت کرتا ہوں کہ جاؤ، مُجھے دِق نہ کرو۔"

ہوریشس نے دل شکستگی میں رو رو کر کہا کیو تُم نے مُجھے مُعاف کیا۔ اس دکھ کے لیے جو میں نے تُمہاری ایذا رسانی میں لیا۔ مُجھے مُعاف کرو۔ اس دُنیا سے جو تُمہارے لائق نہیں رخصت ہونے سے پیشتر مُجھے یہ تو کہتے جاؤ کہ تمہارے دل میں میری طرف سے کوئی گلہ نہیں۔ پادری نموڈیکس! میرے یہ خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ اس کا انجام یہ ہوگا۔

شہید نے جواب دیا۔ میرے شفیق! مَیں تُمہیں ویسے ہی مُعاف کرتا ہوں جیسے مَیں خود مُعافی کا اُمیدوار ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کہ میرے ہی سبب تُمہارے خاندان کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ مَیں تُم سے مُعافی مانگتا ہوں۔ ہوریشس: کیا تُم مُجھے مُعاف کرتے ہو؟

ہوریشس نے پادری نموڈیکس کی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا، ہاں میں مُعاف کرتا

ہوں اور پھر گھٹنوں سے اُٹھ کر وہ عدالت گاہ سے باہر نکل گیا کیونکہ وہ اپنے غم و رنج کو مزید ضبط نہ کر سکتا تھا۔

سیٹرنیٹس نے بڑی سنجیدہ آواز میں جلادوں کو حکم دیا۔ اپنا کام کرو۔ پہیئے آہستہ آہستہ پھرنے لگے اور بے چارے پادری نموڈیکس کے شکستہ اعضاء سے سرد پسینہ بہنے لگا۔ لیکن اُس کے لب سے آہ تک نہ نکلی۔

حاکم نے چلا کر کہا۔ ہائے اُسے چھوڑ دو، اور دھڑام سے پادری نموڈیکس کا شکستہ بدن زمین پر گر پڑا اور وہ بے ہوش ہو گیا۔

حاکم: انجن سے نکال کر اُس کے منہ میں انگور رس ڈالو۔

حاکم کے اس حکم کی اُسی وقت تعمیل ہوئی۔ اکنیوٹس اور ضبط نہ کر سکا اور پادری نموڈیکس کے پاس آ کر اس اُمید اُس کی نبض دیکھنے لگا کہ وہ بند ہو گئی ہو گی اور یہ شریف مسیحی اپنے آرام میں داخل ہو گیا ہوگا۔ لیکن نہیں۔ آب انگور سے اُسے کچھ ہوش آ گیا، اور ایک گہری سانس لے کر اُس نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور ہلکے سے تبسم سے اکنیوٹس کی طرف دیکھ کر کہا، آہ۔ میں ابھی تک زندہ ہوں۔ کاش کہ یہ مصیبت ختم ہو گئی ہوتی۔ لیکن خدا کی مرضی پوری ہو۔

سیٹرنیٹس: کیا اب بھی تُم کہا مانو گے۔ سپاہیو! اسے اُٹھا کر کرسی پر بٹھاؤ۔

اب پادری نموڈیکس اپنے حاکم اور مدعیوں کے روبرو بیٹھا تھا۔ لیکن اُنہوں نے تبدیلی ارادہ میں کوئی نشان نہ پائے۔ فیلیٹس نے پروکونسل کے کان میں کہا اس اذیت کو پھر دہرایئے اور اُسے ایک اور موقعہ دیجیے۔

سیٹرنینس نے قیدی سے کہا۔ مجھے اب بھی جواب دو۔ کیا تم کہا مانو گے یا پھر اس سے بھی زیادہ مصیبت اُٹھاؤ گے۔

پادری نمووئیکس: میں مسیحی ہوں، میں کبھی منکر نہ ہوں گا اور اُس نے اپنے لبے چوغے کے بند کھول کر ایک سفید جامہ نکالا جس پر فیلکس کا نام لکھا تھا اور اُس کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ فیلکس! دیکھو یہ صاف بے داغ لبادہ جو تمہارے ایمان کا نشان اور اس امر کا گواہ ہے کہ تم نے اس دین کو مانا اور پھر اُس سے انکار کیا، اس نشان کا واسطہ دے کر میں تمہیں کہتا ہوں کہ تو بہ کرو اور پھرو۔ ہاں اُسی کا واسطہ دے کر جسے اب تم ستاتے ہو یعنی اُس کے بندوں کو ستا کر اُسے ستاتے ہو۔ میں تمہاری منت کرتا ہوں کہ اس بُت پرستی کو جو تم نے پھر اختیار کر لی ہے ترک کرو اور اپنی ناشادمان روح کے لیے مسیح کی رحمت کی گود میں آ پناہ لو۔ اُس کے بازو تمہیں قبول کرنے کو ابھی تک کھلے ہیں۔ وہ جو مہربان اور معاف کرنے والا ہے ابھی تک تمہارا منتظر ہے۔ اوہ! فیلکس! اب بھی یہ کرو اور ہماری وہ دوستی جس میں خلل پڑ گیا، ہمارے منجی کے حضور اسی وقت پھر بحال ہو جائے گی۔

فیلکس کی آنکھوں میں یُوں اپنے ایمان اور پھر انکار کی بات سُن کر غضب کا شعلہ بھڑک اُٹھا، اور اُس کا خون جوش مارنے لگا۔ وہ اپنے دانت کچکپاتا تھا، اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے شکار پر ابھی پڑا کہ پڑا لیکن اُس نے بہت ضبط کیا اور پادری نمووئیکس کی طرف بڑی حقارت سے دیکھ کر پروکونسل سے کہا۔ اس اذیت کو پھر دُہرایے اور اس شرمناک نظارے کو دیکھیے۔

لیکن سیٹرنینس نے انکار کیا۔ وہ جان گیا کہ اب ایذا و مصیبت سے یہ بہادر

سمجی اپنے ارادہ سے باز نہیں آئے گا، اور وہ غیر ضروری تکلیف اُسے پہنچانا نہ چاہتا تھا۔

پھر اُس نے حکم دیا۔ اُسے مقتل کو لے جاؤ۔ فوراً اُسے گرفتار کر کے ایک گاڑی میں جو تیار کھڑی تھی بٹھا دیا۔ اور بھی کئی قیدی جو وقتاً فوقتاً مجرم ٹھہرائے گئے اور طرح طرح کی مصیبتیں اُٹھا چکے تھے، اُس کے ساتھ بھیجے گئے۔ اُن میں سے کئی ایک کو وہ جانتا تھا اور جب اُنہوں نے اپنے پاسٹر کو کمرۂ عدالت سے نکلتے دیکھا تو خوشی کا نعرہ مارا۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک یہ اپنا آخری فیصلہ نہ دے چکے ہمارا مقتل کو لے جانا ملتوی رہے گا، اور اُس کی ثابت قدمی پر اُنہیں ذرا بھی شک نہ آیا تو خوشی کا نعرہ مارا۔ اُس نے ایک تبسم سے اُن کے سلام کا جواب دیا اور اُن کا شکریہ ادا کیا۔ جبکہ عام لوگوں کی طرف سے یہ نعرہ گونج رہا تھا کہ "عیسائیوں کو آگ میں ڈالو۔"

....

ل یہ امر واقعی ہے کہ کارتھیج کے ایک شہید نے غالباً اپنے ایک برگشتہ مُندی کو اُس کے شکستہ وعدے یاد دلائے اور اُسے اُبھارا کہ اب بھی تائب ہو کر مسیح کی طرف پھرے۔

گیارھواں باب

حیرت افزا منظر

کدھر گئی نور کی وہ رویت　　کہاں رُخ اپنا چھپا رہی ہے
زمیں کا نقشہ پلٹ گیا ہے　　یہ کیسی تاریکی چھا رہی ہے
کچھ ایسی جادو کی تھی وہ ظلمت　　نہ کھلنے پائی تھی چشمِ حیرت
کہ رُوح اس عنصری قفس سے　　فلک پہ آزاد جا رہی ہے

اکنیولیس بھی اُن کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ پادری نموڈیکس کی سب سے بھاری تکلیف دہ شکنجے سے اُس کی اعضا شکنی کے دردناک نظارے کو تو وہ دیکھ چکا تھا اور اب جب تک اُس کی فتح مند رُوح اپنے آرام میں داخل نہ ہولے وُہ اُسے اپنی نظروں سے اوجھل نہ کرنا چاہتا تھا۔ اُن کا گزر کئی بازاروں سے ہُوا، اور جب وُہ پادری نموڈیکس کے مکان کے نزدیک پہنچے تو اُس کا دل اندر ہی اندر دھڑکنے لگا کہ ہائے کہیں اس شور وغل سے مارسلاؔ کو اس واقعہ کی خبر نہ ہو جائے۔ وُہ حاکمِ اعلیٰ سے عرض کرنے ہی کو تھا کہ قیدی دُوسری راہ سے مقتل کو پہنچائے جائیں کہ کیا دیکھتا ہے کہ مارسلاؔ، فلمونہؔ کا ہاتھ پکڑے اپنے مکان کی طرف سے آ رہی ہے۔ اُس کی درخواست پر وُہ عدالت گاہ کو جانے سے تو رُکی رہی لیکن اُسے پُورا یقین تھا کہ میرا پیارا مقدس باپ اپنے ایمان سے کبھی بھی انکار نہیں

کرے گا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ اُس کی زندگی کا آخری سفر ہے اور وہ اُس کا منہ دیکھنے کی نہایت مشتاق تھی۔ اُس نے ایک خادم کو ٹاؤن ہال کے پاس کھڑا کیا تھا کہ بھیڑ کے نعروں سے معلوم کرے کہ اُس کے باپ کی قسمت پر مُہر لگ گئی اور اس دُنیا میں سے وہ اپنا آخری سفر شروع کرنے پر ہے۔ اُس نے دریافت کر لیا تھا کہ قیدیوں کو کس راہ سے لے جائیں گے اور وہ خترانہ محبت سے مغلوب ہو دروازے پر کھڑی اپنے باپ کی منتظر تھی۔

پہلی ہی نظر میں اُس نے اپنے باپ کو پہچان لیا۔ وہ شکستہ بدن ایک گاڑی میں پڑا تھا اور خادم اُسے تھامے تھا۔ اُس کی موت کا صدمہ اُٹھانے کو تو وہ تیار تھی، وہاں اُسے ایک لمبی الوداع کہنے کو بھی تیار، لیکن اُسے اس حالت میں دیکھنا اُس کی برداشت سے باہر تھا۔ اُس کی مصیبتوں کو خیال میں لا کر اُس نے بمشکل تمام اپنے آپ کو ضبط کیا۔ لیکن اب اکنیولیس اُس کے پاس کھڑا سہارا دے رہا تھا۔

مارسلا نے چپکے سے کہا، مجھے باپ کے پاس لے چلو کہ آخری بار اُسے بوسہ دوں اور اُس سے برکت پاؤں۔ اکنیولیس! میں اس کی برداشت کر سکتی ہوں۔ آہ بے شک میں برداشت کر سکتی ہوں اور جب اُس نے دیکھا کہ اکنیولیس پس و پیش میں ہے تو وہ بار بار یُوں ہی کہتی گئی۔ پھر وہ آگے کو بڑھی اور اکنیولیس نے جان لیا کہ وہ اپنے ارادہ سے باز نہیں رہے گی تو اُس کا ہاتھ پکڑ کر فلسونہ کو ساتھ لیے بھیڑ میں سے راہ چیرتا اُس گاڑی کے پاس جا پہنچا جس میں اُس کا باپ تھا۔ اُس کے اشارہ پر گاڑی بان نے گھوڑوں کو ٹھہرا لیا اور پادری نموڈیکس نے اپنی بند آنکھیں کھولیں اور اپنی پیاری بیٹی کے دیکھنے پر خوشی سے چونک اُٹھا۔

لیکن مارسلا بول نہ سکی۔ اُس کے زرد رُخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے۔ اُس نے پیارے باپ سے بغل گیر ہو کر اُس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ نموڈیکس نے یوں کلام کیا:

میری پیاری بیٹی! تُم اُن لوگوں کی مانند جو بے اُمید ہوں غم نہ کرو۔ ہماری جُدائی صرف چند روزہ ہے۔ ہم پھر اکٹھے ملیں گے جہاں پھر کبھی جُدائی نہ ہوگی۔ میں تُم سے پیشتر اپنے باپ اور تُمہارے باپ، اپنے خُدا اور تُمہارے خُدا کی حضوری میں جاتا ہوں۔ میں تُمہاری مُبارک ماں، اپنی مقدس سینے اور اُس پُر جلال جماعت میں جو ایمان میں یہاں سے کوچ کر گئے، شامل ہونے کو جاتا ہوں۔ لیکن ہاں اس سے بڑھ کر میں اپنے مُنجی کے ساتھ رہنے کو رُخصت ہوتا ہوں۔ اُس کے ساتھ جس نے اپنے باپ کے مکان میں مُجھے جگہ دینے کے لیے جان دی۔ میری بیٹی! میری پیاری مارسلا! موت تک ایمان دار رہ اور وُہ تجھے زندگی کا تاج دے گا۔ میری پیاری بیٹی مُجھ سے اِس کا وعدہ کر و تا کہ میں کامل اطمینان سے مروں۔

مارسلا اُٹھی۔ اپنے باپ کے لہجے اور سنجیدہ آواز سے وُہ تسلّی اور محبت پا گئی۔ آسمانی خیالات میں خلل انداز ہونا چاہا مگر اُس کا دل اندر سے کانپ رہا تھا تاہم اُس نے بڑے استقلال سے جواب دیا۔

خُدا کے فضل سے میں آسمان میں تمہارے پیچھے آؤں گی۔ اگر چہ مُجھے مصیبت واذیت کی ایسی راہ سے بھی کیوں نہ گزرنا پڑے۔

تو پھر میری پیاری مارسلا یہ لو، زمین پر الوداع۔ خُداوند یسوع مسیح کا باپ اور خُدا تُمہاری مدد کرے اور اُس کی رُوح تُمہاری رہبر ہو۔ میری بیٹی مُجھے پھر بوسہ دو اور جاؤ،

گھر جا کر میرے لئے دُعا کرو۔ اس وقت تم میرے لئے یہی کر سکتی ہو۔

مارسلا نے بولنے کی ہزار کوشش کی۔ لیکن الفاظ اُس کے لبوں ہی میں رہے۔

اُس نے اپنے باپ کی پیشانی پر ایک اور بوسہ دیا اور شکستہ دل وہاں سے واپس آئی۔

اکنیولیس نے گاڑی بان کو اشارہ کیا کہ آگے بڑھے اور فلوتی کے ہمراہ اس شکستہ دل لڑکی کو گھر پہنچا آیا، کیونکہ مارسلا نے اکنیولیس کو اپنے پاس ٹھہرنے نہ دیا۔ بلکہ اُس سے کہا کہ مقتل کو جاؤ۔ میرے باپ کے ساتھ جاؤ کہ وہ ان وحشی دشمنوں میں ایک دوست کا مُنہ تو دیکھے۔ میرا فکر نہ کرو۔ میں اس غم آگیں گھڑی کو دُعا میں گزاروں گی تا کہ میرے باپ کی تکلیفوں کا خاتمہ جلد ہو، اور اُس کی روح اپنے شفیع کی حضوری میں شادمانی پائے۔

اکنیولیس نے اُس کا کہا مانا اور مقتل کے احاطہ میں داخل ہوتے ہوئے اُس بھیڑ کو جالیا۔

جیسے بھیڑ ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں، اُنہوں نے قیدیوں کو گاڑیوں سے اُتار کر لوہے کی زنجیروں سے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر ہر ایک کے گرد لکڑیوں کے گٹھے رکھ کر اُنہیں آگ لگا دی۔ شعلوں اور دھوئیں نے اُنہیں اپنی لپیٹ لے لیا اور ہر ایک کو اُن کی مصیبتوں سے فوراً رہائی ملی۔ گاڑی بان کو اشارہ کیا کہ آگے بڑھے اور فلیمیتی کے ہمراہ اس شکستہ دل لڑکی کو گھر پہنچا آیا، کیونکہ مارسلا نے اکنیولیس کو اپنے پاس ٹھہرنے نہ دیا۔ بلکہ اُس سے کہا کہ مقتل کو جاؤ۔ میرے باپ کے ساتھ جاؤ کہ وہ ان وحشی دشمنوں میں ایک دوست کا مُنہ تو دیکھے۔ میری فکر نہ کرو۔ میں اس غم آگیں گھڑی کو دُعا میں گزاروں گی تا کہ میرے باپ کی تکلیفوں کا خاتمہ جلد ہو، اور اُس کی روح اپنے شفیع کی حضوری میں شادمانی پائے۔ اکنیولیس نے اُس کا کہا مانا اور

مقتل کے احاطہ میں داخل ہوتے ہُوئے اُس بھیڑ کو جا لیا۔

جیسے بھیڑ جسے ذبح کرنے کو لے جاتے ہیں، اُنہوں نے قیدیوں کو گاڑیوں سے اُتار کر لوہے کی زنجیروں سے ستونوں سے باندھ دیا۔ پھر ہر ایک کے گرد لکڑیوں کے گٹھے رکھ کر انہیں آگ لگا دی۔ شعلوں اور دھوئیں نے اُنہیں ملفوف کر لیا اور کئی ایک کو اُن کی مصیبتوں سے فوراً رہائی ملی۔ پادری نموڈیکس کو اُنہوں نے سب سے پیچھے گاڑی سے اُتارا تھا۔ اُس کے کئی رفیق اُس وقت تک اپنے ابدی آرام میں داخل ہو چکے تھے اور کئی اپنی آخری دُعائیں مانگ رہے اور خدا کی حمد و ستائش کے گیت گا رہے تھے۔ اب پادری نموڈیکس کے ستون کو آگ لگائی گئی کہ ایک پاکیزہ اور برّے کے خُون سے دھوئی اور صاف کی ہُوئی رُوح کو مصیبتوں سے چھُڑائیں۔ پادری نموڈیکس نے اپنی آنکھیں اُوپر آسمان کو اُٹھائیں اور جب شعلے اُس کے شکستہ اعضا کو جلا رہے تھے تو اُس نے وہ فتح مندی کا گیت گایا، جو مسیحی کلیسیا کی خُوشی کا باعث تھا۔ کئی مرتے دم شہیدوں نے اُس کا جواب دیا اور اُس کے ہم آواز ہو کر اُس گیت میں شریک ہُوئے اور بُت پرست تماشائیوں نے وہ پُر جلال نظارہ دیکھا جو ایذا رسانی کے اُن دِنوں میں عام تھا۔ اُنہوں نے جان لیا کہ کیونکر یہ مسیحی ایماندار جان کنی کی حالت میں فتحیابی کے نعرے بُلند کرتے اور موت کو تسلی اور خُوشی کا ہار سمجھتے ہُوئے گلے لگا لیتے ہیں۔

وہ وحشی بُت پرست لوگ یہ دیکھ کر کہنے لگے: "یہ مسیحی فتح مندی کا گیت ہمارے بُتوں کی توہین ہے۔" شعلوں کو دیکھ دیکھ اور اُن پر لکڑیاں ڈال ڈال کر وہ تھک گئے تھے۔ اور اب اُنہوں نے پتھر اُٹھا کر مارنے شروع کیے کہ اُن مسیحیوں کی جان جلد نکلے اور اس نغمہ سرائی کا

خاتمہ ہو۔ جس زنجیر سے پادری نموڈیکس بندھا تھا وہ کسی طرح کھل گئی اور اُس کا جلتا بدن جلتی لکڑیوں کے انبار پر آ گرا اور اُس پر پتھروں کا ڈھیر لگ گیا۔ بھیڑ نے خوشی اور فخر کا نعرہ مارا اور اُن مسیحیوں کی موت سے خوش ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چلتے بنے۔

اکنیولیس نے آ کر مارسلا کو سب حال بتایا کہ کیونکر پادری نموڈیکس نے ستائش کا گیت گاتے گاتے جان دی۔ اب وہ اُس کی نجات یافتہ روح کے لیے خدا کا شکر کرتی تھی۔ اُس کی مصیبتیں اور آزمائشیں ختم ہو گئیں۔ اُسے یقین تھا کہ وہ مسیح کے پاس ہے۔ تاہم ایک فکر اُسے اب بھی ستا رہی تھی، کہ ہائے میرے باپ کا مُردہ جسم پرندوں کا شکار بنے گا۔ اُس نے اکنیولیس کی منت کی کہ رات کو میرے ہمراہ چل کر لاش کو اٹھا دو۔ اکنیولیس فوراً راضی ہو گیا گو اُسے بخوبی معلوم تھا کہ اس میں مارسلا کے لیے خطرہ ہے۔ آخر یہ قرار پایا کہ وہ رات کو پھر اس جگہ آئے۔ فلوسنہ نے ذمہ لیا کہ میرا خاوند ریوڈیکس تمہیں ملے گا اور ہر طرح کی مدد دے گا۔ اس دوران اکنیولیس اپنے گھر کو آیا کہ دیکھے اپنے باپ کی حالت کیا ہے۔ اور دیویا اور جولیس کو خبر دے کہ اُن کی سہیلی مارسلا ایسی بڑی مصیبتوں میں بھی اپنے ایمان میں مضبوط اور خوش ہے۔

ہوریشس کو اُس نے بڑا غمگین و افسردہ پایا۔ وہ اس خیال کو فراموش نہیں کر سکتا تھا کہ اپنے دوست کی موت کا باعث میں ہی ہوں۔ ہوریشس اور پورشیا اور اُس کے بچے اور بچی سبھوں نے بڑے شوق سے سنا کہ کیونکر پادری نموڈیکس اور مارسلا ایسے وقت میں بھی دلیر اور ثابت قدم رہے اور سبھوں نے صلاح کی کہ کسی بہتر طریق سے اُسے دفنا میں پہنچا دیں۔ ہوریشس کہنے لگا "اس نقصان کی تلافی جو میں نے پادری نموڈیکس

پہنچایا، ایک ہی طرح سے ہو سکتی ہے کہ اُس کی بیٹی پر نظرِ التفات رکھے۔" اُس نے تجویز کی کہ اگلے ہی دن اُسے اپنے چند معتبر نوکروں کی زیرِ حفاظت یوٹیکا بھجوا دے کہ وہاں اُس کے ایک معزز دوست کے ہاں ٹھہرے اور جب لوگوں کے دلوں سے یہ جوش جاتا رہے تو اُس کی اقامت کا کوئی اور بندوبست کرے۔ اکٹیوئیس نے اِس تجویز کو منظور کیا اور اُس کا گرویدۂ احسان بن گیا اور غروبِ آفتاب کے وقت اپنے گھر والوں کو کل کیفیت بتا کر مارسلا کی طرف روانہ ہُوا۔

مارسلا اور فلموتہ تیار بیٹھی تھیں اور وہ سب اکٹھے مقتل کو روانہ ہوئے۔ جس جگہ دن کو ایسا شور وغل سُنائی دیتا تھا وہاں اب خاموشی کا عالم تھا اور جس جگہ شعلے روشن تھے، وہاں اب بالکل تاریکی چھائی تھی۔ انہوں نے کئی کتوں کی آوازیں سُنیں جو اپنے شکار پر جھپٹ رہے تھے۔ اس پر مارسلا کانپ اُٹھی اور جلدی سے اُس طرف کو دوڑی جہاں اکٹیوئیس نے اُس کے باپ کو شعلوں میں گرتے دیکھا تھا۔ اُن چراغوں سے جو فلموتہ اور ریوکیٹس کے ہاتھوں میں تھے مدھم سی روشنی پڑ رہی تھی اور جب مارسلا کی نظر چند شہیدوں کے شکستہ اعضا پر جو ابھی تک ستونوں سے بندھے تھے پڑی، تو اُس کا دل سوسو آنسو رونے لگا۔

چُپ چاپ بہ دلِ اندوہ گیں مارسلا اور اُس کے رفیق اُس وحشت خیز مقام پر پہنچے۔ اکٹیوئیس نے پادری نموڈیکس کے جسم سے پتھروں کو اُٹھایا۔ آگ سے اُس مُبارک جسم کو بہت ضرر نہیں پہنچا تھا، کیونکہ وہ آخری شہید تھا جسے انہوں نے مقتل پر ستون سے باندھا تھا اور ابھی شعلوں کو اپنا کام کرنے کا وقت بھی نہ ملا تھا کہ پتھروں نے اُس

کی مصیبتوں کا خاتمہ کیا اور آگ کو بجھا دیا تھا۔

اکنیوٹی اور پولیکٹی نے بڑی عزت و تکریم سے لاش کو اٹھا کر ایک بڑے کپڑے میں جو فلوتی نے بچھایا تھا، ڈالا۔ مارسلا پاس کھڑی کانپ رہی تھی۔ ایک روشنی اُس کے ہاتھ میں تھی اور وہ باپ کے بدن پر نظر ڈالنے سے ڈرتی تھی کہ کہیں اس کے اعضا کو شکستہ اور آگ سے جلا ہوا نہ پائے۔ فلوتی نے بے اختیار ایک حیرانی کا نعرہ مارا جس سے مارسلا کو نیچے نگاہ کرنی پڑی۔ اور آہ! اُسے دیکھ کر غم میں بھی کیسی خوشی ہوئی کہ اس کے باپ کے چہرے کو بالکل ضرر نہیں پہنچا تھا۔ موت میں بھی اُس کے چہرے سے تسلی و اطمینان ظاہر تھا۔

دوزانو ہو کر محبت بھری نگاہوں سے اُس مبارک چہرے کو دیکھنے لگی جس سے سخت سے سخت اذیتوں نے بھی سلامتی کے نشان کو مٹایا نہ تھا اور پھر ان سبھوں نے اُسے کفنایا۔ وہ ایک چھوٹی سی چارپائی اٹھا لائے تھے اور اس پر اُسے ڈالنے ہی کو تھے کہ اٹھا کر زمین دوز گرجا میں لے جائیں کہ یکایک مارسلا چونک اٹھی۔

وہ بڑی گھبراہٹ سے کہنے لگی۔ وہ جیتا ہے۔ وہ سانس لیتا ہے۔ اکنیوٹی نے بھی اُس کے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھا کہ ابھی دم باقی ہے۔ یہ اُمید تو انہیں مشکل سے ہو سکتی تھی کہ وہ زندہ رہے گا۔ لیکن مارسلا نے پادری نموڈیکس کے سر کو اٹھا کر اپنے گھٹنوں پر رکھ لیا۔ خادموں نے پاس سے پانی لا کر اس کے ہاتھ پاؤں دھوئے اور منہ میں پانی ڈالا۔ مارسلا کی خوشی کا بیان قلمبند کرنا نہایت مشکل ہے جب اس کے باپ نے آنکھیں کھول دیں اور اُسے غور سے دیکھنے لگا مگر معلوم ہوتا تھا کہ اس نے اُسے پہچانا نہیں۔

وہ آہستہ آہستہ بڑبڑانے لگا۔ میرے فدئی کہاں ہیں؟ کہاں ہیں میرے جلاد؟ اُس نے کہا کہ میں شہادت کا تاج پہنوں گا اور آگ میں سے گزر کر اپنے منجی کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اپنی سینہ سے جا ملوں گا۔ یہاں وہ مارسلا کو یہ نگاہ شفقت دیکھ کر ذرا زور سے بول اٹھا۔ اوہ میں اُسے دیکھتا ہوں۔ وہ آسمانی بارگاہوں میں مجھے لینے کو آئی ہے۔ ہاں یہ ہے برکت۔

یہ کہہ کر اُس کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اُسے غش آ گیا۔ بڑی مشکلوں کے بعد اُسے پھر ہوش آیا۔ آخر اُس نے اُنہیں پہچان لیا اور اُس دن کے سب واقعات اُسے یاد آ گئے۔ پادری نموڈیکس کو اس رنج وافکار اور گناہوں کی دُنیا میں پھر آنے سے رنج تو ضرور ہوا ہوگا لیکن اپنی بیٹی کے رُوئے خنداں کو دیکھ کر اُس کے غم سب غلط ہو گئے اور اپنے مسیحی دوستوں کے ساتھ مل کر اُس نے اپنی جان کی سلامتی کے لیے خدا کا شکر کیا۔

پادری نموڈیکس نہایت نحیف و کمزور ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خود اُٹھ بیٹھ نہیں سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ وہ مطلق پہچانا نہ جاتا۔ پھر بھی اُنہوں نے اُسے گاڑی پر ڈال کر اُس پر ایسا کپڑا ڈال دیا کہ وہ مُردہ لاش معلوم ہو اور اُسے گرجا میں لے آئے۔ مارسلا اور فلومنہ گھر بھاگی گئیں کہ اُس کے لیے کپڑے اور ضروری خوراک لائیں۔ آدھی رات کے وقت وہ گرجا میں پادری نموڈیکس کے پاس گئیں۔ اُس کی حالت اچھی نظر آتی تھی۔ زمین پر اُس کا بستر لگا دیا، اور اُسے تھوڑا تھوڑا کھانے کو دیتی رہیں۔ فلومنہ اور اُس کا خاوند تو مجبوراً رخصت ہوئے لیکن اکنیولیس نے چاہا کہ مارسلا کے پاس ٹھہر کر اُس کی مدد کرے لیکن اس حالت میں یہ مناسب نہ تھا کہ وہ اتنی دیر ٹھہرتا۔ سو مجبوراً رخصت ہوا مگر

یہ کہتا گیا کہ صبح ہی گاڑی لے کر آؤں گا کہ باپ بیٹی کو یوٹیکا لے جاؤں۔

مارسلا ساری رات متفکر و حیران باپ کے بستر کے پاس بیٹھی رہی۔ پادری نموڈیکس بہت کمزور ہو گیا تھا اور وہ ڈرتی تھی کہ کہیں یہ آئی برکت پھر ہاتھوں سے جاتی نہ رہے۔ صبح سویرے ہی اکنیولیس اپنے وعدے کے مطابق آ حاضر ہوا۔ وہ ایک مقوی غذا بھی جو دیویہ اور اُس کی ماں نے پکائی تھی لایا اور اُس سے پادری نموڈیکس کو بہت فائدہ ہوا۔ نموڈیکس کی ایک خادمہ بھی اکنیولیس کے ہمراہ آ گئی تھی۔ وہ تھی تو بت پرست مگر اپنی آزادی کے لیے پادری نموڈیکس کی ممنون احسان ہونے کے باعث قابل اعتبار تھی۔ اور گاڑی میں اُن کے ساتھ بیٹھ گئی۔ کوچ بان کی جگہ اکنیولیس خود بیٹھا اور جتنی جلدی ہو سکا وہ یوٹیکا جا پہنچے جس خاندان کے نام ہوریشس نے اپنے بیٹے کو چٹھی دی تھی وہ وہاں کے نامور حالات اور اُن کے بھاگ آنے کے سبب سے واقف نہ تھے۔ انھیں صرف یہی گمان ہوا کہ پادری نموڈیکس بیمار ہے اور ہوا بدلی کے لیے آیا ہے۔ اُن دونوں کی مہمانداری میں انھوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اکنیولیس کو اس سے نہایت تسلی اور خوشی ہوئی اور وہ واپس چلا آیا کہ اُن کی آئندہ حفاظت کا فکر کرے اور کسی صورت یہ انتظام جلد ہو جائے کہ مارسلا سے اُس کی شادی ہو سکے۔

دیویہ نے بڑے شوق اور دلچسپی سے اپنے بھائی کے فکروں میں حصہ لیا۔ تاہم وہ شکستہ دل اور متفکر ہو رہی تھی۔ کئی ہفتے گزر چکے تھے کہ اُس کے خاوند نے اُس کی خبر نہ لی تھی۔ ظاہرا تو اُس نے کچھ پروا نہ کی اور ملاقات کرنے کے جو جو پیغام وہ بھیجتی رہی اُن کا بھی اُس نے جواب نہ دیا، لیکن اصل میں وہ بے پروا نہ تھا۔ اس جدائی کا صدمہ اُس

کا دل ہی جاتا تھا۔ اُسے اُمید تھی کہ ان سختیوں سے وہ اپنی بیوقوفی سے توبہ کرے گی۔ کیونکہ اُسے بخوبی معلوم تھا کہ وہ اُس سے کیسی محبت رکھتی ہے۔ اسے خیال تک نہ تھا کہ روحانی باتیں ایسی اعلیٰ اور مضبوط ہوتی ہیں اور وہ دنیاوی محبت پر غالب آجاتی ہیں۔ اُس نے ٹھان لیا کہ جب تک میری بیوی اپنے ان خیالوں کی پابند رہے میں اسے کبھی اپنی چھت تلے نہ آنے دوں گا۔ لیکن اُسے مطلق اُمید نہ تھی کہ وہ ایسی ثابت قدم اور مضبوط رہے گی۔ جب کئی دن اور ہفتے گزر گئے اور اُس کے خیالات میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو اُس کے دل میں ایک قسم کا غصہ سا پیدا ہوا۔ یہ تو سچ ہے کہ ان دنوں دیویہ کا جسم ڈھلتا اور کمزور ہوتا گیا۔ تاہم اُس کی روح ایک زندہ ایمان پر قائم تھی، اور وہ مضبوط ہوتی گئی۔ اُسے اب یہی راحت باقی رہ گئی کہ وہ اپنی چھوٹی بیٹی ایلیوا کو برابر تعلیم دیا کرے اور بچی نے روحانیت میں ایسی نمایاں ترقی کی کہ خود دیویہ بھی حیران رہ گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ شہادت کی روح اُس کمسن ایماندار میں ہے، اور وہ اپنی ماں سے اکثر کہا کرتی تھی، کہ امّاں جان آپ میری فکر نہ کریں میں خداوند یسوع مسیح کی محبت کا انکار کرنے کی نسبت مرنا قبول کروں گی۔

ایلیوا اپنی نانی پورشیا سے اپنے منجی کی محبت کا اکثر ایسے دلکش میٹھے میٹھے لفظوں میں بیان کیا کرتی تھی، کہ وہ اُسے کچھ کہہ نہ سکی اور آخرکار اُسے کچھ دلچسپی سی پیدا ہوگئی، اور اُس کی تعلیم کی صداقت دریافت کرنے کا شوق اُس کو دامن گیر ہوا جس نے نہ صرف اُس کی بیٹی بلکہ ایلیوا کے دل پر بھی ایسا اثر کیا تھا۔

۱ تھوڑی مدت بعد وہ مسیحی دین کی صداقت کی قائل [illegible]
اگر پورشیا غرور و خوف اور تعصب سے باز نہ رہتی تو اُس وقت [illegible]
اقرار کرتی لیکن کچھ ایسے خیالات سے وہ پیچھے ہٹی رہی اور وہ [illegible]
جو اُس کے دل اور خیالوں میں پیدا ہو گئی تھی، اپنے خاوند اور بچوں سے [illegible]
رہی۔ ہو سکتا تو وہ اپنے آپ سے بھی اس بات کو چھپاتی، لیکن ضمیر کی [illegible] بہت
زور آور ہے، اور دل ہی دل میں مانتی تھی کہ یسوع ناصری خدا کا بیٹا [illegible]
نجات دہندہ ہے اور اگر دیویہ اور اُس کے بھائیوں کو معلوم ہوتا کہ [illegible]
ماں اُن کی ہم خیال اور ہم ایمان ہے تو کیسی خوشی سے وہ تمام [illegible]
مصیبتوں کو اُٹھاتے۔ لیکن فی الحال اس خوشی سے وہ محروم رہے اور سخت سے
سخت مصیبتیں اُن کے سر پر کھڑی رہیں۔

....

---

۱ دیویہ پرپتیوا کے خاندان کے تمام شرکا سوائے باپ کے قربان ہی دنوں میں [illegible]
"قیصری کی دینی تواریخ"۔

بارھواں باب

بہادر لڑکی

میرا فضل تیرے لیے کافی ہے کیونکہ میری قدرت کمزوری میں پوری ہوتی ہے۔ (۲ کرنتھیوں ۱۲:۹)

ہمارے اس بیان کے بعد چند اور ہفتے امن وامان سے گزر گئے اور دیویا اپنے ایمان پر جوں کی توں قائم رہی۔ اُس کے بُت پرست اُستادوں کی کوئی دلیل بھی کارگر نہ ٹھہری۔ ہاں اپنے خاوند سے ملنے کی اُمید نے بھی اُس پر کچھ اثر نہ ڈالا۔ مارکس کے صبر کی بھی کوئی حد تھی اور اُس کے باپ نے بھی اُس کے دل میں کئی کئی طرح کے خیال ڈال کر اُسے مشتعل کیا کہ دیویا کو ہولیس اور اُس کے والدین کے ساتھ اور رہنے نہ دے۔ فیلکس اس مہربانی کے لیے جو دورانِ مقدمہ میں ہوریشس اور اُس کے دونوں بیٹوں نے پادری نوویکس اور اُس کی بیٹی مارسلا پر دکھائی سخت ناراض اور اس امر کے درپے تھا کہ اُن سب باتوں کا بدلہ لے اور اس مقصد کی انجام دہی کے لیے اپنے بیٹے کی بیوی ہاں حسین و شریف دیویا پر مصیبتیں لانے کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا۔

اس کینے اور غضب آلود مقصد کی انجام دہی کے لیے اُس نے مارکس کے دل میں نہ صرف اُس کی بیوی کے رشتہ داروں بلکہ خود دیویا اور اُس کی پیاری بیٹی کے خلاف

بدظنی پیدا کرنے کی کوشش کی، اور اُسے بزور سمجھایا کہ دیویہ کو راہِ راست پر لانے کے لیے زیادہ سختی درکار ہے۔ پہلے تو مارکس مانتا نہ تھا اور وہ کہتا تھا کہ سب سے سخت سزا یہی ہے کہ جب تک وہ اپنی غلطی نہ چھوڑے میں اُس سے جدا رہوں۔ لیکن فیلیکس بھی بلا کا آدمی تھا۔ اُس نے مارکس کی مایوس محبت اور اُس کے صدمہ رسیدہ غرور سے کام لے کر اپنا کام بنا ہی لیا۔ اُس نے اُسے واضح طور پر سمجھا دیا کہ جب تک دیویہ اپنے والدین کے زیرِ سایہ ہے، اُس سے اپنی بات منوانے کی توقع رکھنا فضول ہے، اور اگر اُسے خوب کھول کر سمجھا دیا جائے کہ تمہاری اس ضد اور ہٹ دھرمی کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہیں نہ صرف اپنے خاوند بلکہ والدین سے بھی علیحدہ اور الگ رہنا پڑے گا اور تم ہر طرح کے آرام و راحت سے بھی محروم کی جاؤ گی تو ممکن ہے کہ وہ پھر ہوش سنبھالے اور ہمارا کہا مانے۔ مارکس کو راضی کرنے کے لیے اس فریبی مجسٹریٹ فیلیکس نے اُسے یہ بھی یقین دلایا کہ ان سب تجاویز میں پروکونسل کی صلاح لی جائے گی، اور اُس سے یہ وعدہ بھی لیا جائے گا کہ اگر دیویہ نئی دین قبول کرنے کی مجرم قرار پائے تو اُس کی سزا یہ ہو کہ جب تک اُس کا خاوند چاہے وہ کارتھیج اور اُس کے گرد و نواح سے جلاوطن رہے۔ اگر مناسب ہو تو اس سے بھی زیادہ سزا کی دھمکی دی جائے گی۔ شاید وہ ڈر کر مان جائے۔ مارکس جانتا تھا کہ دیویہ بڑی بھولی بھالی اور بزدل سی لڑکی ہے اور اُسے ذرا بھی شک نہ تھا کہ یہ دھمکیاں کارگر نہ ٹھہریں گی۔ البتہ اُس واقعہ پر جو فیلیکس کے گھر میں ہوا، وہ جتنا سوچتا اُس کا استقلال و شجاعت دیکھ کر حیرت میں پڑ جاتا تھا۔ لیکن اُس کا گمان تھا کہ جوش جاتے رہنے کے بعد وہ ایسی ثابت قدمی نہ دکھا سکے گی، اور خصوصاً اُس وقت جبکہ غم و فکر اور بالکل علیحدہ رہنے کے باعث اُس

کے دماغی قویٰ بہت کمزور ہو گئے ہوں۔

آخر کار مارکس راضی ہو گیا کہ اس کی حسین اور پاک دامن بیوی پروکونسل سیرٹینس کی عدالت میں جواب دہی کے لیے پیش کی جائے۔ علاوہ ازیں اس نے یہ بھی مان لیا کہ مدعی بھی خود ہی ٹھہرے کہ شاید یوں دیویہ پر زیادہ اثر ہو۔ دیویہ کے خاندان کے کسی ممبر کو اطلاع دیئے بغیر تمام ابتدائی کارروائی انجام دی گئی کیونکہ فیلکس کو ڈر تھا کہ مبادا وہ اسے کہیں روپوش کر دیں اور اس کا خیال درست بھی تھا، کیونکہ دونوں بھائی بہن اپنے والدین کے چہیتے اور دلارے تھے۔ اور گو وہ ریشس اور یوریشیا دیویہ کے تبدیل مذہب پر متاسف تھے تاہم وہ کسی قسم کی تکلیف واذیت اسے پہنچنے نہ دیتے اور بھائی تو اس کے اور بھی مداح تھے۔ وہ اس کے تمام دل پسند اور حمیدہ صفات کے لیے اس سے محبت رکھتے اور اس لیے بھی اس کی عزت کرتے تھے کہ وہ اپنے مذہب کے اقرار میں ایسی ثابت قدم رہی اور ہر طرح کی خوشی اور آرام کو اس کی خاطر فدا کرنے میں دریغ نہ کیا۔

جو مصیبت اور نیا مقدمہ دیویہ پر ہونے کو تھا اس کی خبر پہلے پہلے انہیں یوں ہوئی کہ ایک دن علی الصباح ایک افسر چند سپاہی لے کر ان کے ہاں آیا اور شہنشاہ کے نام سے اس کمرے میں آ داخل ہوا جہاں سارا خاندان فراہم تھا۔ ہر ایک چہرے سے وحشت برستی تھی کیونکہ وہ اس پلنگ کے پاس جا کھڑا ہوا جس پر دیویہ اور ایلو بیٹھی تھیں اور ان کا نام پوچھ کر اپنا وارنٹ پڑھ کر سنایا اور دونوں کو گرفتار کر لیا۔

دیویہ کے چہرے پر فکر و حسرت نام کو نہ تھی اور وہ بالکل اطمینان سے کھڑی رہی

اور اپنے والدین اور بھائیوں کی منت کی کہ عزم تم نہ ہوں اور سپاہیوں کے ہمراہ چپ ہو گئی ہوئی۔ لیکن بے چاری ایلیو کو سپاہیوں کے وحشی ہاتھوں میں گرفتار اور اسے دہشت زدہ پا کر اس کا رنگ فق ہو گیا۔ اور اس نے افسر سے پوچھا کیا میری بیٹی بھی میرے ساتھ جانا ہو گا وہ تو قانون کی خلاف ورزی کرنے کے ناقابل ہے۔ کیونکہ وہ نابالغ ہے۔ اس کے کاموں کی جواب دہ میں ہی ہوں۔ میں تمہاری منت کرتی ہوں اسے میرے والدین کے پاس چھوڑ جاؤ۔

افسر نے بڑے ادب سے جواب دیا۔ جناب مجھے یہی حکم ملا ہے کہ لڑکی کو بھی حضور کے ساتھ لے کر آؤں اور مجھے حکم ماننا ضرور ہے۔ لیکن امید ہے۔ مجھے جلد موقع ملے گا کہ آپ دونو کو خوش و آزاد پھر دولت خانہ پر پہنچانے آؤں۔

اس پر دیوتیہ کے دل سے ایک سرد آہ نکلی۔ خوشی، رزمینی خوشی کی تو اسے کوئی توقع نہ تھی اور اپنے آسمانی گھر جانے کا شوق اس کو دامن گیر تھا۔ وہ جانتی تھی کہ میں کس لیے حاکم کے سامنے پیش کی جاتی ہوں، اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ ایسے مقدمات میں کیا سزا ملا کرتی تھی۔ وہ اپنی ماں کے پاس جو چپ چاپ کھڑی رو رہی تھی گئی۔ بڑھیا کے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکلا اور وہ اپنی بیٹی سے یوں گلے لگ کر ملی گویا وہ اس سے ہمیشہ کے لیے جدا ہونے کو تھی۔ حالانکہ بوڑھا شخص رو رو کر کہنے لگا، ہائے میرے بچوں کے گناہ اور بے وقوفی نے مجھے کیا کیا دن دکھائے اور وہ دیوتیہ کی منت کرنے لگا کہ اپنے ان فرائض کو جو اس کے خاوند اور والدین کی طرف ہیں خیال میں رکھے اور شہنشاہ کے جب کے حکم برحق کو توڑ کر اپنے اوپر اور مصیبت نہ لائے۔

ڈیوییہ نے کچھ جواب نہ دیا۔ اُس نے صرف اپنے پریشان حال باپ کی پیشانی اور ہاتھوں کو بوسہ دیا اور اکنیولیس کے بازو پر سہارا لئے دروازے تک افسر کے ہمراہ گئی۔ ہولیس اپنی بہن کی بیٹی ایلیوا کا ہاتھ پکڑے تھا۔ دونوں بھائیوں نے چاہا کہ عدالت میں اُس کے ساتھ جائیں، لیکن ڈیوییہ نے ایسی حالت میں مناسب نہ سمجھا کہ وہ دونوں اُس کے ساتھ عدالت میں جائیں۔ خصوصاً اس لئے کہ ہولیس پر پہلے الزام آچکا تھا، لیکن اکنیولیس جس پر ابھی کسی کو شک نہ تھا اُسے تسلی اور حوصلہ دینے کے لیے ساتھ ہو لیا۔ ہولیس بجھرا پیچھے ٹھہرا اور رخصت ہوتے وقت اُنھیں آسمانی تسلی اور روحانی قوت کی باتیں کہتا رہا۔ اُس وقت اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے تھے۔ ڈیوییہ ایلیوا کو ساتھ لئے گاڑی میں بڑے استقلال سے بیٹھ گئی اور اکنیولیس اور سپاہیوں نے گاڑی کے ساتھ ساتھ ٹاؤن ہال کی راہ لی۔ سٹیریٹیس یہاں اُن کا منتظر بیٹھا تھا۔ ڈیوییہ اب تک حیران تھی کہ میرا مدعی کون ہو سکتا ہے۔ مارکس کا تو اُسے خیال تک نہ تھا۔ اُس کا گمان تھا کہ شاید فیلکس نے کسی بدمعاش کو میری تباہی پر آمادہ کر دیا ہے، کیونکہ اُس کی بدذاتی سے وہ بخوبی آگاہ تھی۔

اُن سوالوں سے جو ایلیوا نے اُس سے اور اکنیولیس سے پوچھے وہ ان باتوں کو بھول گئی اور اُن مصیبتوں کو خیال میں لانے لگی جو اس پیاری لڑکی پر اُس کے سبب آ رہی تھیں۔ لیکن ان خیالوں سے اُس کے ارادے اور استقلال میں ذرا بھی فرق نہ آیا اور نہ ہی اُس کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ ایلیوا ان باتوں سے اپنی لاعلمی جتا کر جان بچائے۔ اس کے برعکس وہ اس تھوڑے سے وقت میں چھوٹی لڑکی کو اُس ساں کے لیے جو

ناؤن ہال میں واقع ہونے کو تھا تیار اور منتظر کرتی رہی اور اُس ایمان کی سادگی اور جرأت پر جو ایلیوا کے جواب سے پائی جاتی تھی، اُس نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔

ایلیوا بزبان شیریں کہنے لگی پیاری اماں جان! میں آپ کو شرمندہ نہ کروں گی۔ میں آپ کو دکھاؤں گی کہ میں اپنی اس محبت کا جو مسیح یسوع سے ہے اقرار کرنے سے ذرا بھی نہیں ہٹوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ اُس نے اُن سب کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا ہے جو اُس سے محبت رکھتے ہیں۔ اماں جان وہ تمہاری اور میری خبرداری کرے گا، اور اگر وہ ہمیں مار بھی ڈالیں تو ہم آسمان میں اُس کے ساتھ رہنے کو یہاں سے اکٹھے روانہ ہوں گے۔

دیویہ نے بڑی سنجیدگی سے کہا میری پیاری بچی، خدا کرے کہ یونہی ہو اور اُس کے چہرے پر جو ایسی محبت اور توکل کی نظروں سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی، اُس نے بوسہ دیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ میں ایسی بچی کی ماں ہوں۔

چند منٹوں کے عرصہ میں وہ حسین باعزت رومی عورت دیویہ اور اُس کی چھوٹی پیاری بچی ایلیوا، پروکونسل سیٹرنینس کی عدالت میں بطور ملزم کھڑی تھیں۔ نقیب نے مدعی کو آواز دی اور اُن کا مدعی مارکس آ حاضر ہوا۔

مارکس کو دیکھتے ہی ایلیوا بے اختیار بول اُٹھی، ابا جان! اگر سپاہی اُسے روک نہ لیتے تو وہ اُس سے جا لپٹتی۔

دیویہ کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا اور جب اُس نے اپنے خاوند کو پروکونسل کے پاس کھڑے ہو کر آہستہ سے کہتے سنا کہ میں ہوں ان کا مدعی، تو وہ دم بخود رہ گئی

اور جب تک وہ بولتا رہا، اُس نے نظر اُٹھا کر اُوپر کو نہ دیکھا اور کانپتے ہاتھوں سے اپنا آنچل پکڑے رہی۔ اور اُن تمام باتوں کو جو مارکس حاکم عدالت کے سوالوں کے جواب میں کہتا تھا اور جو دلائل اُس کے جُرم کے ثبوت میں اُس نے پیش کیے، سب کو سُنا۔ جب اُس کی اور ہیپیشس کی گواہی جس نے ہر بات میں اُس کی تائید کی ختم ہوگئی تو حسبِ معمول حاکم نے ملزموں سے پُوچھا کہ تُمہارا کیا عذر ہے۔ دیوتیمہ نے پھر اپنی آنکھیں اُوپر اٹھائیں اور اپنے مضطرب خاطر خاوند کے چہرے پر جو اُس پر نگاہ ڈالنے سے ڈرتا تھا نظر کی۔ اور پھر ایک لمبی سانس لے کر بڑے صاف طور پر سے کہا: "میں ان تمام الزاموں کی جو مجھ پر لگائے گئے مانتی ہوں۔"

اس پر حاکم نے کہا۔ پھر تُم مانتی ہو کہ تُم مسیحی ہو، اور جو قوانین اس نفرتی فرقے کے مٹانے کے لئے وضع کیے گئے ہیں، وہ تُم پر عائد ہوتے ہیں۔

دیوتیمہ نے بڑی نرمی سے جواب دیا۔ ہاں مَیں مسیحی ہوں اور اگر قانون مسیحی ہونے کو جُرم ٹھہراتا ہے تو مَیں سزا سے گریز نہیں کرتی۔ مَیں آپ کے سب فرمانوں کو مانتی ہوں۔

لیکن حاکم نے پُوچھا۔ کیا تُم نے سوچ لیا ہے کہ تُمہارے اس اقرار کے لیے کیا سزا مقرر ہے۔ کیا خاتون آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو ایک بھاری جُرم کا قصوروار ٹھہرایا، اور اس کی تلافی تُمہاری جان لینے ہی سے ہوسکتی ہے، اور وہ بھی ایسے طریق سے کہ جس کا مَیں آپ جیسی شریف، جوان اور معزز خاتون ہوریشس کی بیٹی سے ذکر کرتے بھی ڈرتا ہوں۔

دیویہ نے جواب میں کہا۔ ہاں میں جانتی ہوں کہ یسوع مسیح کے پیروکاروں کی مصیبتوں اور آزمائشوں کا خاتمہ مقتل پر ہوا کرتا ہے۔ اس پر اس کے رخسار سرخ ہو گئے اور اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

اس نے کہا میں یہ بھی جانتی ہوں کہ ایسی خوف ناک موت کے بعد ثابت قدم شہید کو آرام و تسلی کا مکان ملتا ہے۔ میں جانتی ہوں کہ وہاں میری آنکھوں سے سارے آنسو پونچھے جائیں گے اور میں اپنے منجی کو دیکھوں گی، اور مبارک ٹھہروں گی۔

پروکونسل سیزنیتس نے چلا کر کہا ہائے یہ بے وقوفی۔ کیا تم نے بھی ان خیالی اور وہمی خوشیوں پر دل لگایا ہے جن کے لیے ناصری مجرم کے کتنے ہی پراگندہ دماغ شاگردوں نے اس دنیا کے آرام و راحت کو کھویا۔ کیا تم نے بھی ٹھان لیا ہے کہ اپنی جان عزیز ایک ایسے فریبی کی خاطر ضائع کرو جس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا اور خود بھی ایک شرمناک موت سے اپنے آپ کو نہ بچا سکا۔

دیویہ نے اپنی آنکھیں اوپر آسمان کو اٹھا کر کہا۔ میں نہ ان چیزوں پر جو دیکھنے میں آتی ہیں، بلکہ ان چیزوں پر جو دیکھنے میں نہیں آتیں نظر کرتی ہوں۔ اور میں نے ٹھان لیا ہے کہ اس کی خاطر سب مصیبتیں اٹھاؤں جو خدا بھی تھا اور انسان بھی۔ اور جس نے مجھے دوزخ کی لاانتہا مصیبتوں سے بچانے اور آسمان میں ہمیشہ کی خوشی دینے کی خاطر رنج و غم کی زندگی کاٹی اور شرم اور مصیبتوں کی موت مرا۔

مارکس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اپنی بیوی کے استقلال پر اس نے اپنی مایوسی و غصہ کو چھپانے کے لیے منہ پھیر لیا، اور پروکونسل چپکے چپکے فیلکس سے صلاح

کرنے لگا کہ اس کی بیوی کی اس ثابت قدمی کی وضاحت ہے کی وجہ ہو سکتی ہے؟

فیلیکس نے کان میں کہا۔ اس کی لڑکی کو اقامت مذہب کے سبب سے مقلوب ہو۔ اس وقت لوگوں کی بے صبری اس نعرے سے ظاہر ہونے لگی کہ عیسائیوں کو آگ میں ڈالو۔ اور سپر فیلیکس نے دیکھ لیا کہ اس نعرے کو سنتے ہی ایلیوا کا رنگ اڑ گیا اور وہ خوف زدہ ہو کر اپنی ماں سے لپٹ گئی۔ ویویا بھی اپنی بیٹی کو یوں دیکھ کر کچھ دہشت زدہ ہو گئی۔ حاکم نے خاموشی کا حکم دیا اور پھر ان سے مخاطب ہوا۔

محترمہ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ آپ کو اپنی زندگی یا اپنے خاندان کی خوشی کا کچھ بھی خیال نہیں۔ لیکن کیا اپنی اس پیاری بیٹی کی جان کی بھی تمہیں کچھ فکر نہیں۔ کیا یہ بھی تمہاری بے وقوفی کی بھینٹ چڑھ جائے گی۔ کیا یہ بھی ناصری کی خاطر یہ سب مصیبتیں اٹھائے اور تم اس کی ماں بے صبری سے پاس کھڑی یہ سب کچھ دیکھ سکو گی۔

ویویا نے ایک بڑی دردناک آواز میں کہا۔ خداوند میری بیٹی کو سلامت رکھے۔ لیکن اگر اس کی یہی مرضی ہے تو وہ بہ نسبت اس کے کہ اپنے خداوند کا جس نے اپنے خون سے اسے خریدا ہے، انکار کرے، مجھے اس کا مرنا منظور ہے۔

حاکم نے بڑی سختی سے پوچھا۔ ایلیوا! کیا تم بھی مسیحی ہو؟ لڑکی نے ایک شکستہ آواز میں کہا۔ ہاں۔ میں ہوں۔

اور کیا تم اپنے باپ کے مذہب میں پھر آنے کی نسبت مرنا قبول کرتی ہو؟

میرا باپ تو بتوں کی پرستش کرتا ہے اور یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ مجھے امید ہے کہ وہ جلد خداوند یسوع مسیح کی پرستش کرے گا۔

حاکم نے فیلکس سے کہا کہ اس کی تعلیم خوب ہوئی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اس چھوٹی روح ہی کو پہلے توڑیں۔ اور پھر ایلوا سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میری پیاری بچی میں تمہاری ماں کے ساتھ تمہیں آگ میں ڈلوانا نہیں چاہتا۔ اگر تم اس مذبح کے پاس گھٹنے ٹیک کر ان معبودوں سے جو آسمان اور زمین پر حکومت کرتے ہیں دعا مانگو تو میں تم دونوں کو معاف کر دوں گا۔''

ایلوا۔ میں صرف ایک ہی خدا سے جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور اس کے بیٹے یسوع مسیح سے دعا کروں گی اور جھوٹے معبودوں سے جنہیں دعا سننے کی قدرت نہیں ہرگز دعا نہیں کروں گی۔

سیٹرنینس نے غصے میں آ کر کہا۔ چھوڑو اس جہالت کو۔ میں ایسا کفر سنتے سنتے تھک گیا ہوں۔ پھر ایک پہرے دار سے مخاطب ہو کر کہا، پاؤں کا شکنجہ لاؤ۔

یہ سنتے ہی ڈیوٹیہ کو غش آ گیا۔ لیکن اکٹیولیس نے جو ساتھ ہی کھڑا تھا اُسے تھام لیا، اور فوراً کرسی پر بٹھا کر تھوڑا سا انگور کا رس اُس کے منہ میں ڈالا۔ جب شکنجہ میز پر دھرا گیا تو اُس نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

پروکونسل نے حکم دیا اگر ڈیوٹیہ یا اُس کی بیٹی ایلوا اپنے بیان کو واپس نہ لیں تو لڑکی کے پاؤں کو اس میں ڈال کر ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔

ایلوا کے لبوں سے ایک دردناک چیخ نکلی اور اُس نے گھٹنوں کے بل ہو کر اپنے آپ کو ماں کے کپڑوں میں چھپا لیا اور ایسی درد انگیز آواز سے جس سے ڈیوٹیہ کا دل چھد گیا، رو کر کہنے لگی۔ اماں مجھے بچا لو۔ مجھے بچا لو۔

دیویہ نے کہا۔ تو پیاری بیٹی، کیا تمہیں بچانے کے لیے میں گناہ کروں؟

خوف زدہ لڑکی نے ہچکیاں لے لے کے کہا، اوہ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ لیکن اتنا ہو۔ اکٹھے مریں۔ وہ فوراً ہمارا سر کاٹ لیں، لیکن یوں ہمیں تکلیف نہ دیں۔

مارکس کا دل اور برداشت نہ کر سکا۔ اُس نے صاف صاف دیکھ لیا کہ کسی خطرے سے بھی میری بیوی پر اثر نہ ہوگا۔ اور اُس کی واپسی کی سب اُمیدیں رائیگاں و بے سُود ہیں۔ سو اُس نے جلدی سے حاکم کے نزدیک ہو کر کہا:

جنابِ عالی! بس یہی کافی ہے۔ ان کی جان سلامت رہے، اور انہیں کسی قسم کی جسمانی اذیت نہ پہنچائی جائے۔ میں انہیں ہمیشہ کے لیے ترک کرتا ہوں۔ جناب اب آپ اُن کی جلاوطنی کا حکم صادر فرمائیں۔ جو ایسے سنگین جرم کے لیے بہت ہی خفیف سزا ہے۔ میں خود اس پر بخوبی عمل درآمد کراؤں گا۔

مارکس پروکونسل کی نشست گاہ کے پیچھے جا کھڑا ہوا۔ اور غم و شرم سے اپنے چہرے کو ہاتھوں میں چھپا کر اپنی عزیز از جان بیوی اور بیٹی کی جلاوطنی کا حکم سُنا۔ ہائے۔ غرور۔ نادانی اور تعصب نے اُس بدبخت کو کیسا مغلوب کر لیا۔

ایلوا کی اذیت کی موقوفی پر دیویہ کی جان خوشی اور شکر گزاری سے ایسی بھر گئی کہ اُس نے اُس حکم کو سُنا تک بھی نہ اور وہیں دو زانو ہو کر بیٹی کو گود میں لیا اور جو آنسو موت یا تکلیف کے ڈر سے نکل نہ سکے تھے، اب اُس کی آنکھوں سے چھما چھم رواں تھے۔ ایلوا بھی رو رہی تھی کہ اتنے میں اُس کے بھائی نے آ کر اُسے اُٹھایا اور سزا کا حکم بتایا۔ اکٹیویس نے دیکھ لیا تھا کہ پہرے دار آ رہے ہیں کہ اُسے قید خانے میں لے جائیں،

جہاں جب تک کہ اُس کے جلاوطنی میں بھیجنے کا انتظام نہ ہو لے اُنہیں ٹھہرنا تھا۔

اُس کا بھائی آخری بار الوداع کہنے کو آیا تھا۔ دیویہ اُٹھ کر اُس سے بغل گیر ہوئی اور ہُولیس اور والدین کو تسلی کا پیغام بھیجا۔ پھر کوشش سے وہ آپے میں آ گئی اور ایگیا کا ہاتھ پکڑ کر افسر کے پیچھے پیچھے قید خانے کی راہ لی۔

جب اکوئیس نے گھر آ کر سارا حال بتایا تو ہوریشس کا گھر آہ و بکا کا منظر بن گیا تو بھی یہ سزا اُن کے گمان سے کم تھی۔ اُنہیں معلوم نہ تھا کہ اُس کا مدعی کون ہے اور وہ ڈرتے تھے کہ اُس کا انجام قتل پر نہ ہو۔ اُنہوں نے بہت چاہا کہ اُسے ایک بار پھر دیکھ سکیں۔ لیکن اجازت نہ ملی اور صرف یہی مہربانی دکھائی گئی کہ لکریشیہ قید خانے میں جا کر اُن کی خدمت کرے۔ اور اگر چاہے تو جلاوطنی میں بھی ساتھ جائے۔ وفادار انا نے بخوشی منظور کیا۔ وہ دیویہ کو دل سے چاہتی تھی اگرچہ وہ مسیحی دین کی سخت مخالف تھی۔ دیویہ کے لئے اُس کی محبت ذرا بھر بھی کم نہ ہوئی۔

ہوریشس کے خاندان کو ذرا بھی اطلاع نہ دی گئی، کہ دیویہ کس مقام کو جلاوطن کی جائے گی۔ فیلکس نے مارکس کو خوب سمجھا دیا کہ جلاوطنی میں اُس کی تکلیفیں اور مصیبتیں بڑھا دینے ہی سے بہتری کی کچھ اُمید ہو سکتی ہے، اور اگر وہ اپنے گھر کے لوگوں خصوصاً ہُولیس سے ملتی جلتی رہی تو اپنی غلطیوں پر اور بھی ضد کرے گی اور اُس کی غفلت اور مہربانی ہی ان سب باتوں کا باعث تھی۔

....

تیرھواں باب

جلاوطنی

دُکھ درد اگر ستائیں حیراں نہ ہو
اس وعدہ کو یاد رکھ ہراساں نہ ہو
دشمن ہوں تو ی کبھی پریشاں نہ ہو
جیسا تیرا دن ہو ویسی قوت ہو گی

وہ جزیرہ نما جس میں کارتھیج اور یوٹیکا دونوں شہر واقع ہیں قدیم ضلع زیوگیٹنہ کا حصہ تھا اور اب یہ ٹیونس کا علاقہ کہلاتا ہے۔ اس ضلع میں دریائے بگرویاس جواب مجردہ کے نام سے مشہور ہے، بہتا تھا۔ اس میں کئی چھوٹے دریا اور نالے آ ملتے تھے اور ان کی سیرابی سے میدان اور وادیاں کچھ کچھ زرخیز ہو گئی تھیں۔ زیوگیٹنہ کے قدیمی باشندے امرزگ[1] یا تمرزگت کہلاتے تھے اور گمان غالب ہے کہ یہ وہی لوگ تھے جواب سلطنت ٹیونس کے وحشی علاقوں میں رہتے اور بربری کہلاتے ہیں۔

جن دنوں کارتھیج اور اُس کے گرد و نواح کا علاقہ سلطنت رُوما کے زیر حکومت تھا، یہاں کے نیم وحشی باشندے جھونپڑیوں میں پہاڑوں پر رہتے تھے یا کبھی کبھی سرسبز میدانوں میں اپنے ڈیرے لگاتے۔ لیکن پھر اپنے محفوظ پہاڑی مکانوں میں چلے آتے تھے اور جیسا کہ اُن کے نام ہی سے ظاہر ہے، وہ حج[2] آزادی پسند لوت تھے اور رُومیوں کی

---

[1] امرزگ کے معنی آزاد اور شریف کے ہیں۔ [2] آزادی پسند لوت بمعنی آزادی پسند لوگ

تابعداری اُن کو گوارا نہ تھی۔ وہ اُن کے حملوں سے بھاگ کر اپنے پہاڑی غاروں میں جہاں دشمن کا پہنچنا محال تھا جا پناہ لیتے تھے۔ اُن میں سے بعض صلح پسند فرقے رومی بستیوں کے اردگرد آباد ہو گئے تھے، اور اپنے زبردست فرمانرواؤں سے میل جول رکھنے کے باعث بہت کچھ تہذیب حاصل کر لی تھی۔ انہیں چند سادہ فنون میں بھی دسترس تھی اور ان کی جھونپڑیوں کے آس پاس زراعت کے نشان پائے جاتے تھے۔ اُن کی معاش کا خاص ذریعہ بھیڑ بکریاں پالنا، جو ادھر اُدھر پہاڑوں پر چرتی تھیں، اور مچھلیاں جو اردگرد کے نالوں میں بکثرت پائی جاتی تھیں۔

اُن کی بھیڑ بکریوں پر وحشی درندے حملہ کیا کرتے اور کبھی کبھی بھوک سے مغلوب ہو کر گاؤں میں بھی آ گھستے تھے۔ رات کی خاموشی میں تلکڑ بگڑ اور چیتے کی آواز اکثر سنائی دیتی تھی اور گاؤں کے لوگوں کا یہی کام اور کھیل ہو گیا تھا کہ چیتے کا پیچھا کر کے انہیں گاؤں سے نکال دیں یا اُس کا شکار کریں۔ دریائی گھوڑا بھی کبھی دامن دریا کے پاس نظر آتا اور درختوں اور جھاڑیوں میں بھانت بھانت اور رنگ برنگ کے پرندے پائے جاتے تھے۔

جب دیویہ اور اُس کی ننھی بچی اٹیو اسقد مہ کے اگلے دن کی شام کو کارتھیج سے کوئی بیس میل مغرب کی طرف ایک وادی میں داخل ہوئیں تو اُس وقت کا نظارہ دلکش بھی تھا اور تباہی خیز بھی۔ یہ وادی ایک نالے سے سیراب ہوتی تھی جو پھر بگرداس میں جا گرتا تھا۔ اور یہاں کی زرخیزی کے باعث امرزگہ کا ایک فرقہ جو رومیوں سے صلح رکھتا تھا وہاں آ آباد ہوا۔ اس فراخ وادی میں اچھے بڑے بڑے گاؤں پائے جاتے تھے۔ سب سے

بڑا گاؤں جو خلیج سسترا کے پاس واقع تھا۔ شمال افریقہ میں سب سے محفوظ بندرگاہ تصور کیا جاتا تھا۔ تنگ آبنائے جس سے سمندر کو راہ جاتی تھی ہپووٹس کے مضبوط شہر سے محفوظ تھی۔ کسی زمانہ میں یہ شہر بڑا بارونق اور دولت مند تھا لیکن اب بالکل برباد پڑا تھا۔

دیوتیہ اور اس کے ہمراہی امرزگہ میں پہنچائے گئے۔ اس کے ہمراہ پروکونسل کے چند پہرے دار، لکریشیہ اور اس کا بیٹا زوفس تھے۔ زوفس کو یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہ تھی۔ وہ صرف اس لئے ساتھ بھیجا گیا تھا کہ اپنی بدنصیب خاتون کے لیے جھونپڑی اور دیگر ضروری اشیا کے بہم پہنچانے کا بندوبست کرے۔ اس کے خاوند اور سسر نے صرف اسباب ضروری ہی بہم پہنچایا کہ ایسی ایسی تکلیفوں سے اس نازپروردہ کو اپنی راہ پر لائیں۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ ایمان کی طاقت کیا ہوتی ہے، اور وہ کیونکر جسم کی خواہشوں کی روح کے تابع کر دیتی ہے۔

اس گاؤں میں دیوتیہ جلاوطن کی گئی کہ جب تک اپنے خاوند کا کہنا نہ مانے، یا موت اس کو ایذا سے مخلصی نہ دے وہ یہیں رہے۔ پروکونسل کے افسر نے گاؤں کے نمبردار کی زیرنگرانی کر دیا کہ اس کی حدود سے باہر نہ جائے۔ زوفس ورزدی پہرے دار ان جلاوطنوں کی تمام ضروریات بہم پہنچا کر کارتھیج کو واپس آ گئے۔

باوجودیکہ اسباب راحت اور آرام کا وہاں نام ونشان تک نہ تھا اس نازوں سے پلی بڑھی خاتون نے گلہ وشکایت کو خیال تک میں نہ آنے دیا۔ جو مصیبتیں اس نے اٹھائی تھیں وہ تو اٹھا چکی تھی۔ اپنے خاوند سے جدائی، اپنے خاندان سے علیحدگی اور یہ تکلیفیں کیا کم تھیں کہ اس پر اثر نہ کرتیں؟ اگر اسے اپنے خاوند کی محبت کا یقین ہوتا تو یہی جھونپڑی

اُس کے نزدیک ایک محل کا پایہ رکھتی۔ بغیر اُس محبت کے کوئی شاہانہ محل بھی جھونپڑی سے زیادہ وقعت نہ رکھتا۔ اور اب سب مقام اور مکان یکساں تھے۔ تاہم ایک تسلی اُسے باقی تھی۔ اُس کی بیٹی اُس کے ہمراہ تھی اور بغیر کسی روک ٹوک کے وہ اُسے صداقتیں سکھا سکتی تھی جن کے لیے اُسے ایسی ایسی مشقتیں اُٹھانی پڑیں اور جو اُسے اپنی جان سے بھی عزیز ہو گئی تھیں اور جن سے ایسے ایسے جان جوکھوں کے وقت اُسے ایک ایسی قوت ملی جو اُس کی اپنی نہ تھی جب اُسے وہ دن یاد آیا جب اُس کی پیاری بہلی مارسلا نے اُسے ابھارا کہ خداوند کے بازو پر توکل رکھے اور اُس وعدہ پر یقین لائے کہ جیسا تیرے دن ویسی تیری قوت ہوگی، تو اُس نے خدا کا ہزار ہزار شکر کیا۔ اب اُس نے جانا ۔ یہ وعدہ ٹھیک ہے، اور ارادہ کر لیا، کہ اُسی قوت پر جس نے اب تک اُس کی مدد کی تھی تکیہ کئے تمام تکلیفوں کی برداشت کرے، اور اپنی بیٹی کی خاطر ایسی مصیبتوں میں خوش و خرم نظر آئے۔

اُسے اجازت دی گئی کہ ساتھ کے جنگلوں اور دریاؤں پر جہاں کہیں چاہے سیر کرے۔ اب دیویہ کی کوئی خواہش نہ تھی کہ اِن وحشی دوستوں کی سوسائٹی چھوڑ کر اُن مہذب لوگوں میں جا ملے جن کے دل اِن شریف بہادروں سے بدرجہا سخت تھے۔ یہ سیدھے سادے دیہاتی لوگ اُس کی دلکش خوبصورتی اور اُس کی نیک اطواری اور اُس کی پیاری بیٹی ایلیوا کے حسن دلسوز کو دیکھ کر اُس کی عزت و حرمت کرنے لگے۔ تھوڑے ہی دنوں میں ایلیوا ہر ایک کی عزیز ہو گئی۔ وہ اپنی جھونپڑی کے آگے گاؤں کی اور لڑکیوں سے کھیلا کرتی تھی۔ دیویہ بڑے شوق سے اُس کی ایک ایک حرکت پر دھیان کرتی اور اُس کے لبوں پر اکثر ایک غم آمیز تبسم ظاہر ہوا کرتا تھا کہ یہ معصوم لڑکی کیونکر اپنی اور اپنی ماں

کی رنجیدہ حالت کو بھول گئی ہے۔

لکریشیہ اپنی مرضی سے اُس جلاوطنی میں اپنی خاتون کے ہمراہ آئی تھی۔ ڈیویہ اور ایلواسے اُس کی محبت سچی تھی اور اگر اُسے معلوم ہوتا کہ یہ تکلیف میں ہیں، تو وہ اپنے آرام میں ہرگز چین سے رہ نہ سکتی۔

اس بے جا حکم پر تو جس کے رُو سے وُہ اپنے احباب واقارب سے جُدا کی گئیں اُسے کچھ کلام نہ تھا۔ ابھی تک اُس کے پُر تعصب دل میں یہ خیال جانشین تھا کہ اپنے آبائی معبودوں کی پرستش چھوڑ کر دوسرے کو خدا ماننے سے بڑھ کر کوئی اور بھاری جُرم ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر ڈیویہ آگ میں زندہ جلائی جاتی یا اُس کا سر قلم کیا جاتا تو اُس کی یہ جان نثار خادمہ زار زار روتی اور نوحہ والم کرتی تاہم اُس حکم کو واجب و بجا سمجھتی۔ شاید ایسی محبت کی مثالیں بہت کم پائی جاتی ہیں کہ ہم کسی شخص سے تو محبت لیکن اُس کے خیالات سے سخت نفرت رکھیں۔ لکریشیہ اپنا وطن اور عزیز واقارب اور تمام آرام وراحت کو چھوڑ کر ایسی دو عورتوں کی خدمت کرنے کو آئی، جن کی بابت اُسے یقین تھا کہ وُہ ایک فریب ووہم میں مبتلا اور تمام مقدس اور الٰہی باتوں کی مخالف ہیں۔ وُہ اُن کی خدمت کرتی اور اُن کی فکر رکھتی تھی۔ اور اگر ضرورت پڑتی تو اپنی جان بھی اُن پر قربان کر دیتی۔ وُہ اسی اُمید میں جیتی تھی کہ انہیں اپنی غلطی سے پھرا کر راہ راست پہ آتے اور اپنے اُن تمام حقوق واستحقاق کو جن سے وُہ پادری نیوڈیکس اور اُس کی بیٹی کے دام میں آ کر محروم ہوگئی تھیں پھر پاتے دیکھے۔

کسی قسم کی دلیل و بُرہان سے لکریشیہ کا یہ خیال دُور نہ ہُوا کہ ان تمام مصیبتوں کا سبب اُس کے مسیحی دوستوں کا سحر و جادو تھا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ مسیحی بُری رُوحوں سے تعلق

رکھتے اور لوگوں کے جسم اور روح دونوں کو برباد کرتے ہیں۔ اُسے ذرا بھی شک نہ تھا کہ دیوبیہ اور اُس کی بیٹی اسی جادو کے اثر میں ہیں ورنہ دیوبیہ کیونکر ایسے خاوند کی مرضی کے خلاف چلنے کی جرأت کرتی جس سے وہ ایسی محبت رکھتی تھی۔ یا الیوا ایسی تکلیفوں کو خوشی گوارا کرتی۔ لکریشیہ اپنے تمام معبودوں سے شب و روز دُعا کرتی رہتی تھی کہ اُن کے جادو کا اثر جاتا رہے اور یہ اپنی ہوش میں آئیں اور جب وہ سوئی ہوتیں تو یہ وفادار لیکن غلطی میں سرشار خادمہ اپنی جائے آرام سے اُٹھ کر دیوتاؤں کے باپ سے دُعائیں کرتی۔ اُسے اُمید تھی کہ جو پیٹر دیوتا میری دُعاؤں کو گویا اُن کی دُعائیں سمجھ کر قبول کرے گا۔ افسوس ایسی دُعائیں ایک ایسے معبود سے کی گئیں جو نہ اُن کو سُن سکتا اور نہ اُن کا جواب ہی دے سکتا تھا۔

جس دن سے دیوبیہ نے مسیحی مذہب کا ظاہرا اقرار کیا اُس نے مسیحی مذہب کے مبارک اُصولوں کو لکریشیہ کے دل پر نقش کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ کھویا۔ اُس کی یہ تمام کوششیں بے سود گئیں۔ اول تو لکریشیہ اُس کی باتوں کا جواب ہی نہ دیتی بلکہ مخالفت کرتی رہی، بعد میں اُس نے اُس کی بات سننے سے بالکل انکار کر دیا۔ لیکن جب دیوبیہ نے دیکھا کہ لکریشیہ اپنی مرضی سے جلاوطنی میں اُس کے ساتھ ہو لی تو یہ اُمید پھر اُس کے دل میں جوش مارنے لگی کہ اُسے باہر کی تاریکی سے انجیل کی عجیب روشنی میں لا کر اُس خدمت کا صلہ دے اور فوراً اُس نے نادانی، تعصب اور وہم کے اُن قلعوں پر جو شیطان نے لکریشیہ کی جان کے اردگرد کھڑے کئے تھے حملے پر حملہ کرنا شروع کیا۔ لیکن اُس کی کوششوں کی پہلے جیسی مخالفت پھر ہوئی۔ لکریشیہ نے اُس کی باتوں پر ذرا بھی توجہ نہ کی اور

دیوؔیہ نے معلوم کرلیا کہ وہ صداقتیں جو اُس نے مار سلاؔ سے سُنیں اور جنہوں نے اُس کے دل پر ایسا اثر کیا تھا اور جنہوں نے ایلوا کو بھی گمراہی کی راہ سے بچایا تھا وہ اُس کے دل کو بتوں سے ہٹانے میں ناکام رہیں اور اُس کی ان سب باتوں کا نتیجہ یہی ہُوا کہ لکریشیؔہ نے جوش میں آکر اپنی اُس دلی عداوت کا اظہار کیا جو اُسے مسیحی مذہب سے تھی۔ ہاں اُس نے ایسی ایسی باتیں کہیں جو دیوؔیہ کو نہایت ناگوار گزریں اور جن کا سُننا ایلوا کے لیے مناسب نہ تھا۔ اس لیے دیوؔیہ نے یہی مناسب سمجھا کہ اس بارے میں لکریشیؔہ سے پھر گفتگو نہ کرے۔ لیکن اُس نے اپنی خادمہ کے لیے دُعا کرنے میں تامل نہ کیا اور اُس نے ایلوا سے بھی کہا کہ فضل وقدرت کے خدا سے دُعا کرو کہ ہماری خادمہ کا دل نرم ہو اور وہ بتوں کی محبت سے پھر کر سچے خدا اور اکیلے منجی کی طرف رجوع لائے، تاکہ مسیح یسوعؔ کے وسیلے وہ آسمان پر بھی جا کر ہمیشہ کی زندگی میں داخل ہو۔ آخر یہی ہُوا کہ یہ پُر ایمان دُعائیں اُس کے حضور پیش ہوئیں جس کی نظر ہمیشہ اپنے بندوں پر ہے اور جس کے کان اُن کی دُعائیں سُننے کو کھلے ہیں۔ اور جو ایسا رحیم اور قادر مطلق ہے کہ اپنے مناسب وقت میں اُن کے مانگنے یا خیال کرنے سے بڑھ کر اُن کے لیے کرتا ہے۔

دن ہفتے اور مہینے یونہی گزر گئے اور ان جلاوطنوں کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔ اب وہ اُمید بھی جو دیوؔیہ کے دل میں ابھی تک تھی کہ شاید میرا خاوند تائب ہو کر مجھے اپنی مسیحی بیوی قبول کرلے جاتی رہی۔ اور اُس نے اس صداقت کو محسوس کرنا شروع کیا کہ مجھے اسی مقام میں تنہائی اور تباہی میں جینا اور مرنا ہے۔ دیوؔیہ کے لئے بے شک تنہائی تھی۔ بھلا وہ شائستہ اور تربیت یافتہ عورت ان بہادہ وحشیوں میں کیا سنگت پا

سکتی تھی جو حیرانی سے اُسے دیکھتے اور اُسے کسی اعلیٰ نوع کی مخلوق سمجھتے تھے۔ جہاں تک اگر
وہ اُن سے بات چیت کرنے کی بھی کوشش کرتی تو وہ بڑے ادب سے ڈرتے ڈرتے دو
ایک لفظوں ہی میں جواب دیتے تھے۔ گویا اُسے کوئی دیوتا تصور کرتے تھے۔ سوائے
نمبردار کے اور بہت کم زومی زبان سے واقف تھے۔ لیکن اُس کی شکل وصورت ہی سے
دیویہ اور ایلیو دونوں کو ایک طرح کی نفرت اور خوف پیدا ہوتا تھا۔

ایسے لوگ دیویہ کے رفیق نہیں ہو سکتے تھے۔ وہ اکثر اپنے پُر فکر خیالوں ہی میں
لگی رہتی اور کبھی درختوں کے سائے میں جا بیٹھتی یا پُر بہار ندی کے کنارے پر وقت
گزارتی تھی۔ ایلیو کا وقت تو لڑکیوں سے کھیلنے کودنے اور گھونگھے اور سیپیاں جمع کرنے
میں بخوبی گزر جاتا تھا، لیکن بیچاری دیویہ اکثر آبدیدہ ہو کر گھنٹوں اُس سمندر پر نظر لگائے
رہتی تھی جو اُس کے اور اُس کے عزیز واقارب کے درمیان حائل تھا۔ وہ اکثر سوچتی تھی
''دیکھو میرے ایک فیصلے سے مجھ پر اور میری بیٹی پر کیا کیا مصیبتیں آئی ہیں۔''

لیکن کیا اُس فیصلے کے لیے اُس نے کبھی افسوس کیا؟ یا کیا کبھی یہ خواہش اُس
کے دل میں پیدا ہوئی کہ کاش اپنی اُن تمام باتوں کو واپس لوں جن کے سبب یہ مصیبتیں آئی
ہیں؟ دیویہ آخر انسان تھی۔ وہ ایک زندہ دل عورت اور بڑی محبت کرنے والی بیوی تھی،
اور تمام محبت والفت کے جاتے رہنے سے اُس کا دل قریباً ٹوٹ ہی چکا تھا۔ شیطان اپنے
کام میں ہمیشہ مشغول تھا اور اس قسم کے خیال اُس کے دل میں ڈالا کرتا تھا ''دیکھو تُو نے
کیسی غلطی کی۔ ذرا سی بات سے تُو اپنے ایمان کو بھی رکھ سکتی اور اپنی زمینی خوشیوں سے
محروم نہ ہوتی'' اور یہ خیال بعض اوقات اُس کے دل میں ایسا جاگزیں ہو جاتا کہ وہ

[illegible] وہ بے تحاشا تھی
دیوانی سی ہو جاتی تھی۔ لیکن اِس سخت آزمائش میں وہ [illegible]
بھاری طرح آزمایا گیا اور پھر بھی کنارہ کیا اپنی روح میں اس کے [illegible]
قتل اُس کے لیے کافی تھا۔ شیطان نے کبھی بھی اُس پر ایسا غلبہ نہ پایا [illegible]
اقرار کرنے پر کبھی افسوس کیا ہو۔ یا اُن مصیبتوں پر جو اُس کے نام کی خاطر [illegible]
پشیمان ہوئی ہو۔ ہاں وہ جو اُس کی طرف تھا، اُن سب سے جو اُس کے مخالف تھے [illegible]
آور تھا اور اُس کے ابدی بازوؤں کے سہارے پر وہ مضبوط کھڑی تھی۔ ناامیدی [illegible]
اقارب کی بے صبری، غفلت و تنہائی کی آزمائشوں سے اُس کے ایمان میں ذرا بھی فرق
نہ آیا۔ اُس نے "اَن دیکھے کو گویا دیکھ کر" ہاں اُسے جس نے کہا ہے" جو کوئی آدمیوں کے
سامنے میرا اقرار کرے گا ابنِ آدم بھی خدا کے فرشتوں کے سامنے اُس کا اقرار کرے
گا۔" یہ سب کچھ برداشت کیا۔

وہ تب نے ان سب مصیبتوں کو صرف خوشی سے برداشت ہی نہ کیا بلکہ اُس نے یہ پہچان پانے کی توفیق بھی پائی کہ یہ سب ایک ایسے رحمدل باپ کی طرف سے آئی ہیں جو خوشی سے مصیبت نہیں بھیجتا اور نہ بنی آدم کو دُکھ دیتا ہے۔" اور جسے پیار کرتا ہے اُسے تنبیہ بھی کرتا ہے۔" اور اس میں اُس کی اپنی خوشی نہیں بلکہ اُن کا فائدہ مقصود ہے۔ اور اب اُس نے اس وقت کو یاد کیا جب اُس نے کوشش کی کہ صداقت کی قائل نہ ہو اور انجیل کی روشنی سے اپنی آنکھوں کو بند اور اُس کی نجات بخش تعلیم کے سامنے اپنے دل کو سخت کرے۔ وہ جانتی تھی کہ اس الٰہی صداقت اور آسمانی روشنی اور انجیل کی تعلیم کے اقرار سے اُس کی زخمی تسلی جاتی رہے گی، اور جب اس قسم کے خیالات بڑے زور سے اُس

کے دل میں آئے تو وہ بڑبڑا کر اپنے دل ہی میں کہنے لگی۔ "اے میرے خدا میں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے بچی کی نسبت میں اپنے خاوند سے زیادہ پیار کرتی تھی۔ اس لئے میں تیری صداقت کی قائل ہونا نہ چاہتی تھی۔ اپنی غیر فانی روح کے نقصان سے زیادہ مجھے اُس کی محبت کے نقصان کا ڈر تھا۔ میں اپنے خالق اور شفیع کے غضب سے زیادہ اُس کے غصہ سے ڈرتی تھی اور اے خداوند تو نے بہ جا کیا اور اپنی بڑی رحمت سے میرے دل کا معبود مجھ سے لے لیا۔ اور مجھے دکھایا کہ مجھے مسیح کو ہی اپنا سب کچھ ٹھہرانا چاہیے۔ تو نے مجھ سے وہ آزمائشیں دور کر دی ہیں جو میری برداشت سے باہر تھیں اور مجھے یہاں اس بیابان میں لایا ہے کہ میں اپنی روح سے محبت کروں اور مصیبتوں کی آگ میں اُسے پرکھ کر صاف کروں۔ ہاں باپ یونہی۔ کیونکہ تیری نظر میں یہی پسند آیا۔ جیسا چاہتا ہے مجھ سے سلوک کر۔ لیکن خداوند مجھے اپنے سے کبھی دور نہ کر اور توفیق دے کہ میں تیرے مقدس نام پر کسی طرح کا حرف نہ لاؤں۔"

ایسے خیالوں سے وہ جلاوطن رنجیدہ تو ہو سکتی تھی لیکن وہ کبھی مایوس نہ ہوئی۔ بے شک خوشی تو اُس سے لے لی گئی، لیکن سلامتی وہ سلامتی جو تمام فہم سے باہر ہے اور جو مسیح یسوع اپنے مصیبت زدہ شاگردوں کو دے گیا، اُس کا حصہ اور اُس کا نصیب تھی۔ اگر کبھی کبھی سخت آزمائشوں اور طبعی خیالوں سے اُس سلامتی میں خلل آ جایا کرتا تھا، لیکن جب وہ پھر سلامتی کے خدا سے التجا کرتی تو وہ اُسے مل جاتی اور سلامتی پھر اُس کی روح پر ایسے حاوی و مسلط ہو جاتی تھی جیسے آندھی کے بعد جھیل کی سطح پر ایک قسم کی خاموشی سی ہو جاتی ہے۔ اور اُس مصیبت زدہ روح سے ایمان اور اُمید کی روشنی اور آسمانی محبت پیدا

ظاہر ہوتی تھی جیسے جھیل کی سطح پر صاف نیلا آسمان نظر آتا ہے۔

ایک شام کا ذکر ہے کہ دن کی گرمی کم ہو گئی تھی، اور وادی سے ٹھنڈی ہوا خلیج سرا اور دریائے قلزم سے ہو کر آتی تھی۔ دیو یہ اپنی لڑکی کو لے کر حسب معمول باغ کے دریچے میں جا بیٹھی۔ وہاں سے دریا کی طرف نظر ڈالنے سے بالکل خاموشی اور تاریکی نظر آتی تھی۔ سوائے دُھند کے جو دریا پر چھائی تھی کچھ اور نظر نہ آتا تھا۔ دیو یہ خطرے سے بے خبر تھی۔ ہوا تازہ اور راحت افزا تھی اور اُس میں ایک دلکش پھولوں کی مہک بھری تھی۔ ایلیوا اُس کی گردن میں ہاتھ ڈالے بیٹھی تھی۔ آخر جب بالکل اندھیرا ہو گیا اور وہ رخصت ہونے کو اُٹھیں، تو ایلیوا نے اُس کی توجہ ایک روشنی کی طرف پھیری، جو دور وادی میں نظر آئی اور اُن کی طرف بڑھتی معلوم ہوتی تھی۔ دیو یہ ذرا ٹھہر کر اُس روشنی کی طرف بغور دیکھنے لگی اور اُسے ایسا معلوم ہوا کہ یہ ایک مشعل ہے۔ تھوڑی دیر میں پہیوں اور گھوڑوں کے پاؤں کی آہٹ سنائی دینے لگی۔

بے ساختہ اُس کے منہ سے نکل گیا، اوہ یہ سڑک تو کارتھیج سے آتی ہے۔ ''کیا اُس نے مجھے معافی اور صلح کا پیغام بھیجا ہے۔'' اُس کا دل دھڑکنے لگا، اور اُس کے پاؤں وہیں جم گئے۔

نہیں۔ نہیں۔ میں ایسی جھوٹی اُمیدوں سے اپنے کمزور دل کو دھوکا نہ دوں گی۔ اُس نے مجھ سے محبت کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اُسے تو شاید میری یاد بھی نہیں رہی۔ شاید کسی اور نے اُس کے شریف دل میں وہ جگہ پالی ہے، جو اُس کی حقیر مسکین بیوی کو بھی حاصل تھی اور یہاں اُس جلاوطن کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور وہ ایسی حیرت و مایوی

کے آنسو تھے جو کبھی پیشتر اُس کی آنکھوں سے نہ نکلے تھے۔

اسی اثنا وہ روشنی اور آہٹ نزدیک آتی گئی۔ وہ سڑک جو دریا سے گاؤں کو جاتی تھی اُس جگہ کے نزدیک ہی سے گزرتی تھی جہاں دیویہ کھڑی تھی اور اس مشعل کی روشنی میں وہ رتھ کو بخوبی دیکھ سکتی تھی۔ ان لوگوں کا لباس رُومیوں کا سا تھا اور اُن میں سے ایک شخص نے ہتھیار باندھے تھے جو اُس روشنی میں نہایت چمک دمک رہے تھے۔ کہیں یہ مارکس تو نہیں؟ یہ خیال دیویہ کے دل میں ایسے جوش سے اُٹھا کہ اُس کا دل چلنے سے رُک گیا۔ لیکن نہیں۔ پھر مایوسی اُس کے حصّہ میں تھی۔ مارکس کی مردانہ صورت اُن میں نہ تھی اُس کی وہ عقاب سی آنکھیں نہ تھیں۔ جو شخص درختوں میں سے دیویہ اور اُس کی بیٹی کی طرف دیکھ رہا تھا وہ صرف پروکونسل کا ایک افسر تھا، ہاں وہی شخص جس نے اُس کے باپ کے گھر میں اُسے گرفتار کیا تھا، اور جو اب اُس کے سُسر فیلکس کی طرف سے پیغام لایا تھا۔ زوٹس اُس کے ہمراہ تھا۔ وہ اپنی خاتون کی جلاوطنی کے مقام سے آگاہ تو تھا لیکن کسی کو بتانے کی اُسے اجازت نہ تھی۔

کانپتے کانپتے دیویہ وہاں سے نیچے اُتری کیونکہ رتھ اُس کی منتظر کھڑی تھی۔ رُومی افسر نے اُتر کر بڑے ادب سے چٹھی اُس کے ہاتھ میں دی اور اجازت چاہی کہ انہیں رتھ میں بٹھا کر جھونپڑی کو لے جائے۔ دیویہ نے منظور کیا اور وہ اُس جھونپڑی میں پہنچے جو ہفتوں سے ہورٹینس کی ناز پروردہ بیٹی کی رہائش گاہ تھی۔ چٹھیس افسر نے جب اُس جھونپڑی کے سادہ اسباب پر نظر ڈالی تو اُس کا دل بھر آیا۔ اُس نے آب دیدہ ہو کر دیویہ کی ان مصیبتوں پر افسوس ظاہر کیا اور اُس کی منت کی کہ اس خط کا ایسا جواب عنایت

فرمایا جائے کہ جس کو پڑھ کر آپ کے واپس کارتھیج لے جانے کا بندوبست کیا جا۔۔۔
ربیکا نے اس ہمدردی کے لیے شکریہ ادا کیا اور اُس کمرے میں گئی جو اُن کی خواب گاہ تھا اور آیلوا کو چھوڑ گئی تا کہ اپنے مہمان کی خاطر تواضع کرے۔

....

چودھواں باب

آخری فیصلہ

اَے محنت اُٹھانے والو اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو سب میرے
پاس آؤ۔ میں تُم کو آرام دُوں گا۔ (متی ۱۱:۲۸)

اس لفافہ کو جو اُس جلاوطن نے کانپتے کانپتے کھولا تو جیسا اس کا خیال تھا، صرف اپنے سخت مزاج سُسر کا خط پایا۔ مارکس کی طرف سے ایک لفظ بھی نہ تھا جس سے اُس کی محبت یا غم کا اظہار ہو۔ اُس نے ایک حرف بھی نہ لکھا کہ اپنی شکستہ دل اور جان نثار بیوی کو جتائے کہ گو فرائض نے مجھے تُم سے الگ کر رکھا ہے تاہم میں ابھی تک تُم سے محبت رکھتا ہوں۔ فیلکس اور مارکس دونوں غلطی پر تھے کہ سختی اور سرد مہری دکھانے سے دیبیہ کو اپنی راہ پر لاسکیں گے۔ اُنہیں پوری اُمید تھی کہ جلاوطنی کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے وہ اپنے کئے پر پچھتاتی ہوگی۔ یہ تو سچ ہے کہ وہ طبعاً اپنے عزیزوں کا کہا مانا کرتی اور اُن کی خاطر اپنی خواہشوں سے درگذر کرتی تھی۔ لیکن اُس کی قوتِ فیصلہ بڑی صاف اور تیز تھی اور جب وہ کسی امر پر اپنی رائے جما لیتی تو اُس پر قائم رہتی تھی۔ قائل کرانے کی نسبت اُسے پیار سے سمجھانا آسان تھا۔ اپنی رُوحانی تاریکی کے دِنوں میں وہ اکثر محبت کے زور واثر سے اپنے فیصلے کے خلاف کام کر دیا کرتی تھی اور اس حالت میں بھی اگر کوئی نرمی

شے وہ دلیل اُس پر اثر کرتی تو وہ محبت و نرمی تھی نہ کہ سختی۔ اچھا ہُوا کہ یہ محبت و نرمی کی آزمائش جس کا مقابلہ ایسا سخت ٹھہرتا اُس کو پیش نہ آئی۔ اگر آتی بھی تو خداوند یسوع مسیح کا فضل جو سب کے لیے جو اُس پر توکل کرتے ہیں کافی ہے، وہ اپنے توکل کرنے والوں کو توفیق بخشتا ہے کہ ایسی آزمائش پر بھی غالب آئیں۔ فیلکس کے خط سے اُس کا پہلا خیال اور بھی مضبوط ہو گیا کہ اس زندگی میں تنہائی اور مصیبت ہی میرا حصہ ہے۔ لیکن یہ اُس دوست سے جو بھائی سے بھی زیادہ پیار کرتا ہے یعنی مسیح خداوند سے جُدا نہیں کر سکتی۔ یہ وہ تسلی ہے جسے دُنیا اور اُس کی تبدیلیاں چھین نہیں سکتیں۔

اُس کے سُسر کے نامہ سے مقصود یہ تھا کہ اُس سے آخری فیصلہ لے کہ اُس کے دینی خیالات کیا ہیں۔ نیز اُس نے لکھا" اگر تُم ظاہری طور پر اپنے خاندان کی رسُومات میں شریک ہو جاؤ تو میں اپنے اور اپنے بیٹے کے نام سے تُمہاری تمام پچھلی خطاؤں کے لیے معافی دیتا ہوں، اور خاندان میں تُمہیں پھر وہی رتبہ و درجہ حاصل ہو گا جو پہلے تھا۔ تُمہیں اپنے ان خیالات کا اظہار کرنا نہیں پڑے گا، بلکہ مُہلت دی جائے گی کہ خود اپنی غلطیوں سے قائل ہو کر اُن کا اقرار کرو۔ اگر تُم اِن شرائط کو منظور کرو تو میں پھر تُمہیں اپنی بہو جانوں گا، اور مارکس بھی تُمہیں پھر بطور اپنی پیاری اور باعزت بیوی کے خاندان میں سرفراز کرے گا۔ لیکن اگر تُم ان باتوں کو نہ مانو، تو میں اپنے تمام معبُودوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تُم ہمیشہ کے لیے جلاوطن کی جاؤ گی اور مارکس قانونی طور پر تُمہیں طلاق دے دے گا۔" اُس نے یہ بھی لکھا کہ پروکونسل کی طرف سے مارکس کو رُوم کی سفارت پیش ہوئی ہے، اور وہ اپنے فیصلے کے لیے تُمہارے جواب کا منتظر ہے۔ اگر تُمہارا جواب اُس کے

حسب منشانہ ہُوا تو اُس نے ارادہ کرلیا ہے کہ اس عہدہ کو منظور کرے لیکن اگر تم اُس کا کہا مانو جو تمہارا فرض ہے اور تمہارے لیے بہتر بھی ہے تو وہ حتی المقدور تمہیں خوش رکھنے کی کوشش کرے گا، اور پروکونسل کے اس عہدے کو نامنظور کرے گا، بشرطیکہ تم روم میں اُس کے ہمراہ جانا، اور اُس کے تمام جاہ وجلال میں شریک ہونا پسند کرو۔

بیچاری دیویہ دیر تک بیٹھی اس بے درد خط پر غور کرتی رہی۔ ماں بیٹی دونوں کی بہتری وبہبودی اُس ایک خط کے جواب پر منحصر تھی۔ اُسے صرف ہاں کرنا تھا اور گھر بار عزت ومحبت ہاں سب سے گراں قدر خاوند کی محبت اُسے میسّر آجاتیں۔ یہ سب نعمتیں صرف اس شرط پر پیش کی گئیں کہ صرف ظاہری طور پر چند غیر ضروری رسومات کو ادا کرے۔ حالانکہ اُس کے ایمان کا اقرار مطلوب نہ تھا، اور نہ ہی اُس کو عبادت الٰہی کرنے سے ممانعت کی گئی تھی۔ برعکس اس کے اگر وہ اپنے خاوند اور سُسر کا کہنا مانے تو تمام زمینی تعلقات سے اُس کا رشتہ ہمیشہ کے لیے ٹوٹتا تھا۔ اُس کا پیارا خاوند ان باتوں سے کیسے طیش میں آجائے گا۔ اُس کا دلی اطمینان جاتا رہے گا۔ اُس کی خاندانی زندگی کا آرام تباہ وبرباد ہو جائے گا اور اگر اُس کا اُجڑا گھر پھر آباد نہ ہوتو کوئی اور خوش نصیب لڑکی اُس کے اس دل کی مالک بن بیٹھے گی جس پر قبضہ رکھنا اُس کی خوشی اور فخر تھا۔

یہ خیال دیویہ کو موت سے زیادہ ڈراؤنا معلوم ہُوا اور تھوڑی دیر کے لیے دیگر خیالات پر غالب آیا۔ کچھ دیر تک ہر ایک آزمائش اور خود انکاری کا خیال اُس سے مغلوب رہا کہ مارکس پھر میرا خاوند نہیں رہے گا۔ وہ اس مقدس رشتہ کو توڑ کر جس سے دونوں باہم بندھے ہیں کسی اور سے رشتہ قائم کرے گا۔ اس خیال سے اُس کے دل میں

ایک ایسی بے چینی پیدا ہوئی کہ مصیبت زدہ جلاوطن دیوتیہ بالکل دیوانہ ہو گئی، اور تمام دیگر خیالات سے خدائی کا خیال اُس کے مقابلے میں ہلکا معلوم ہونے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کی تمام آئندہ مصیبتوں کا خیال اُس کے دل کے سامنے پھر گیا۔ اُس کے غم کا بوجھ اس کے کمزور جسم کی برداشت سے باہر تھا۔ اُس نے پریشان اور پراگندہ خیالوں کو فراہم کرنے کی کوشش کی کہ گھٹنے ٹیک کر خدا سے دُعا کرے اور اُس سے ہدایت مانگے لیکن اس نے اس آزمائش کو اپنی طاقت سے بڑھ کر پایا۔ اُس کے خیال اور جذبات اُس کے قابو میں نہ رہے اور ایک بڑی دردناک چیخ مار کر وہ زمین پر بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

ایلوا اُس کی دردناک آواز سُن کر کمرے میں بھاگی آئی۔ اُس کے رونے اور چلانے سے لکریشیہ اور رُومی افسر بھی اندر چلے آئے۔ اُنہوں نے دیوتیہ کو پلنگ پر لٹا دیا۔ آخر اُسے کچھ ہوش آیا، تو اپنی سخت حالت کی تصویر پھر اُس کی یاد میں پھر گئی، اور اُس نے بڑی ہمدردی اور رقت بھری نگاہوں سے ایلوا پر نظر کی۔ اور پھر آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر چپکے چپکے کہنے لگی۔

''اے میرے خدا اگر ممکن ہو تو یہ پیالہ مجھ سے دُور ہو۔'' ایسی خواہش کے اظہار سے تو میں کوئی گناہ نہیں کرتی؟ کیونکہ میرے مُنجی نے بھی اپنی سخت آزمائش کے وقت یہی دُعا کی تھی۔ لیکن اے باپ مجھے توفیق دے کہ اپنے خداوند کی طرح میں بھی اپنے دل سے کہہ سکوں ''اے باپ میری مرضی نہیں بلکہ تیری مرضی پوری ہو۔''

سپاہیوں کے افسر نے اُس کی اس دُعا اور اُس کے لہجے سے جان لیا کہ دیوتیہ نے ان شرائط کو منظور نہیں کیا۔ دیوتیہ کی مصیبت دیکھ کر اُسے بڑا دُکھ ہوا، اور ایلوا کے لیے بھی

اُس کا دل بھر آیا۔ اپنے دوست مارکس کے رنج وغم کو دیکھ کر بھی وہ رقت میں آ گیا تھا۔ اُس کے نزدیک اس غم کی وجہ بڑی نامعقول معلوم ہوتی تھی۔ بھلا اگر کوئی ایک معبود کو چھوڑ کر دوسرے کی پرستش کرے تو اس میں رنج کرنے کی کون سی بات ہے، اور خواہ کوئی معبود سچا ہو یا جھوٹا اُسے کچھ پرواہ نہ تھی اور گو اُس زمانہ کے نوجوانوں کے حسب معمول وہ کسی مذہب کا پابند نہ تھا مگر اُس کا دل ہمدردی سے بھرا تھا اور وہ ایک نمونے کے قابل دوست تھا۔ مارکس کا رنج وغم دیکھ کر وہ بے چین سا ہو گیا تھا اور اُس کی بڑی آرزو اور خواہش یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح میاں بیوی دونوں میں صلح کرائے۔ اُس نے ٹھان لیا کہ حتی الامکان ویویہ کو سمجھائے کہ اپنے خاوند کا کہا مانے اور پھر دونوں خوش وشادمان ہوں۔

سپٹمیس افسر نے بڑے ادب سے ویویہ کو خطاب کر کے اُن مصیبتوں کا ذکر کیا جو اس تھوڑی سی جدائی سے ویویہ پر آئی تھیں اور عرض کی کہ آپ کے صرف ہاں کر دینے سے آن کی آن میں اس تمام رنج وغم کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور ان دردناک مصیبتوں کی تصویر کھینچ کر جو اُس کی عزیز بچی پر واقع ہوں گی اُس کی مادرانہ محبت کے سامنے رکھیں۔

ویویہ چپ چاپ بیٹھی اُس کی باتیں سنتی رہی۔ اُس کے دل میں ایسے ایسے خیالات اُٹھ رہے تھے جن کو وہ لب پر نہیں لا سکتی تھی، اور اُس کی رُوح میں ایک کشمکش ہو رہی تھی۔ اس سے سپٹمیس کو خیال گزرا کہ میرے دلائل کام کر رہے ہیں اور وہ قائل ہُوا چاہتی ہے۔ وہ زور دینے لگا کہ ابھی تسلی بخش جواب دیجیے۔ یہ وقت سچ مچ بڑی آزمائش کا تھا۔ کوئی انسانی طاقت ایسے وقت میں اُسے سنبھال نہ سکی۔ ویویہ نے یہ سب کچھ محسوس کیا۔ اُس نے اپنی کمزوری اور شیطان کی سخت قوت کو بھی معلوم کیا۔ لیکن وہ اس بازو

سے لپٹی رہی جو بچانے پر قادر ہے اور اُس نے اپنی کانپتی رُوح کے سامنے ایمان کی مضبوط سپر لگائی اور رُوح کی تلوار کو جو خدا کا کلام ہے، ہاتھ میں لیا اور یُوں مسلح ہو کر اپنے آزمائش کرنے والے کا مقابلہ کیا اور فتح پائی۔ اُس نے پکار کر کہا۔ "اے شیطان، میرے سامنے سے دُور ہو، کیونکہ تُو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ انسان کی باتوں کا خیال رکھتا ہے۔"

اور پھر اُس نے اُٹھ کر اور ایلیوا کا ہاتھ پکڑ کر بڑی صاف اور مستقل آواز میں کہا۔ "جایئے، ہٹمیس یہاں سے تشریف لے جایئے۔ آپ صرف میرے غموں کے پیالے میں جو آگے ہی لبریز ہے اور مصیبت ڈال رہے ہیں۔ جو کچھ آپ نے کہا۔ اوہ! میں وہ سب کچھ جانتی اور محسوس کرتی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ دُنیا مجھے دیوانہ کہے گی، کیونکہ میں اُن چیزوں کو اختیار کر رہی ہوں جنہیں دُنیا بیہودگی بتاتی ہے۔ اور جو کچھ انسانی دل کو عزیز ہو میں اُسے ترک کرتی ہوں۔ لیکن مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس جلاوطنی میں ایک ایسا دوست میرے اور میری لڑکی کے ساتھ جو اُن سب باتوں کے عوض جو ہم اُس کے نام سے چھوڑتے ہیں ہمیں سوگنا بدلہ دے گا۔ ہمارے مُنجی نے جو ہمارے لیے مؤا وعدہ کیا ہے کہ جو کوئی اُس کے نام کی خاطر خاوند یا والدین یا بچے اور احباب کو چھوڑے گا وہ اُسے اِس دُنیا میں ہی سوگنا بدلہ اور آنے والی دُنیا میں جلال کا تاج دے گا۔ نہیں ہٹمیس (یہاں اُس نے جلدی جلدی بولنا شروع کیا، اور ہٹمیس کو چپ رہنے کا اشارہ کیا، کیونکہ وہ کچھ بولنے ہی کو تھا۔)

نہیں ہٹمیس۔ بس اب مجھے کچھ اور نہ کہیے۔ میری قوت گھٹتی جا رہی ہے۔ جب تک مجھ میں بولنے کی طاقت ہے میری سُن لو۔ میرے سُسر کو یہ میرا آخری فیصلہ سنا

دینا۔ میں مسیحی ہُوں اور جب تک جان میں جان ہے، میں مسیحی رہُوں گی۔ میں کبھی ریاکار نہ ہُوں گی اور بُت پرستی کی ظاہری رسم میں شریک ہو کر اپنے خُدا اور شفیع کے نام کی بے عزتی نہ کروں گی۔ سِپٹِمِیس مُجھ سے اور بحث نہ کرو۔ تُم میری اور میری عزیز بیٹی کی غیر فانی رُوح کو تباہ کرنا چاہتے ہو۔ لیکن اوہ (اور یہاں اُس کی آنکھوں سے آنسو چھما چھم برسنے لگے) اوہ۔ اگر تُم سچ مُچ مُجھ سے ہمدردی کرتے اور میرے غم کو کم کرنا چاہتے ہو تو مارکس سے میرا ذکر مشفقانہ کرنا۔ اُنھیں میری طرف سے اور مشتعل نہ کرنا۔ اُنھیں مُجھ سے اور نفرت نہ دلانا۔

اور اس دِلی غم کے اظہار پر دیویہ کا استقلال ہاتھ سے جاتا رہا اور وُہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگی۔ سِپٹِمِیس نے اُسے نہ روکا، لیکن بہ نگاہِ ہمدردی اُسے دیکھتا اور اِس سوچ میں تھا کہ ہائے اگر مارکس یہاں ہوتا تو وُہ ایسی شریف اور جان نثار بیوی کو گلے لگا لیتا اور اس پر نازاں ہوتا۔ گو وُہ اپنے خاوند کی نسبت خُداوند یسُوع مسیح سے بدرجہا زیادہ محبت رکھتی ہے۔

اب کے صرف ایلوا نے کلام کیا۔ اپنی میٹھی میٹھی آواز سے وُہ اپنی مصیبت زدہ ماں کو تسلی اور محبت کی باتیں سُنانے لگی۔ لیکن ان سے اُس کے آنسو نہ رُکے۔ اور جب دیویہ نے خیال کیا کہ میری عزیز بیٹی کیونکر اپنے باپ کی محبت و حفاظت سے محروم رہ گئی ہے تو اُس کے آنسو اور بھی نکلنے لگے۔ آخر اُس کے ایمان کی آنکھیں اُوپر آسمان کو اُٹھیں اور اُس کا دل دُعا و ستائش میں اُس عظیم خُدا کے حضور پیش ہُوا جو ابدیت میں رہتا اور جس کا نام قُدّوس ہے، اور جس نے وعدہ کیا ہے کہ میں خود یتیموں کا باپ اور بیواؤں کا سہارا

ہوں گا، اور یوں اُس نے تسلی پائی۔

اس سارے وقت میں لکریتیہ نے بولنے کی جرأت نہ کی تھی لیکن اب دیویہ کے اشارہ پر وہ اُٹھ کر دوسرے کمرہ کو چلی گئی تا کہ سپنٹیس اور روفس کو کچھ کھانے کو دے۔ دیویہ کے سامنے سے جاتے ہی اُس نے رو رو کر افسوس کرنا شروع کیا کہ دیکھو اس کی ضد نے اِسے کیا کیا دن دکھائے ہیں اور ابھی تک وہ سمجھتی نہیں۔ پھر اُس نے رومی افسر سے منت کرتے ہوئے کہا۔" آپ نا اُمید نہ ہوں اور جانے سے پیشتر اُسے پھر سمجھانے کی کوشش کریں۔"

لیکن سپنٹیس اس متعصب خادمہ کی نسبت دیویہ کے مزاج کا بہتر اندازہ لگا سکتا تھا، اور اُس نے جان لیا کہ اب دلائل سے کام نہیں نکلے گا۔ دیویہ نے اپنی تکلیفوں کو دیکھ کر انہیں خوشی سے قبول کیا تھا۔ وہ اپنی آزمائش کی سختی کو محسوس کرتی تھی تاہم برداشت کرنے کو تیار تھی۔ اُس کی نظر ایک انعام پر تھی جس کو وہ رومی افسر بالکل ایک وہمی انعام تصور کرتا تھا اور کوئی زمینی شے اُسے اُس کا پیچھا کرنے سے ہٹا نہ سکتی تھی۔ سپنٹیس نے اُس شریف جلاوطن کے پیارے بہادر چہرے سے یہ سب کچھ پڑھ لیا اور اُسے پھر سمجھا کر اُس کی بے عزتی کرنا نہ چاہتا تھا۔ دیویہ کے فیصلے پر اُسے خود افسوس تھا لیکن اُس سے دوبارہ بات کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ یہ سوچنے لگا کہ کسی نہ کسی صورت میں اس بہادر خاتون کی مصیبتوں کو ہلکا کرے۔ اُن کی سیدھی سادھی جھونپڑی اور معمولی اشیائے ضروریات اور اُس کی تنہائی کو دیکھ کر سپنٹیس بے چین سا ہو گیا۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ دیویہ کی سزا اُس کی خطا سے بہت بڑھ کر ہے اور وہ ان مصیبتوں کو کم کرنے کے لیے سوچنے لگا۔

اُس نے لکریشیہ پر اپنے ارادے کو ظاہر کیا۔ اُس نے اُسے بہت پسند کیا اور اُمید بھی ظاہر کی کہ دیویہ نامنظور نہ کرے گی۔ لیکن شام کو دیویہ سے پھر ملاقات نہ ہو سکی اور صرف ماں بیٹی کی دُعا اور مناجات کی آواز اُنہیں سنائی دیتی رہی، اور چینیس رخصت لینے کو حاضر ہوا اور عرض کی کہ جناب منظور فرمائیں، تو میں آپ کو کسی مہذب جگہ پر لے جاؤں جہاں آپ اچھے شائستہ لوگوں سے اور اگر چاہیں تو مسیحیوں سے بھی مل جل سکیں۔ اسکندریہ میں چینیس کے رشتہ دار تھے اور اُس نے دیویہ کو یقین دلایا کہ اگر آپ اُن کی چھت تلے پناہ لینا منظور فرمائیں تو وہ ہر طرح سے آپ کی خدمت کو حاضر ہوں گے۔ اور اُس نے منت کی کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ تمام اسباب ضروری لے کر حاضر ہوں تاکہ آپ کو یونیکا یا ہپوزریٹس میں پہنچاؤں جہاں سے دارالسلطنت مصر کی طرف جہاز روانہ ہوتے ہیں۔

وہ رومی سپاہی اپنے منصوبے میں ایسا پُرامید اور سرگرم تھا کہ جب تک اپنا سارا بیان ختم نہ کر چکا، اُس نے دیویہ کو بولنے تک نہ دیا۔ سو وہ الیوا کے کندھوں پر ہاتھ رکھے اور اُس کے زرد چہرے پر نگاہ لگائے چپ چاپ بیٹھی سنتی رہی۔ چینیس اپنا بیان ختم کر کے جواب کا منتظر ہوا۔

جب اگلی صبح چینیس جھونپڑی میں داخل ہوا تو اُسے دیویہ اور اُس کی بیٹی کے چہرے پر کوئی رونق اور بشاشت دکھائی نہ دی کیونکہ ایسی مصیبت کے وقت میں اُن کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ دیویہ کے چہرے سے خاموشی ہاں ایک قسم کی مُردنی سی ٹپکتی تھی، اور وہ بڑی کمزور و نحیف نظر آتی تھی، گویا کہ زندگی نام کو بھی نہیں رہی۔ اُس کے رُخساروں

کی رنگت بالکل جاتی رہی، اور آنکھوں کی آگ بجھی بجھی معلوم دیتی تھی۔ ناامیدی کے غم نے ایک ہی رات میں اپنا ایسا کام کیا کہ کوئی اجنبی پہچان بھی نہیں سکتا تھا کہ فر بورتھیج حسین دیویہ یہی ہے۔ ایلیوا پر بھی عجیب تبدیلی چھا گئی تھی۔ وہ بھی اپنی عمر سے زیادہ بڑی معلوم ہوتی تھی۔ اور اُس کے چہرے سے فکر کے ایسے نشان ظاہر تھے جو ایسی چھوٹی عمر میں کبھی پائے نہیں جاتے۔ وہ پھول سا شگفتہ چہرہ جس سے ابھی کل رات صحت اور زندگی ٹپکتی تھی اب بالکل مرجھا گیا تھا۔ ایلیوا نے اپنی ماں کے غم و افکار کی گہرائی کو بخوبی پالیا اور خوب پہچان لیا تھا کہ ہم دونوں کی حالت اب کیسی ہونے والی ہے۔ اُس کی زندہ دلی ایسی جاتی رہی تھی کہ جسے اب زمانہ ہی پھیر لا سکتا تھا۔ صورت سے وہ بیمار نظر آتی تھی اور بے شک جسم اور روح دونوں میں بیمار تھی۔ پچھلی رات دیر تک باہر رہنے کے باعث اُس کی طبیعت ناساز کچھ پہلے ہی سے تھی، اور پھر اُس کی روح کی آزمائش اُس کی طاقت سے بڑھ کر نکلی۔ یہ پیاری لڑکی بے شک بیمار اور اُس تمام آرام و راحت کی محتاج تھی جو اُس کے پہلے گھر میں میسر تھے لیکن اس جنگل میں ہم پہنچ نہیں سکتے تھے۔ اُس کی ماں یہ سب کچھ جانتی تھی، لیکن ان خیالوں سے اُس نے اپنے فرائض کی راہ کو نہ چھوڑا۔

جب پٹھیس نے جواب مانگا تو دیویہ نے اس تمام دلچسپی اور خیر خواہی کے لیے جو اُس نے دیویہ کے حال پر ظاہر کی اُس کا شکریہ ادا کیا۔ لیکن اُس تجویز کو نامنظور کیا اور کہا میرے خاوند کی مرضی ہے کہ میں یہیں رہوں۔ اُس کا تعلق مجھ سے ابھی تک ٹوٹا نہیں اور میں ابھی تک اُس کی فرمانبردار جاں نثار بیوی ہوں اور سوائے اپنے مذہب کے کسی بات میں اُس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گی۔

اور پھر اُس نے بڑی اندوہ ناک آواز سے کہا شاید کوئی ایسا وقت بھی آئے کہ انہیں میری فرمانبرداری پر کوئی شک ہو، گو میری محبت تو ہمیشہ کے لیے اُن کی ہو چکی، پھر مجبوراً میں آپ اپنی تجویز کرلوں گی۔ لیکن جب تک میں اُن کی بیوی ہوں، اُن کی وفاداری میں ہی جیئوں اور مروں گی، اور اپنے وعدوں پر قائم رہوں گی۔ چمنیس انہیں یہ میرا پیغام دے دینا۔

چمنیس نے بڑی سرگرمی سے جواب دیا۔ ہاں میں اپنے شفیق کو یہ پیغام دوں گا۔ میں انہیں کہوں گا کہ آپ ایسے انمول موتی کو ہاتھوں سے کھو رہے ہیں جسے دُنیا کی تمام دولت خرید نہیں سکتی۔ میں انہیں سمجھاؤں گا کہ اس جنگل میں آ کر آپ کے آگے گھٹنے ٹیک کر معافی مانگیں اور آپ کو ساتھ لے جائیں، تا کہ اُن کا اُجڑا ہوا گھر پھر آباد ہو۔ بھلا کیا ہوا اگر آپ کسی دُوسرے خدا کی پرستش کرتی ہیں۔ مارکس کو تو آپ کی پرستش کرنی واجب ہے۔

دیویہ نے جلدی سے جواب دیا۔ بس چمنیس! ایسی خوشامد کی بیہودہ باتیں نہ بولو، اور اب اُس کی سنگ مرمر کی سی سفید پیشانی پر ایک رنگ چڑھ آیا۔ لیکن آن کی آن میں وہ پھر جاتا رہا، اور اُس کی پیشانی پہلے سے زیادہ زرد ہو گئی۔ چمنیس! مجھ جیسی گناہ آلودہ عورت سے ایسے الفاظ منسوب کر کے میری بے عزتی نہ کرو۔ اپنے خاوند کی نظروں میں تو میں مجرم ہوں، اور یہ اُس کی مہربانی ہے کہ مجھے موت کے بدلے جلاوطنی کا حکم دیا۔ لیکن اوہ! اگر یہ انمول موتی میرے پاس نہ ہوتا، تو اُن کے دل سے جدائی پانے کی نسبت میں مرنے کو ترجیح دیتی۔ ایلیو کی خاطر میں جینے کو راضی ہوں، اور اگر میں اُسے یہ سکھاتی

ہوں کہ اپنے نجات دہندہ کو سب سے زیادہ محبت کرے تو مارکس کو یہ دنیا میں الیڈا کو یہ بھی سکھاتی ہوں کہ اپنے باپ کو اس دنیا میں سب سے زیادہ پیار کرے۔ کانٹیس میں کزور ہوں۔ بس اب مجھ سے رخصت ہو۔ میں تمہاری مہربانی کو کبھی بھی نہ بھولوں گی۔ الوداع۔

کانٹیس کے رخصت ہونے پر ڈیوٹیا، الیڈا کو ساتھ لے کر اندر کے کمرے میں چلی آئی۔ رتھ کی آواز دور وادی میں دیر تک چلتی سنائی دیتی رہی اور ڈیوٹیا کی قسمت پر مہر لگ گئی۔

جیسا جلاوطنی کا دن تھا ویسی ہی اُس کی قوت تھی۔ آزمائش سے نکل جانے کی راہ بھی اُسے دکھائی گئی کہ "برداشت کرے" اور وہ اُن سب مصیبتوں پر غالب آئی۔ اپنی قوت سے نہیں بلکہ اپنے خداوند اور شفیع کی قوت سے۔ اب یہ آزمائش ختم ہو چکی اور اُسے توفیق ملی کہ اپنی کمزوری اور بے کسی کو بخوبی دیکھے تاکہ الٰہی مدد کا شکر یہ ادا کرے اور آیندہ آزمائشوں کے وقت بھی اُس پر کامل بھروسہ رکھے۔ وہ رات ایسی تاریک تھی کہ اُس کی قوتِ فکر بھی اُسے جواب دے گئی۔ اُس کے تمام حواس مُردہ ہو گئے۔ اور اگر وہ کسی بات کو محسوس کرتی بھی تو وہ دُکھ تھا، اور دُکھ بھی وہ جس میں اُمید کی ایک بھی کرن نہ ہو۔ گھنٹوں تک وہ بے حس و حرکت بیٹھی رہی اور کسی کا خیال نہ کیا۔ یہاں تک کہ کرشیہ کو ذرہ سا معلوم ہونے لگا کہ کہیں اُس کی روح تو پرواز نہیں کر گئی۔ یا اُس کی عقل تو جاتی نہیں رہی۔ اُس کی آنکھیں ان سر بفلک پہاڑیوں پر لگی تھیں جو اُس کے وطن کارتھیج کو اُس سے جدا کیے تھیں اور اُس کی روح اُن سے پرے اُن عزیزان وطن پر لگی تھی جنہیں اس دُنیا میں اُسے پھر ملنے کی اُمید نہ تھی۔

آخرکار وُہ چپکے چپکے اپنے آپ سے کہنے لگی: ''میں اُن سے تو ملوں گی۔ لیکن مارٹس سے پھر میل نہ ہوگا۔ اُس سے پھر نہ مل سکوں گی۔'' ہائے یہ کیسے دل شکن الفاظ ہیں۔ انسانی لبوں سے دل توڑنے والے الفاظ اور کیا نکل سکتے ہیں۔ ان میں انسان کے رہبر ستارۂ اُمید کی ذرا بھی روشنی نہیں ملتی۔ پھر نہ مل سکوں گی۔ اور یہ الفاظ کیسے رقت انگیز ہیں! یہ ہمارے کانوں میں ایسی خراش پیدا کرتے ہیں، جیسے آندھی بلوط کے درختوں سے گزرے۔ ماں کی آواز سُنتے ہی ایلیوا اُس کا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگی۔ ''اماں جان میرے ساتھ باہر چلئے۔ میں بہت تھک گئی ہُوں'' اور اُسے دروازے کی طرف لانے کی کوشش کی۔

دن بھر ایلیوا اپنی ماں سے لپٹی رہی۔ لکریشیہ بھی اُسے پُھسلا نہ سکی کہ جا کر اپنی سہیلیوں سے کھیلے۔ گو دیویہ کو معلوم نہ تھا کہ ایلیوا میرے پاس ہے یا مُجھ سے دُور۔ آخرکار اُس کی شیریں آواز نے دیویہ کے دل پر اثر کیا اور اُس کے دل میں ایک عجیب بے چینی سی پیدا ہوگئی، اور اُن ننھے ہاتھوں کی لمس سے وُہ ہوش میں آئی۔

وُہ رو رو کر کہنے لگی ''میری بچی۔ میری پیاری ایلیوا۔ اتنی دیر مُجھے تمہاری کُچھ فکر نہ رہی۔ اس دُنیا میں تُم ہی تو میرا ایک دُرِ نایاب رہ گئی ہو۔'' اور اُسے گلے سے لگا کر پُھوٹ پُھوٹ کر روئی۔ حتیٰ کہ اُن آنسوؤں نے اُس کے بھاری دل کو کچھ ہلکا کیا۔

آؤ ایلیوا دُعا مانگیں۔ خُدا کا شکر کریں کہ اُس نے یہاں تک ہماری مدد کی اور ہمیں اکٹھے رہنے دیا۔ اُس کی منت کریں کہ وُہ آگے کو بھی ہمیں اپنی ہی حفاظت میں رکھے اور ایمان میں ثابت قدم رہنے کی توفیق دے۔

دیویہ کو دُعا مانگتے دیکھنا لکریشیہ کو گوارا نہ تھا۔ اُس کے زعم میں یہی دُعا دیویہ کی

مصیبتوں کا سبب تھی۔ اس لئے وہ کمرے سے اٹھ کر چلی گئی اور کھانے کے انتظام میں لگ گئی، کیونکہ دیر سے انہوں نے کچھ کھایا نہ تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ اُن دعاؤں کی نسبت اُس کے کمزور بدن کو کھانے سے زیادہ تقویت ملے گی۔ بے چاری لکریشیہ کیسی غلطی پر تھی۔ اُسے الٰہی مدد کا کچھ بھی خیال نہ تھا۔ جب یہ کھانے کو اکٹھے ہوئے تو ویبیا کے چہرے پر پھر وہی خوشی اور نرمی دیکھ کر وہ حیران رہ گئی۔

پھر ویبیا ایلیوا کو ساتھ لے کر باہر نکل آئی، اور اُسے خوش کرنے کی کوشش کی۔ اُس نے دل میں ٹھان لیا کہ اپنی اُداسی کے باعث ایلیوا کو آئندہ اداس نہ ہونے دوں گی۔ جب تک مجھ میں قوت ہے میں اپنے غم کو دباؤں گی۔ اور اُس کے آرام و راحت کی فکر میں رہوں گی۔ اور اس میں خدا نے اُس کی مدد کی۔ کسی نے خوب کہا ہے "اپنی گزشتہ زندگی پر اندوہگیں نگاہ سے نظر نہ کر۔ وہ پھر واپس نہیں آئے گی۔ اپنے موجودہ موقعوں سے کام لینے کی کوشش کر۔ یہ وقت تیرا ہے۔ بلا خوف مردانہ دل سے آئندہ زمانے کا مقابلہ کر۔"

ایلیوا شام کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا سے بہت خوش ہوئی اور اُس کی ماں کی زندہ دلی اور تبسم نے اُس کی خوشی کو دوبالا کر دیا، اور وہ بہر صورت پھر تندرست معلوم ہونے لگی۔

یہ جلاوطن بے شک تھکی اور بڑے بوجھ سے دبی تھی۔ تاہم وہ تسلیم و رضا اور ایمان سے خداوند کے پاس آتی اور اپنی جان میں آرام پاتی تھی۔

پندرھواں باب

خُفیہ سازش

میں نے اپنے دل سے کہا آ میں تجھ کو خوشی میں آزماؤں گا۔ سو عشرت کر لے۔ لو یہ بھی بطلان ہے۔ میں نے ہنسی کو دیوانہ کہا اور شادمانی کے بارے میں کہا اس سے کیا حاصل؟ میں نے دل میں سوچا کہ جسم کو مے نوشی سے کیونکر تازہ کروں اور اپنے دل کو حکمت کی طرف مائل رکھوں اور کیونکر حماقت کو پکڑے رہوں۔ جب تک معلوم کروں کہ بنی آدم کی بہبودی کس بات میں ہے کہ وہ آسمان کے نیچے عمر بھر یہی کیا کریں۔ (واعظ ۲: ۱-۳)

کارتھیج سے واپس آ کر پنٹینس نے مارکس اور اُس کے والد سے دیویہ کی ملاقات کا سب حال بیان کیا۔ فیلکس تو یہ سُن کر کہ اُس کی بہو ابھی تک اپنے ایمان میں قائم اور مسیح کی خاطر سب مصیبتیں اُٹھانے پر کمربستہ ہے مارے غصہ سے دیوانہ ہو گیا۔ یاد ہو گا کہ فیلکس خود مسیحی دین کا انکار کر چکا تھا، اور وہ جس کسی کو ان آزمائشوں کا مقابلہ کرتے اور اپنے ایمان میں ثابت قدم رہتے دیکھتا اُس کی طرف سے اُس کے دل میں ایک طرح کی نفرت اور دشمنی پیدا ہو جاتی تھی۔ لیکن جب مارکس نے اپنی بیوی کی مصیبتوں، فرمانبرداری اور اُس کی محبت و جاں نثاری کا بیان سُنا تو اُس کا دل سو سو آنسو رو دیا اور جب پنٹینس نے بتایا کہ کیونکر میں نے کوشش کی کہ اُسے سمجھا بجھا کر کسی دوسری جگہ لے جاؤں تو مارکس نے اُس کے ہاتھ کو دبا کر اُس کا شکر ادا کیا۔ لیکن اُس کے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکل سکا۔

تاہم کانٹیس کو بڑی حیرانی اور افسوس ہُوا کہ مارکس نے اپنی بیوی کے معاف کرنے کا کچھ بھی ارادہ ظاہر نہ کیا۔ اُسے تو پوری اُمید تھی کہ اپنی بیوی کی مصیبتوں اور اُس کی محبت کے بیان سے یہ پچھلی باتیں بھول کر اُسے فوراً معافی کا پیغام بھیجے گا، لیکن مارکس سنگدل کا سنگدل بنا رہا اور صرف یہی وعدہ کیا کہ رُوم سے واپس آنے تک طلاق ملتوی رکھے۔ اس عرصہ میں دیویہ پھر سوچ سمجھ لے اور اُس کی شرائط پر غور کرے۔

کانٹیس کو اجازت ہوئی کہ اس امر کی اطلاع دیویہ کو زوفس کے ذریعے بھجوا دے اور مارکس نے اُس سے یہ بھی وعدہ کرا لیا کہ آپ خود وہاں پھر کبھی نہ جائے، اور نہ ہی کسی کو اُس جگہ کا پتہ دے۔ ابھی تک اُسے کچھ کچھ اُمید باقی تھی کہ تنہائی اور وقت دیویہ کے صبر و برداشت پر غالب آئیں گے اور آخر کو اپنی غلطی جان جائے گی۔ تب وہ بھی اپنے سفر کی تیاری میں مصروف ہُوا۔

اب مارکس نے پروکونسل کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا، کہ میں جانے کو تیار ہوں۔ اور کانٹیس نے دیویہ کو ایک بڑا پُر زور مؤدبانہ خط لکھا کہ مہربانی سے اپنے خاوند کی آخری شرائط پر غور فرمائیے اور اب کے اُن سے انکار نہ کیجیے اور دُوسرے ہی دن اُس نے زوفس کو اپنا تیز رو گھوڑا دے کر روانہ کیا کہ جتنی جلدی ہو سکے دیویہ کو خط پہنچا آئے۔

خط پڑھنے سے دیویہ کے دل میں کانٹیس کی طرف سے شکر گزاری کے خیال پیدا ہوئے، اور خوش ہوئی کہ کچھ مدّت تک تو میں مارکس کی بیوی ہوں اور بس۔ وہ جانتی تھی کہ یہ صدمہ ایک نہ ایک دن تو اُٹھانا پڑے گا۔ اور وہ الٰہی فضل کے لیے دُعا کرتی تھی کہ اُسے برداشت کرنے کی توفیق دے۔

تین دن میں مارکس نے سب تیاریاں مکمل کر لیں اور اپنے خادموں اور ماتحت افسروں کو ساتھ لے ایک تیز رفتار جہاز میں کارتھیج سے روانہ ہوا کہ روم پہنچے۔ چونکہ ہوا موافق تھی، بہت جلد اوستیا میں پہنچ گئے اور پھر دریائے طبریاس سے ہو کر روم میں پہنچے۔ شہنشاہ کی طرف سے اُس کا بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا گیا۔ شاہ سویرس پہلے بھی ان خدمات کی وجہ سے جو اس نے مہم مشرق میں کیں، اُسے سرفراز کر چکا تھا۔ اور جس سفارت پر وہ اب افریقہ کے پروکونسل کی طرف سے آیا، وہ بھی ضروری اور پوشیدہ امور سے متعلق تھی۔ وہ شہنشاہ کو اس امر کی اطلاع کرنے آیا تھا کہ ملک روم کے اُس حصہ میں مسیحیت نے کیا کچھ ترقی کی اور سیزینتس کی رائے میں اُسے روکنے کے لیے کن کن تدابیر سے کام لینا چاہیے۔ پروکونسل نے بڑے زور سے صلاح دی کہ جو جو سختیاں سویرس کے فرمان کے وقت سے بجسٹریٹ کرتے آئے ہیں، کچھ دیر کے لیے موقوف کی جائیں، کیونکہ ان کا صرف یہی نتیجہ ظہور میں آیا ہے کہ بعض بڑے نامی اور گراں قدر لوگوں کی جانیں تلف ہوئیں، اور یہ بُرائی پھر بھی رُکتی نظر نہ آئی۔ اُس نے بادشاہ کی بڑے ادب سے منت کی کہ ان سختیوں کو چھوڑ کر خفیف سزائیں مقرر کرے اور کسی کو بھی یسوع کے شاگرد ہونے کے لیے ظاہرا سزا نہ دے، بلکہ جو لوگ پکے بُت پرست ہوں، انہیں ہر طرح سے مہربانی دکھائی جائے اور ہر بات میں انہیں ترجیح دی جائے اور جو لوگ مسیحیت کو چھوڑ کر اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کی طرف پھر آئیں، ان کا ہر صورت حوصلہ بڑھایا جائے۔ اُسے اُمید تھی کہ یُوں کچھ بہتری کی صورت پیدا ہو گی۔ وہ اپنے تجربہ سے کہہ سکتا تھا، کہ کئی مسیحی موت اور تکلیفوں سے نڈر رہ کر اپنے ایمان میں قائم رہتے اور اکثر بڑے شوق سے جامِ شہادت پیتے ہیں۔

ہے کہ جیسے نرمی اور مہربانی سے ہم کام لے رہے ہیں، ویسے ہی مسیحی بھی ہمارے احکام کی فرمانبرداری اور ہماری خواہشوں کی رضاجوئی کا اظہار کریں گے۔

اس فرمان سے تمام مسیحیوں کے دل خوشی وشکر گزاری سے بھر گئے۔ لیکن جیسے ایذارسانی کے طوفان نے انہیں ایسا خائف وترساں نہ کیا تھا کہ وہ اپنے ایمان کا انکار کرتے اور اپنی نجات کی خاطر چٹان کو چھوڑ دیتے، ویسے ہی اس اقبال مندی کے سنہرے دن نے انہیں ترغیب نہ دلائی کہ اپنے فرائض میں تغافل کریں یا اُن بت پرستوں کی رسومات میں شریک ہوں، جن کے درمیان وہ مقیم تھے۔ چُپ چاپ وہ اپنے ایمان کو تھامے رہے اور اُس امن وچین کو جو انہیں عنایت ہُوا، بڑی خوشی وشکر گزاری سے قبول کیا۔ لیکن وہ مصیبتیں اور سختیاں اُٹھانے کو بھی بالکل تیار تھے۔

یہ امن جو مسیحیوں کو ملا صرف چند روزہ تھا۔ کیونکہ شہنشاہ کے شاہی تخت پر جلوہ افروز ہونے کی دوسالہ یادگار میں سارا روم بڑے ولولے اور جوش کی حالت میں تھا۔ ولی عہد سارسلاؔ کی شادی بھی اُس کے عزیز دوست پلانیٹسؔ کی بیٹی فلیویہؔ سے انہی دنوں میں ہونے والی تھی اور شہنشاہ نے یہ ارادہ بھی ظاہر کیا کہ مشرقی فتوحات کا جشن بھی انہیں دنوں میں منایا جائے ایسے عام جلسوں میں مسیح کے شاگردوں کو اکثر تکلیفیں پہنچائی جاتی تھیں۔ شاہ سویرسؔ کو اپنی مسیحی رعایا کی تکلیفوں کا مطلقاً فکر نہ تھا، تاوقتیکہ اُن سے سلطنت کو کسی قسم کا نقصان نہ ہو۔ اور وہ اپنے بلند نظریوں اور فکروں میں ایسا غرق تھا کہ اُسے ذرا پروا نہ تھی کہ چند مسیحیوں پر کیا کچھ آفت آتی ہے۔ اس کے وقت کا بہت سا حصہ علمی کاموں میں صرف ہوتا تھا۔ وہ نہ صرف لائق اور عالم شخصوں کی قدر کرتا تھا، بلکہ اُس نے باوجود

کاروبار سلطنت کے اپنے عہد کی تاریخ بھی قلمبند کی۔ وہ اس امر کا سخت مخالف تھا کہ نواب اور رئیس اپنا وقت عیش و عشرت میں صرف کریں۔ اور خورش اور لباس کی سادگی اور تمام اُمور میں اعتدال اور میانہ روی دکھا کر اس نے اپنے درباریوں کو ایک عمدہ نمونہ دیا۔

شاہ سویرس کئی وجوہات سے ایک نامی اور چیدہ شہنشاہ تھا۔ اُس نے اپنی سلطنت کی پائیداری اور شان کے لیے بہت کچھ کیا۔ لیکن ظلم اور بلند نظری اُس کے اُبھانے والے محرک تھے۔ خصوصاً جو رویہ اُس نے اپنے مغلوب رقیبوں الجنیس اور نائجر کی طرف اختیار کیا، اُس کی یاد میں ایک ایسا دھبہ چھوڑا ہے، جسے اُس کی تمام فتوحات اور قابلیتیں مٹا نہیں سکتیں۔ اُس کی بڑی بڑی قابلیتوں اور اُس کے متانت طبع زور نے اُسے غاصبوں کی عام غلطی سے نہ بچایا، اور وہ خود بھی ایک عزیز کے غلبہ تلے آ گیا۔ اور جیسا کہ اکثر ہوا کرتا ہے۔ سویرس کا عزیز پلانٹس اُس درجے اور اعتبار کے لائق نہ تھا اور نہ اُس اعلیٰ عہدے ہی کے قابل جس پر وہ سرفراز کیا گیا۔

جتنی مدت سویرس اپنی مشرقی مہم میں مصروف رہا۔ پلانٹس کاروبار سلطنت کو روم میں سرانجام دیتا رہا، اور چونکہ پریٹورین رسالہ بھی اُسی کے زیر کمان تھا، اُسے شہر میں بڑی عزت و اختیار حاصل تھا۔ افسوس! اسے ہمیشہ اپنے آقا کی بہبودی کا خیال نہ رہا۔ کبھی کبھی اُس کے دماغ میں بغاوت کے خیال آ سماتے، اور وہ خود تخت لینے کے منصوبے باندھتا تھا۔ سویرس کے مصر سے واپس آنے سے پیشتر ہی پلانٹس نے اُس کے خلاف ایک سازش قائم کر لی تھی لیکن اس وقت تک جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں، اُس نے اپنے منصوبے کی سرانجام دہی میں کوئی عملی کارروائی نہ کی۔ ابھی تک وہ وفاداری اور نمک حلالی کا لباس

پہنچے تھا، حالانکہ اُس کے سینے میں بغاوت شعلہ زن تھی۔ اپنے اقتیار کو اور بھی بڑھانے کے لیے اُس نے زور دیا کہ اُس کی بیٹی فلیو یے کی شادی ولی عہد سے جلدی سے قرار پائے، اور ساتھ ساتھ ہی سار سلا اور سوریں دونوں کی تباہی کے منصوبے باندھتا اور موقع کا منتظر تھا۔

اپنے مدعا کے برلانے میں اُس نے بڑی بڑی کوششیں کیں اور اپنے سارے اقتیار سے کام لیا۔ اُس نے بڑے بڑے رئیسوں اور فوجی افسروں کو بھی اپنے ساتھ گانٹھ لیا۔ مارٹس سے جب وہ مشرقی مہم میں سوریں کے ہمراہ آیا تو اُس کا تعارف ہو گیا تھا اور اُس کی شجاعت وقابلیت سے اُس نے جان لیا تھا کہ یہ کسی دن نام پیدا کرے گا۔ اور اب جو اُسے معلوم ہوا کہ شہنشاہ نے اُس کی بڑی خاطر و تواضع کی تو اُس سے دوستی پیدا کر کے اپنے ساتھ گانٹھ لینا چاہا۔

اُن دنوں سوریں کے دونوں بیٹوں سار سلا اور گیتا کے باہمی حسد اور رشک رنجی کے سبب جو بچپن ہی سے ایک دوسرے کے سخت مخالف و دشمن تھے، روم میں دو فریق بن گئے تھے۔ باپ کا یہ منشا تھا کہ دونوں تخت نشین ہوں اور اُس وسیع سلطنت کا باہم انتظام کریں۔ بایں خیال اُس نے بڑے بیٹے سار سلا کو اُمور سلطنت میں اپنا ہمراز بنا لیا اور اُس کا ارادہ تھا کہ کچھ عرصہ بعد گیتا کو بھی اس عہدہ پر سرفراز کرے[1] جس وقت کا ہم ذکر کر رہے ہیں دونوں بھائیوں کو ایک سا رتبہ حاصل نہ تھا اور وہ ایک دوسرے سے سخت حسد و کینہ رکھتے تھے۔ جُوں جُوں اُن کی عُمر بڑھتی گئی، اُن کی مخالفت کو بھی فروغ ہوتا اور

---

[1] ۲۰۸ء گیتا بھی اس عہدے پر سرفراز کیا گیا۔

اُن کے اپنے عزیز دوستوں کا شمار بھی بڑھتا گیا۔ بھائیوں کی یہ باہمی ناسازی سویتن کے لیے بہت باعث غم و فکر ہوئی اور اُس نے کوشش کی کہ کسی طرح سے بھی ایک دوسرے پر رشک کھانے کا موقع نہ دے۔ لیکن دونوں چاہتے تھے کہ ایک دوسرے سے زیادہ غلبہ پائیں۔ سارسلا کو بڑے ہونے کا گھمنڈ تھا تو گیتا کو عزیز عام ہونے کا فخر۔

فلیویہ اور سارسلا کی شادی کے موقع پر پلاٹینس ظاہراً سارسلا کے فریق سے مل گیا۔ ان کا خیال تھا کہ یہ شخص صادق القول ہے، اور سارا پریٹورین رسالہ ہمارا ساتھ دے گا۔ ایسے بااختیار شخص کی مدد حاصل کرنے کے لیئے سارسلا نے اُس کی بیٹی سے جو باوجود اپنے حسن کے بڑی بداطوار اور سخت مزاج تھی شادی کرنا منظور کیا۔ لیکن پلاٹینس کو تو اپنی فکر تھی اور وہ اپنی بہتری کا طالب و خواہاں تھا۔ اسی مقصد سے وہ لوگوں کی خاطریں کرتا اور اُن پر زر و جواہر نثار کرتا تھا۔ سارسلا کی بہتری بھلا اُسے کب گوارا تھی۔ وہ تو اُلٹا اس کے خون کا پیاسا تھا۔

اس مقصد کی انجام دہی کے لیے اُس نے کارتھیج کے سفیر مارکس کی بڑی خاطر تواضع کی، اور اپنی خوش اطواری و چاپلوسی سے اُسے اپنی رازداری میں لے لیا، اور اُسے اپنی دوستی کا ثبوت دینے کے لیے پریٹورین رسالہ کا فوجی مجسٹریٹ مقرر کیا تاکہ سازش کے عمل میں آنے تک اُسے دارالسلطنت میں ٹھہرنا پڑے۔ لیکن مارکس دن بدن اُداس اور کمزور ہوتا معلوم ہوا اور جشن کی تیاری میں کچھ دلچسپی نہ لیتا تھا۔ آخر پلاٹینس کے اصرار پر اُس نے اپنا سارا حال بتا دیا اور کچھ اُمید ظاہر کی کہ شاید میری بیوی اپنی ہٹ چھوڑ کر واپس آ جائے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ جتنی جلدی ہو سکے کارتھیج کو واپس جاؤں۔ اگر وہ

بچ کر واپس آ جائے تو کوئی عہدہ اور عزت مجھے ترغیب نہ دلائے گا کہ اپنی بیوی اور خاندانی آرام کو چھوڑ کر کہیں جاؤں۔ لیکن اگر وہ ایسی ہی سنگدل رہی تو میں یقین دلاتا ہوں کہ پھر روم کو واپس آ جاؤں گا کہ ملکی اور فوجی خدمات میں مشغول رہ کر اپنے غم و مایوسی کو بھول جاؤں۔

پلانیئس نے اپنے دوست سے بڑی ہمدردی کا اظہار کیا، اور ساتھ ہی ارادہ کر لیا کہ جب تک میرے منصوبے پورے نہ ہو لیں، اسے کارتھیج واپس جانے نہ دوں۔ اس لئے اس نے ویویہ کے فیصلے پر بڑے بڑے حاشیے چڑھائے اور اس کے خیالات و عقائد سے سخت نفرت دکھائی اور بتایا کہ کیونکر مسیحی ساری سلطنت کے لئے باعث لعنت ہیں۔ اور کسی شخص کو واجب نہیں کہ ان پر کسی طرح کی مہربانی کرے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر تمہاری بیوی مصیبت و ایذا رسانی سے ہار کر توبہ کر لے تو اس کی نہ ماننا، کیونکہ ایسی توبہ کا کچھ یقین نہیں ہو سکتا۔

پلانیئس نے جو دیکھا کہ ان دلیلوں سے مارکس پر کچھ اثر نہیں ہوا تو یہ بات اس کے دل نشین کرنے اور اسے کارتھیج واپس جانے سے روکنے کے لئے اسے اپنے گھر بلا لیا۔ یہاں ہر طرح کے عیش و عشرت کے سامان تھے۔ مارکس یہ دیکھ کر کہ وہ شخص جس کے ہاتھ میں عنانِ حکومت ہے اور جو شہنشاہ پر بھی ایسا غلبہ رکھتا ہے، میری ایسی خاطر تواضع کرے فخر سے پھولا نہ سمایا۔ اس نے پر پلانیئس کے دعوت نامہ کو قبول کیا، اور اس کے ہاں جا رہا۔ اور یہاں عیش و عشرت میں پڑ کر اس نے اپنے غم و افکار کو بھلا دینے کی کوشش کی۔ عزیز شاہ کے محل میں شب و روز درباریوں کا ہجوم لگا رہتا تھا جو اسے خوش کر کے ترقی

کے اُمید وار تھے اور چونکہ پلانیٹس بھی اُن کی مدد حاصل کرنے کا خواہاں تھا وہ بھی اُن کی خاطر تواضع میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتا تھا۔ اُس کے دستر خوان پر سویرس کی نسبت زیادہ عمدہ اور لذیذ کھانے ہوا کرتے تھے اور اُس کا ساز و سامان بھی شہنشاہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھا۔ اُس کی محفل میں دانش و حُسن اور قابلیت سب کچھ پایا جاتا تھا۔ یہاں مارکس کچھ دیر کے لیے اپنے سب غم و فکر بھول گیا۔

اُس نے اپنے دل میں کہا" ارے آ۔ میں تجھے خوشی سے آزماؤں گا۔ اس لیے عیش کر۔ اُس نے دل میں کوشش کی کہ بے خوشی کرے اور ساتھ ہی دانائی پائے اور حماقت پر قبضہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ دیکھ سکے کہ بنی آدم کے لیے وہ کون سی بہتر بات تھی جو وہ اپنی زندگی کے تمام دن آسمان کے نیچے کرتے رہے ہیں۔" کچھ عرصہ تک اُس نے یہی جانا کہ خوشی، دولت و اختیار ہی وہ "بہتر بات ہے۔" اور اُس نے ارادہ کیا کہ اب جو میری دلی اُمیدیں اور میرے اندرونی بہتر جذبات مجھ سے جاتے رہے ہیں انہیں حاصل کروں گا۔

بدنصیب مارکس تجھے ایک دن یہ تجربہ حاصل کرنا ہے" یہ سب کچھ بطلان اور رُوح کے لیے باعث تکلیف ہے۔" اور خدا کو فراموش کر دینے اور ایسے احمقانہ طریق کے اختیار کرنے سے سورج کے تلے انسان کو کچھ فائدہ نہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو اس صداقت کو وقت پر دریافت کر لیتے ہیں۔ ہاں مُبارک ہیں وہ جو دانشمند آدمی کے اُس قول کو سُنتے اور اُس کی نصیحت پر کان دھرتے ہیں کہ اُے جواں مرد اپنی جوانی میں خوشی کر اور تیرا دل تجھے

تیری جوانی کے دنوں میں خوش کرے۔ اور اپنے دل کے طریقوں اور اپنی آنکھوں کی منظوری میں چل۔ لیکن جان رکھ کہ ان سب باتوں کے لئے خدا تجھے عدالت میں لائے گا۔ اس لئے غم کو اپنے دل سے دور کر اور بدی کو اپنے جسم سے، کیونکہ بچپن اور جوانی سب بطلان ہے۔

سولھواں باب

دستِ غیب

کیا تم نہیں جانتے کہ دوڑ میں دوڑنے والے دوڑتے تو سب ہی ہیں مگر انعام ایک ہی لے جاتا ہے؟ تم بھی ایسے ہی دوڑو تا کہ جیتو۔ اور ہر پہلوان سب طرح کا پرہیز کرتا ہے۔ وہ لوگ تو مُرجھانے والا سہرا پانے کے لئے یہ کرتے ہیں، مگر ہم اُس سہرے کے لئے کرتے ہیں جو نہیں مُرجھاتا۔ (۱۔ کرنتھیوں ۹: ۲۴، ۲۵)

شاہ سویرؔس کے مشرقی فتوحات سے واپس آنے پر جو دھوم دھام اور جشن ہونے کو تھا، اُس سے مجبوراً انکار کرنا پڑا۔ کیونکہ اُس کی ٹانگ میں چوٹ آ جانے کے باعث وہ سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے سینٹ نے یہ تجویز کی کہ اس جشن کی بجائے اُس کی فتوحات کی یادگار میں ایک بابِ الفتح تعمیر کیا جائے۔ یہ خوبصورت محرابی دروازہ جب تک تیار ہو چکا۔ کہ سارسلا اور فلیویہؔ کے براتی اُس میں سے ہو کر گزریں۔ رسم نکاح ادا کرنے کا دن بھی آ پہنچا۔ شادی بڑی دھوم دھام سے ہوئی اور کسی چیز کی کمی نظر نہ آتی تھی۔ سب انتظام سویرؔس کی لائق بیوی جولیؔہ ڈومنہ کے ہاتھوں میں تھا۔ اُس کے حُسن اور قابلیت کا اپنے خاوند پر ایسا اثر تھا کہ پلاٹینئس سے اُتر کر گھر اور سلطنت کے تمام کاروبار میں وہ اپنے خاوند کی مشیر اور صلاح کار تھی۔ اور اُس کی وفات کے بعد امور

سلطنت میں سارستلا کی بڑی مدد کی ہے۔

اپنے بھائی کی شادی کی تقریب پر گیتا والدین کے ارشاد کے مطابق تمام رنجش کو بھلا کر جشن میں شامل ہوا۔ اور ان دس گواہوں میں بھی تھا جو اس سنجیدہ رسم کے لئے پر حاضر ہوتے ہیں۔ میاں بیوی جو عہد و پیمان اس موقع پر کرتے تھے، اگر پھر ان کو منظور ہو تو ایسی ہی ایک سنجیدہ رسم درکار ہوتی تھی۔ میاں بیوی دونوں قسم کھا کر ایک قسم کی نمکین روٹی چکھتے اور ایک بھیڑ دیوتاؤں کے آگے بھینٹ چڑھا کر اس کی تائید کرتے تھے۔

ان رسومات کی بجا آوری کے بعد نوجوان شہنشاہ اپنی دلہن کو ساتھ لے کر تزک و احتشام بازاروں سے گزرا۔ اس کے آگے آگے لوگ روپے نچھاور کرتے جاتے تھے اور چاروں طرف سے مبارک بادی کی صدا کانوں میں آتی تھی۔ اس شادی پر معلوم ہوتا تھا کہ شاہ کے بیٹے کے رتبہ میں اگر کوئی کمی تھی تو اب پوری ہو گئی ہے۔ پالینیس کا تخت پر کچھ تو دعویٰ ہو گیا۔ لیکن وہ بدبخت ان فکروں میں تھا کہ کون سا وقت آئے کہ تخت پر قبضہ کر لے۔ یہی امر اس کی تباہی کا سبب ٹھہرا۔ سارستلا تو اسے پہلے ہی ناپسند کرتا تھا، اور اب وہ چوکس ہو کر ایسی فکر میں لگا کہ کوئی بہانہ پا کر اس کا کام تمام کرے۔

---

1. جولیہ ڈومنا شامی ایک سورج کے پجاری کی بیٹی تھی جو شہر ایمسا واقعہ سریہ کا رہنے والا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کے بچپن ہی میں کسی نے پیشین گوئی کی تھی کہ اس کی شادی کسی شہنشاہ سے ہوگی جب یہ خبر سویرس کے کانوں میں جسے علم نجوم کا بڑا اعتقاد تھا پہنچی، تو اس کے حالات دریافت کئے۔ اور یہ معلوم کر کے کہ نجی اس کا حسن اور اس کی قابلیت ایسی ہی ہے کہ وہ کسی شہنشاہ کی بیوی ہو تو اس سے نکاح کی درخواست اس امید پر کی، کہ شاید اس طور سے یہ پیشین گوئی پوری ہو، اور جولیہ ڈومنا شاہی تخت پر جلوہ افروز ہو۔ اس کی یہ امید بر آئی، اور علم نجوم پر اس کا اعتقاد پکا ہو گیا۔

کچھ مدت تک تو ہر سُو سلامتی و خوشی اور صلح کے آثار نظر آتے رہے۔ ہر روز ان کھیلوں اور ناٹکوں میں جو شہنشاہ کی طرف سے عوام کے لیے مہیا کیے گے، ہزاروں لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔

جس رتھ میں سار ستلا اور اُس کی دُلہن سوار تھے، وہ کئی باتوں میں اُس رتھ سے مشابہ تھی جس میں فاتح جرنیل کسی فوجی جشن کے موقع پر سوار ہوتے تھے۔ یہ تمام سونے سے مزین تھی اور اُس میں سفید خوبصورت گھوڑے جتے تھے۔ دُولہا کا شاہانہ زرق برق لباس موتیوں سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ آگے آگے باجا بجتا جاتا تھا، اور پیچھے پیچھے شہنشاہ اور بیگم اور پلا نٹینس اور اُس کی بیوی اور شاہی خاندان کے دیگر ممبر تھے۔ اُن کے پیچھے نوجوان گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے قربانی کے جانوروں کو جن کے سینگ رنگے تھے، ہانکے لیے آتے تھے۔ اور اُس کے پیچھے منجاری اور پھر شرفا و اُمرا۔ اور عہدے دار اپنے اپنے منصب اور عہدے کے مطابق تھے۔

جب پلا نٹینس لوگوں کے سامنے سے گزرا، تو اُنہوں نے بڑی خوشی کا نعرہ مارا، کیونکہ وُہ جانتے تھے۔ کہ یُوں سویرس خوش ہوتا ہے۔ اور اُن کا خیال تھا کہ سار ستلا بھی خوش ہوگا۔ لیکن سار ستلا کا سینہ تو پہلے ہی حسد سے سیاہ ہو رہا تھا اور اب وُہ بالکل جل کر افسردہ ہونے لگا کہ ہائے کیوں مَیں نے اُس کی بیٹی سے شادی کر کے اُس کے اختیار کو اور بھی بڑھا دیا۔ لیکن اُس نے اپنے خیالات کو کسی صورت اظہار نہ کیا۔ ظاہراً تو وُہ ان سب باتوں سے خوش معلوم ہوتا تھا لیکن اُس کا دل اندر ہی اندر جل کر کباب ہو رہا تھا۔

اُس دن یونیورین رسالے کی کمان مارکس کے سپرد ہُوئی۔ پلا نٹینس اُسے خوش

کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ عہدہ بڑی عزت کا تھا۔ ایسے بہادر رسالے کی کمان کے غرور سے مارکس کا دل پھولا نہ سمایا۔ اور اُس کے دل میں طرح طرح کے خیال پیدا ہوئے۔ کہ شاید کسی دن میں پلانیتس کے جلیل القدر عہدے پر سرفراز ہوؤں۔ بلند نظری کا شعلہ اُس کے دل میں روشن ہُوا اور اُس کی بہتر اُمیدیں اور خیالات کچھ دیر تک دبے رہے۔

باراتی مندر جونو کی طرف جو شادی کی دیوی تھی چلے۔ قُربانی وہیں چڑھائی جانے کو تھی۔ اُس دن کئی جانوروں کا خون بہایا گیا۔ منجاریوں نے اُس وقت کو مسعود ٹھہرایا۔[1]

دن بھر جشن ہوتا رہا اور عوام کے لیے شاہی خرچ سے ضیافتیں مہیا کی گئیں۔ اور یہ تجویز کہ سوریس کی فتح کی یادگار میں قومی کھیل چند ہفتوں کے بعد قرار پائیں۔ ان جوش و خوشی کے دنوں میں دونوں فریق اپنی قدیمی دُشمنی کو بھول بیٹھے اور جشنوں میں باہم شریک ہونے لگے۔ لیکن کینہ اور حسد کا خیال لوگوں کے دلوں سے ہٹ نہ سکا، کیونکہ اُن کو مسیحیوں سے نفرت تھی۔ ہاں جیسا کہ ہم لکھ آئے ہیں ایسے خوشی کے موقعوں پر مسیح کے شاگردوں کو سخت ایذا پہنچائی جاتی تھی، کیونکہ ایسے ہی موقعوں پر ظاہر ہوتا تھا، کہ وہ کیونکر ہر ایک بات میں اعتدال پسند اور بُت پرستی اور دیگر بیہودہ رسُومات سے کنارہ کشی کرتے تھے۔

---

1. جیسے یہ شادی بڑی دُھوم دھام سے ہوئی، ویسے ہی اس کا انجام افسوس ناک ہُوا۔ پہلے دو برس تک تو سارسلا ظلیو یہ کو اپنی بیوی تسلیم کرتا رہا۔ لیکن بعد میں اُس سے سخت متنفر ہو کر بھراہی اُس کے بھائی پلانیتس اور اُس کی شیر خوار بیٹی اُسے جزیرہ لیپاری میں جلا وطن کر دیا۔ اور تخت پر بیٹھتے ہی انہیں سرد مہری سے مروا ڈالا۔ کہتے ہیں کہ شادی کی تقریب پر سارسلا نے جتا دیا تھا کہ میں تخت پر بیٹھتے ہی پلانیتس اور اُس کی بیٹی سے رہائی پاؤں گا۔

اور اس موقع پر بھی یہی ہوا۔ باوجود شاہی فرمان کے کہ مسیحیوں سے سختی نہ کی جائے لوگوں کے دلوں میں وہی کینہ جوش مارتا رہا۔ کئی دفعہ مسیحیوں کو اپنی جانیں بچانے کے لیے سپاہیوں کی مدد درکار ہوئی۔ ان خوشی کے دنوں میں خدا کے بندوں کا رونا اور چلانا برقرار رہا۔ اور عام عیش و طرب کے دنوں میں بھی وہ خوف اور خطرے کی حالت میں رہے۔

اور جیسے یہ جشن بڑھتے گئے، ساتھ ساتھ مسیحیوں کی ایذا رسانی بھی بڑھتی گئی اور جب عام کھیلوں کا وقت آ پہنچا تو اُن کا غصہ و کینہ بلا روک ٹوک ظاہر ہونے لگا اور مسیحیوں کی ایسی رسومات میں شریک ہونے کے انکار پر انہوں نے برملا بازاروں میں خون کیے اور انہیں ہر صورت بے عزت کیا۔

شاہ سویرس نے ان باتوں کی ذرا بھی پروانہ کی۔ وہ تہنیت نامے لینے اور درباریوں سے ملاقاتیں کرنے میں لگا تھا۔ تین دن تک شب و روز یہ کھیل ہُوا کرتے اور ہر طرح کے کھیل اور کرتب دکھائے جاتے تھے۔ لیکن زیادہ بھیڑ سرکس میکسمس میں ہوتا تھا، جہاں رتھوں کی دوڑ ہوتی اور بڑے بڑے سورما تلوار سے شیروں سے لڑتے تھے۔ یہ عالی شان بیضوی شکل کی عمارت کوئی ایک میل لمبی ہوگی اور اس میں دو لاکھ لوگ بیٹھ سکتے تھے۔ اس میں بارہ فٹ لمبا چبوترہ ایک سرے سے دوسرے سرے تک برابر بنا ہُوا تھا جس کے اردگرد دوڑ ہُوا کرتی تھی۔ چبوترہ کی ہر ایک حد پر تین ستون اور مرکز میں ایک عالی شان چوکور مینار بنا تھا۔

سرکس کے چاروں طرف تین منزلہ کمرے تھے۔ ایک طرف کھلی تھی جہاں سے رتھیں اور گھوڑے روانہ ہوتے تھے۔ اور اُس کے ساتھ ہی مشتری کے دو بُت تھے۔

جن سے ایک زنجیر آویزاں رہتی تھی کہ اشارے سے پیشتر گھوڑے روانہ نہ ہو جائیں۔ دُوسری طرف چاک سے خط کھینچا رہتا تھا کہ جو اُس تک پہلے پہنچے فتح پائے اور اُس طرف خاص خاص نامی گرامی تماشائیوں کے لیے تین برآمدے بنے تھے۔

جشن کے پہلے دن یہ برآمدے روُسا شہر اور اُن جلیل القدر لوگوں سے بھرے تھے جو دُور دُور سے تماشا دیکھنے کو آئے تھے۔ درمیان کے برآمدے میں شہنشاہ اور تمام شاہی خاندان بیٹھا تھا۔ درباریوں اور اُن کی بیویوں کے زرق برق لباس کے سامنے سویرس کا لباس اور بھی سادہ معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے چاروں طرف سونا اور جواہر چمک رہے تھے۔ لیکن وُہ اپنا شاہی قرمزی لباس بغیر کسی قسم کی آرائش کے پہنے تھا۔ اُس کے پُرفکر چہرے سے بھی معلوم ہوتا تھا کہ یہ شخص عام درباریوں سے نہیں۔ سوائے اس کے اور سب خوش وخرم نظر آتے تھے۔ یہاں تک کہ سارسلا اور گیتا بھی باہمی حسد ودُشمنی کو بھلا! چھپا کر ایک دوسرے سے بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ان کے ساتھیوں نے بھی ان کا نمونہ لیا۔ اور سب اس خُوشی میں شامل ہوئے۔

اس شاہی برآمدے میں ایک اور بھی شخص تھا جس کا دل شہنشاہ کی طرح فکرو تشویش سے مغلوب تھا۔ لیکن اُس کے فکر اور اندیشے بالکل مختلف تھے، اور وُہ جانتا تھا کہ اُنہیں کیونکر اپنے دل میں چھپائے رکھے اور کسی صُورت اُن کا اظہار نہ کرے۔ پلانٹس سازش کی فکروں میں لگا تھا اور سوچتا تھا کہ شہنشاہ کے قتل کرنے کا کونسا موقع بہتر ہوگا۔ سلطنت کے فکر جن سے سویرس کی پیشانی پر سوچ وفکر کے شکن پڑ گئے تھے، اور جن کے سبب وُہ اُس خوشی میں حقیقی طور پر شامل ہو نہیں سکتا تھا، ہاں یہی فکر اُسکے رشک کا باعث

تھا۔ اُس کو پُورا یقین تھا کہ سب لوگ مجھے چاہتے اور تمام عہدے دار اور افسر میری مدد پر ہیں۔ وہ اپنے دو ایک ہمرازوں سے اس منصوبے کا بیان کر بھی چکا تھا، لیکن ابھی تک اُسے ایک ایسے شخص کی مدد درکار تھی۔ جس کی جرأت اور حوصلہ پر اُسے پُورا پُورا اعتبار ہو، اور جو سویرس اور اُس کے ولی عہد سارسلا کو قتل کرنے کا بیڑا اُٹھائے۔

اس مقصد کے لئے وہ مارکس کو گانٹھنا چاہتا تھا اور اسی لئے اُسے اپنے گھر میں جگہ دی تھی۔ اس جوان افسر کو وہ بڑی بڑی اُمیدیں دلاتا اور اُس کی بلند نظری کے شعلے کو بھڑکاتا رہا، اور ساتھ ہی مکروفریب سے اُسے شہنشاہ کی نظروں سے گرانے کی بھی کوشش کرتا رہا۔ وہ مارکس کو کہا کرتا تھا کہ اگر تُمہیں کسی ایسے شہنشاہ کے تحت کام کرنا ہو، جو تُمہاری قابلیتوں کی قدر کرے تو تُم کسی بڑے بھاری عہدے کے لائق ہو۔ ایسی خوشامد و چاپلوسی نے مارکس پر اثر تو بہت کیا، لیکن اُس بیچارے کو خیال تک نہ تھا کہ پلاٹینش کا مطلب کیا ہے، اور کس کمینہ پن سے اس رُتبہ کو پانے کا مشتاق ہے۔ آخر پلاٹینش نے فیصلہ کر ہی لیا کہ مارکس کو اپنے راز میں لے لے۔ اور دُوسرے روز جب شہنشاہ سرکس سے رُخصت ہونے کو ہو تو اُس کے قتل کا اچھا موقع ملے گا۔ اُس نے ایک ایک بات پر خُوب فکر کر کے ٹھان لیا کہ گھر جاتے ہی مارکس سے ہر ایک امر کا بیان کرے گا۔

گھوڑوں کے بھاگنے اور رتھوں کے پہیوں کے شور اور لوگوں کے نعروں نے اُس کی سوچ و فکر میں خلل نہ ڈالا کیونکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شوق سے کھیل کر دیکھ رہا ہے، اور بیشک وہ نظارہ قابلِ دید تھا بھی۔

رتھوں کے کھڑے ہونے کی ترتیب کا فیصلہ قُرعہ اندازی سے کیا جاتا تھا۔

مہتمم کھیل کے اشارے پر زنجیر راہ سے ہٹائی جاتی اور کوچ بان گھوڑوں کو خوب دوڑاتے۔ جو رتھ ساتویں چکر میں سب سے پہلے چاک سے کھینچے ہوئے خط کے پاس جو شہنشاہ کے سامنے ہوتا پہنچ جاتا، تو وُہ بازی لے جاتا تھا۔ وُہ سویرس کے حضور پیش کیا جاتا اور انعام پاتا تھا۔ پھر اُس کے سر پر کھجور کے پتوں کا تاج رکھا جاتا تھا۔

کئی دوڑیں ہوئیں اور طرح طرح کے کرتب دکھائے گئے اور جیتنے والوں نے انعام پائے اور تلوار بازوں کا تماشا تیسرے دن تک ملتوی رکھا۔

جس وقت سویرس اور اُس کے مصاحب سرکس سے رُخصت ہو کر اپنے محل کو پہنچے تو شام ہو چکی تھی۔ پلاٹینس تھکان اور ناسازی طبیعت کے بہانہ کر کے پہلے ہی گھر چلا گیا تھا، جہاں اُس کے سب ہمراز فراہم ہونے والے تھے۔ مارکس شاہی ضیافت میں شریک ہوا، اور اُس عیش و عشرت کے سماں میں اُسے اپنی جلاوطن بیوی کا خیال تک نہ آیا۔ اُسے تو صرف عہدے اور عزت پانے کی دُھن لگی تھی۔ لیکن اس موقع پر جب بادشاہ نے پلاٹینس کی صحت کا جام پیا اور کہا کہ میں پلاٹینس کی عُمر درازی کے لئے دیوتاؤں سے دُعا کرتا ہوں۔ وُہ مجھے ایسا عزیز ہے اور یہ میری دلی خواہش ہے کہ وُہ میرے بعد بھی برسوں تک زندہ رہے، تو مارکس کا دل چھد گیا۔ اُسے خیال ہوا کہ دیکھو دوستوں پر یہ کیا خاک بھروسا رکھ سکتا ہے۔ اِدھر تو شہنشاہ پلاٹینس سے کیسی محبت کا اظہار کر رہا ہے، اُدھر وُہ نامُراد اُس کے مارنے کے درپے ہے۔ اگر اُسے خبر ہوتی کہ پلاٹینس کے دل میں کیا کیا کمینے منصوبے اور خیال آ رہے ہیں، تو زبور نویس کا یہ مضمون ضرور اُس کے دل میں گزرتا "امیروں پر توکل نہ کرو۔ بنی آدم سب دھوکا دہ ہیں"۔

آدھی رات کو مارکس گل سے رخصت ہوا اور دو تین خادموں کو ساتھ لے کر پیدل ہی اپنے میزبان کے گھر روانہ ہوا۔ رقص و سرور کا شور ابھی تک بازاروں میں سنائی دیتا تھا۔ لیکن ایک طرف سے دفعتہ اندوہ گیں آوازیں آنا شروع ہوئیں اور کیا دیکھتا ہے کہ کئی نشیلے سپاہی چند غریب صورت لوگوں کا پیچھا کیے آتے ہیں۔ وہ لوگ ایک چھوٹے سے مکان میں گھس آئے اور اندر سے قفل لگا لیا۔ بعد میں سپاہیوں نے آ کر دروازے توڑنے شروع کر دیے۔ مارکس نے انہیں روکنے کی ہزار کوشش کی لیکن وہ نشے میں چور کسی کی کب سنتے تھے۔ پھر اُن کے نعروں سے معلوم ہوا کہ وہ مسیحیوں کے خون کے پیاسے تھے۔

اسکندریہ میں مارکس ایسی ایذا رسانیوں میں حصہ لے چکا تھا، اور اپنی بیوی کے جلاوطن کر دینے سے بھی ظاہر ہے کہ مسیحی مذہب سے اُسے کیسی نفرت تھی۔ لیکن اب قانون بدل گیا تھا۔ اُس نے چاہا کہ بیچارے مسیحیوں کو تکلیف و مصیبت سے بچائے لیکن اُس کی کوششیں بے سُود گئیں۔ یہ لوگ نشے میں تھے اور نہ کسی کے حکم کو خیال میں لاتے تھے، نہ منت و سماجت کو۔ دروازے کو توڑ کر وہ اندر داخل ہونے ہی کو تھے کہ انہیں ایک عجیب نظارہ نظر آیا۔

دہلیز پر ایک لمبا واجب العزت شخص کھڑا تھا۔ اُس کے سر اور داڑھی کے بال رُوئی جیسے سفید تھے۔ اُس کی سفید پوشاک بھی اُن پر رشک کھاتی تھی۔ اُس کا چہرہ زرد تھا، لیکن اُس پر خوف کا کوئی نام و نشان بھی نہ پایا جاتا تھا۔ اُس کی آنکھیں عقاب کی سی روشن تھیں، اور جب اُس نے اُن لوگوں پر نگاہ کی اور پھر آسمان کی طرف اُوپر آنکھیں اُٹھائیں

تو اُس کے خوبصورت چہرے سے جوانمردی اور تسلیم ورضا ظاہر تھی۔ مرد اور عورتیں اُس کے گرد فراہم تھے۔ بعض وحشت زدہ زمین پر بیٹھے اور بعض دلیر اور جواں مرد اُس کے ارد گرد کھڑے تھے۔ ایک خوبصورت چھوٹا سا لڑکا اُس کے ہاتھوں سے لپٹا اُس کے چہرے کی طرف یُوں دیکھتا تھا کہ گویا حفاظت اور پناہ مانگتا اور جانتا ہے کہ جب تک میں اُس بزرگ کی پناہ میں ہوں مجھ پر کوئی خطرہ آ نہیں سکتا۔

حملہ کے ساتھ ہی مارکس دروازے میں گھس آیا تھا کہ اِن مظلوموں کی مدد کرے۔ اس نظارے سے اُس پر بڑا اثر ہُوا۔ ساری جماعت کو اُس بُوڑھے مسیحی کے چوگرد کھڑے دیکھ کر اُس کے دل میں ایک عجیب قسم کی وحشت اور عزت کا خیال پیدا ہُوا۔ اور جب اس کی نگاہ اُس چھوٹے لڑکے پر پڑی، جو عمر اور شکل وصورت میں ایگوا سے بہت ملتا جلتا تھا، تو گھر اور نا اُمیدی کا نقشہ اُس کی آنکھوں میں پھر گیا۔ اور اُس نے ٹھان لیا کہ جو ہو سو ہو اس لڑکے اور پیر مرد کا بال تک بیکا نہ ہونے دوں گا۔

لوگوں کی وہ پہلی حیرانی ختم ہوئی، اور وہ بدلہ لینے پر کمربستہ ہو کر ازراہِ تمسخر کہنے لگے کہ یہ بدعتیوں کا پیشوا مقدس بشپ ہے اور وہ لوگ بشپ پر ہاتھ ڈالنے کو تھے کہ اُسے گھسیٹ کر باہر بازار میں لے جائیں کہ مارکس فوراً اپنی دودھاری تلوار میان سے نکال کر ٹوٹ پڑا، کہ جو کوئی آگے بڑھے گا اُس کا سر نہیں ہے۔ اُس کے بااختیار حکم سے لوگ بہت ڈر گئے۔ اور بعضوں نے پہچان بھی لیا کہ یہ پرٹیورین رسالہ کا افسر ہے۔ اور ڈر کر وہاں سے سب بھاگ گئے۔ مسیحی بشپ نے مارکس کی مدد کا شکریہ اُس شخص کی مانند ظاہر کیا جو ہر ایک بات میں مشیت ایزدی کو دیکھتا ہو اور ہر ایک مصیبت کو بخوشی اُٹھاتا اور

ہر ایک برکت اور بچاؤ کے لیے خدا کا شکر گزار ہوتا ہے۔ اُس نے مارکس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا، اور یسوع مسیح کے نام سے اُس کے لئے برکت چاہی۔ پھر بڑے ادب سے اپنے محسن کا نام دریافت کیا، تا کہ اپنی دُعاؤں میں اُس رومی افسر کو یاد کیا کرے جس نے غریب مسیحیوں کے بچانے میں تامل نہ کیا۔

مارکس نے اپنا نام بتایا اور بشپ کی درخواست پر وعدہ کیا کہ اگلی صبح آ کر ملے گا، اور پھر اُس چھوٹی سی کلیسیا کی برکتیں لے کر وہاں سے رُخصت ہُوا۔

....

سترھواں باب

کیفرِ کردار

شریر کی بدی سے میرے دل میں خیال آتا ہے کہ خدا کا خوف اُس کے پیشِ نظر نہیں۔ اُس کے مُنہ میں بدی اور فریب کی باتیں ہیں۔ وہ دانش اور نیکی سے دست بردار ہو گیا ہے۔ وہ اپنے بستر پر بدی کے منصوبے باندھتا ہے۔ وہ ایسی راہ اختیار کرتا ہے جو اچھی نہیں۔ وہ بدی سے نفرت نہیں کرتا۔ بدکردار وہاں گرے پڑے ہیں۔ وہ گرا دیے گئے ہیں اور پھر اُٹھ نہ سکیں گے۔ (زبور ۳۶:۱،۳،۴،۱۲)

مارکس جب پلانیتس کے مکان پر پہنچا تو رات بہت گزر چکی تھی لیکن وہ ابھی تک اپنے ہمرازوں سے بغاوت کے منصوبوں میں لگا مارکس کا منتظر تھا اُسے وہ اس کام کی سرانجام دہی پر لگانا چاہتے تھے مارکس کے پہنچتے ہی ایک معتبر خادم اُسے اُس کمرے میں لے گیا جہاں پلانیتس اور اُس کے ہمراز جمع تھے۔ آہستہ آہستہ اُنہوں نے اُسے سب حال بتا دیا یہ تو اُسے پہلے ہی معلوم تھا کہ سویرس کے بعد پلانیتس خود تخت نشین ہونا چاہتا اور منصوبے باندھ رہا ہے کہ کسی صورت اپنے داماد اور گیتا کو تخت سے محروم رکھے۔ اُس زمانہ میں بغاوت کا بازار گرم رہتا تھا، اور کوئی یقین سے نہ کہہ سکتا تھا کہ بادشاہ کے بعد اُس کا جانشین کون ہوگا مارکس کو یہ کوئی انوکھی بات معلوم نہ ہوئی سویرس کے تخت پر قبضہ

جمانے کے لئے مارکس بڑے بڑے جوہر جوانمردی دکھا چکا تھا اور اب اگر سویرِس کی موت پر پلانیٹس تخت نشین ہونے کی کوشش کرے تو وہ حتی الوسع اُس کا ساتھ دینے کو تو راضی تھا۔ لیکن وُہ اس بات پر تیار نہ تھا، کہ مکروفریب یا زور و جنگ سے پلانیٹس کو تخت دلائے اور اُس نے اپنے آپ کو ایسے کمینے اور خطرناک کام سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن اُس نے یہ بھی جان لیا کہ دلائل و بُرہان سے پلانیٹس پر کچھ اثر نہیں ہوگا، اور خواہ مخواہ اُس کے دل میں شک و بدگمانی پیدا ہوگی اُس کا یہ بھی خیال تھا کہ سویرِس کو تخت سے معزول کرنے کی سب کوششیں بے سود ٹھہریں گی، کیونکہ فوج کا زیادہ حصہ ایسے بہادر جرنیل کا دلی خیر خواہ تھا احسان فراموش پلانیٹس کے نزدیک اب تخت حاصل کرنے کا یہی ایک طریقہ تھا کہ اپنے محسن کو سرد مہری سے قتل کروا ڈالے ان باتوں کو سوچ کر مارکس نے بھی مجبوراً ہاں میں ہاں ملائی۔

اب یہ سوال اُٹھا کہ کون جوانمرد سویرِس پر ہاتھ اُٹھائے پلانیٹس نے مارکس کی طرف اشارہ کیا کہ اس شخص سے بڑھ کر میں اپنے کسی اور دوست پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ مارکس کی کمزوری سے وُہ آگاہ تھا کہ خوشامد و چاپلوسی اس پر بڑا کام کرتی ہے۔ اور اُس نے اُسے بڑا سمجھایا اور پھسلایا کہ تُو ہی ہمارے دیوتاؤں کی طرف سے بھیجا گیا ہے کہ مُلک کو شاہ سویرِس کے ظلم اور اُس کے بیٹوں کے باہمی عناد و تفرقہ سے رہائی بخشے۔ اُس کی تجویز تھی کہ سارسلا کو بھی اپنے باپ کے ساتھ قتل کیا جائے اور فی الحال گیتا کی جان بخشی کی جائے کیونکہ وُہ بڑا حلیم مزاج تھا اور اُس کی مخالفت کا اُنھیں چنداں ڈر نہ تھا۔ مارکس نے مجبوراً رضامندی ظاہر کر دی اور آخر یہ بھی مان لیا کہ میں ہی قتل کا بیڑا اُٹھاتا

ہوں۔ اُس کا خیال تھا کہ میں اپنے میزبان کو خوش بھی کر لوں گا اور اُس کے منصوبے کو توڑ کر اُسے کیفرِ کردار کو بھی پہنچاؤں گا۔

مارکس بیشک بڑا بلند نظر تھا اور ایسی عزت و تکریم سے اُس کا دماغ عرش بریں کی سیر کر رہا تھا لیکن اُس روشنی کے مطابق جو اُسے ملی تھی وہ ایک مردِ معتمد، راستی پسند اور منصف مزاج شخص تھا۔ پلاٹینس نے اُس کی کمزوریوں کو تو دیکھ لیا تھا اور اُن سے اپنا کام بھی نکال رہا تھا۔ لیکن اُس کے اوصافِ حسنہ کو ابھی تک پہچانا نہ تھا اُسے تو پوری اُمید تھی کہ مارکس کسی ایسے کام سے گریز نہ کرے گا جس سے اُسے دولت و عزت اور رتبہ و اختیار ملتا ہو۔ اُسے ذرا بھی شک نہ ہُوا کہ مارکس کی رضامندی اُس کے دل سے نہیں اُس کا خیال تھا کہ میں جس طرح چاہوں اُس سے کام لے سکتا ہوں۔ اس لئے اب صرف یہی فکر اُس کو تھی کہ شہنشاہ اور اُس کے ولی عہد کے قتل کرنے کا کونسا طریقہ بہتر ہوگا۔

ظاہراً تو پلاٹینس کی قسمت یاور معلوم ہوتی تھی کیونکہ دُوسرے ہی دن سویرس نے مارکس کو علیحدگی میں ملاقات کرنے کو بُلایا اور گمان تھا کہ سارسلا بھی وہاں موجود ہوگا اس موقعہ پر انہوں نے اس بات کا مشورہ کرنا تھا کہ افریقہ کے پروکونسل کو اُس کے خط کے جواب میں کیا لکھا جائے مارکس نے پلاٹینس کو تجویز دی کہ ہم اپنے معتبر سواروں کو ساتھ والے کمرے میں چھپائے رکھیں اور موقعہ پا کر شاہ سویرس اور اُس کے بیٹے کا کام تمام کریں اور محل اور خزانے پر قبضہ کر لیں اس تجویز کو پلاٹینس نے اپنی پہلی تجویز پر کہ تھیٹر سے رُخصت ہوتے وقت سویرس پر حملہ کیا جائے ترجیح دی، اور تمام انتظام پختہ کر کے یہ سازشی رُخصت ہوئے۔

مارکس کی رات بھر آنکھ نہ لگی۔ جُرم اور شرم کا خیال اُس کے دل کو بے چین کر رہا تھا۔ یہ تو وہ ٹھان چکا تھا کہ میں ایسے خُونی کام میں کبھی بھی حصہ نہ لُوں گا، لیکن پھر بھی ایسی بات کے ذکر ہی سے شرم اُس کو دامنگیر ہوتی تھی۔ گو پلانیٹس کے مکر و فریب سے اُس کے دل میں سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ تاہم وہ احسان فراموش نہ تھا اور اُس کی تمام مہربانیوں کو بھولا نہ تھا۔ وہ بے چین بھی اسی لئے تھا کہ ہائے جس شخص نے مجھ پر ایسی ایسی مہربانیاں کی ہیں اُس کا راز کیونکر افشا کروں اگر اُسے کوئی تجویز سوجھتی کہ پلانیٹس کا مقصد بھی پُورا نہ ہو اور راز بھی افشا نہ ہو، تو وہ اُسے خُوشی سے قبول کرتا۔ لیکن کوئی ایسی تدبیر اُسے نہ سوجھی۔ وہ صبح کا تھکا ماندہ حیران و پریشان بستر سے اُٹھا، اور نہ جانتا تھا کہ کیا کرے۔

شہنشاہ کی ملاقات کا وقت تماشہ کے بعد مقرر تھا اور ابھی دیر تھی کہ پلانیٹس کو بھی معلوم ہو کہ میں بھی دھوکے میں آیا ہُوں اور جو جال میں نے اَوروں کے لئے بچھایا اُس میں آپ ہی پھنسنے پر ہُوں۔ مارکس کو یہ وقت پلانیٹس کے ساتھ گزارنا مُشکل ہُوا، اور وُہ ملے بغیر علی الصبح ہی گھر سے چل دیا۔ صرف ایک خادم سے کہہ گیا کہ پلانیٹس صاحب سے کہہ دینا میں کسی ضروری کام کے لئے باہر جاتا ہُوں، اور پھر تھیٹر کے وقت تک دوبارہ ملاقات کا وقت نہ ملے گا اس سے پلانیٹس کو کُچھ بھی حیرانی نہ ہوئی اور اُس نے سمجھا کہ مارکس ضرور اپنے مقصد کی انجام دہی کے فکروں میں لگا ہو گا، اور اُس کے دل میں بڑی بڑی اُمیدیں لہرانے لگیں کہ سلطنت کا سب سے بڑا عہدہ اُسے ملنے میں دیر نہیں۔

اُدھر بے چارہ مارکس مضطرب و حیران تھا، وہ اس سوچ میں تھا کہ کیونکر بادشاہ کو بھی بچا لے اور اپنے میزبان کو بھی نقصان پہنچنے نہ دے۔ اتفاق سے اُس کا اُس طرف کو

عور ہوا، جہاں گذشتہ رات اُس نے بشپ کو بچایا تھا اُس کے دل میں ایک عجیب اُمنگ پیدا ہوئی کہ جا کر اُس بوڑھے مقدس مرد سے ملاقات کرے اور اس پیارے لڑکے کو دیکھے، جسے دیکھ کر اُسے اپنی بیٹی الیوایا د آئی تھی بشپ نے بھی اُسے کہا تھا کہ کسی وقت آ کر ملنا اور اُسے خیال ہُوا کہ ایسے دو شخصوں کی ملاقات سے جو عمر میں ایک دوسرے سے مختلف لیکن پاکیزگی و راستبازی میں ایک سے تھے، میرے دل بے چین کو تسلی ہو گی۔

اس پر مزید سوچے سمجھے بغیر اُس نے دروازہ جا کھٹکھٹایا۔ ایک خادم نے دروازہ فوراً کھول دیا، اور اُسے پہچان کر بڑے ادب سے سلام کیا، اور اُسے بشپ کے کمرے میں لے گیا۔ یہ کمرہ بھی اور کمروں کی طرح صاف و ستھرا تھا۔ اس میں صرف دینی مضامین پر چند تصویریں دیواروں سے لگی تھیں، اور الماری میں کچھ قلمی نسخے پڑے تھے۔

جس وقت مارکس کمرے میں داخل ہُوا، بشپ ایک میز کے پاس بیٹھا تھا جس پر کئی کتابیں اور کاغذ دھرے تھے اور ایک کھلی کتاب سے وہ کیلیس کو جو گھٹنوں پر بیٹھا تھا پڑھنا سکھا رہا تھا۔ مارکس کچھ دیر تک چپ چاپ کھڑا رہا کیونکہ دونوں اُستاد اور شاگرد اپنے کام میں ایسے لگے تھے کہ انہیں معلوم بھی نہ ہُوا کہ کوئی تیسرا شخص کمرے میں آیا ہے مارکس نے کیلیس کو آہستہ آہستہ یہ لفظ دُہراتے سُنا۔

"اپنی سب فکریں خدا پر چھوڑ دے اور وہ تیری مدد کرے گا۔ وہ صادق کو نقصان نہ پہنچنے دے گا۔ لیکن اَے خدا! تُو اُن کو ہلاکت کے گڑھے میں اُتارے گا۔ خونی اور دغا باز اپنی آدھی عمر تک بھی جیتے نہ رہیں گے پر میں تجھ پر توکل کروں گا"۔ (زبور ۵۵: ۲۲۔۲۳)

یہ تسلی اور دانش بھرے لفظ کس کتاب سے ہو سکتے ہیں۔ مارکس نے روم اور یونان کے فلاسفروں اور فاضلوں کی کتابوں میں تو کبھی ایسی تسلی بخش باتیں نہ پڑھی تھیں ان الفاظ نے اُس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اُسے معلوم ہوتا تھا کہ یہ میرے ہی لیے لکھے گئے ہیں بُرائی اور بے یقینی کا ایک بڑا بوجھ اُس کے دل پر لدا تھا اور وہ اُس سے رہائی پانے کا خواہاں تھا وہ جانتا تھا کہ میں نے اپنی اور پلاٹیشس کی بہتری کے لئے اُسے حوصلہ دلا کر راستی اور عزت کی راہ کو چھوڑ دیا ہے اور یہ خیال اُسے ستا رہا تھا کہ میرے پلانیٹس سے اتفاق کرنے ہی کے باعث اُس نے سب راز مجھ پر فاش کر دیے ہیں اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ دیکھ اُس گناہ میں تُو بھی شریک ہے اور اُس کے نتائج کو روکنے کے لیے اُسے ایک اور ایسا طریقہ استعمال کرنا پڑا جس سے اُس کی جان کو نفرت تھی۔ اور وہ ڈرتا تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں اُس کے میزبان کی ہلاکت کا وقت آ پہنچے گا اُس کا دل پکار پکار کر کہتا تھا کہ اب تو اُس وعدے کا مستحق نہیں رہا جو صادقوں سے کیا گیا ہے۔ اور جو سزا خونی اور فریبی آدمیوں کو دی جاتی ہے اُس کا تُو حق دار ہے۔ سوچ و فکر کے بعد اُس نے ارادہ کیا کہ اپنے تمام شکوک اور فکروں کو بشپ پر ظاہر کرے اُسے پوری اُمید تھی کہ یہ واجب العزت بشپ میرے راز کو افشا نہ کرے گا اب تک تو مارکس مسیحیوں کی تعلیم سے نفرت رکھتا تھا، لیکن کئی دفعہ اُسے مجبوراً ماننا پڑا کہ مسیحی اپنے قول کے سچے وفادار اور دوست اور بڑے راستباز ہوتے ہیں اپنی بیوی اور بیٹی کے رونے سے بھی گو وہ سخت افسردہ تھا تاہم اُن کی دلیری و شجاعت سے بالکل حیران اور اُن کا مداح تھا اور اب اُس نے فیصلہ کر لیا کہ اس بے چینی کے وقت میں ایک مسیحی کو اپنا راز دار اور صلاح کار بنائے اُسے یقین کامل تھا

کہ یہ راز کسی اور پر ظاہر نہ ہوگا اور مجھے صلاح نیک ملے گی۔

دروازے پر کھڑے کھڑے یہ خیال اُس کے دل میں پیدا ہوئے بشپ نے اٹھ کر مارکس سے خوش آمدید کہا اور اُس کے آنے پر خوشی کا اظہار کیا۔ کمیلس نے بھی خندہ پیشانی سے ہاتھ بڑھا کر مصافحہ کیا مارکس نے بشپ سے مختلف مضامین پر گفتگو کی لیکن اس کا دل بے چین تھا اور وہ گفتگو میں بخوبی حصہ نہ لے سکا آخر اُس نے بشپ سے کہہ ہی دیا کہ ایک ضروری مضمون میرے دل کو بے چین کئے ہے اور میں آپ سے اکیلے میں صلاح لینا چاہتا ہوں دادا کے اشارے پر کمیلس کمرے سے چلا گیا، اور مارکس نے ذرا تامل سے کہا کہ جو بیان میں آپ سے کرنے کو ہوں اس کا آپ کسی سے ذکر نہیں کریں گے بشپ نے وعدہ کیا ہاں اس شرط پر کہ مسیحی دین یا کسی مسیحی شخص کو کچھ نقصان نہ پہنچے مارکس کی اس سے تسلی ہوگئی اور اُس نے بشپ کو بتایا کہ پلاٹینس سے اُس کے تعلقات کیسے رہے۔ اُسے کیونکر معلوم ہوا کہ وہ تخت پر قبضہ کرنا اور شہنشاہ اور اُس کے بیٹے کو قتل کرنا چاہتا ہے اُس نے یہ بھی اقرار کیا کہ کیونکہ میں بھی اپنے میزبان کی اُمیدوں میں شریک تھا لیکن میرا کبھی یہ خیال نہ تھا کہ ایسے وسیلے سے اُنہیں پورا کیا جائے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ پلاٹینس کو نقصان پہنچائے بغیر اُس کے اس منصوبے کو پورا ہونے نہ دوں

ایک رومی افسر کے منہ سے ایسی باتیں سُن کر بشپ بہت حیران ہوا اور جواب میں کہا:

''میرے فرزند اس بارے میں تُم نے اپنے کسی ہم عہدہ سے صلاح لی ہوتی جنہیں درباری زندگی اور ایسے تجربوں سے واقفیت ہوتی اور جو تمہیں بہتر صلاح دے

سکتا۔ میں بیچارہ دنیا سے الگ تنہائی میں رہتا ہوں مجھے ان باتوں سے کیا سروکار"۔

مارکس نے جواب میں کہا اس سارے شہر میں مجھے ایک بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا، جو اس معاملے میں صاف و بے لاگ صلاح دے سکے۔ فریقانہ خیالات و بلند نظری ہر ایک کو دامنگیر ہے اور وہ اپنے فوائد کو مدنظر رکھ کر ہی مجھے صلاح دیں گے۔ لیکن آپ کا تو ان معاملات سے کچھ تعلق نہیں۔ اور آپ مجھے ٹھیک رائے دے سکتے ہیں کہ اس بارے میں میرا کیا فرض ہے معاف کیجئے۔ آپ کو دیکھتے ہی میرے دل میں آپ کے لئے عزت اور اعتبار پیدا ہو گیا۔ اتفاق ہی سے میں آج صبح اس طرف آ نکلا اور رات کے واقعات کو یاد کر کے میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ آپ سے ملاقات کروں اور آپ کو وہ راز بتاؤں جس پر ساری سلطنت کی بہبودی کا دارومدار ہے۔ مہربانی سے بتایئے میرے لئے سب سے بہتر راہ کونسی ہے۔ کیا سیدھا شہنشاہ کے پاس جا کر اس سازش کی ساری قلعی کھول دوں اور اس کے عزیز پلائینٹس پر فوراً ہلاکت کا سبب ہوں یا پلائینٹس کو سمجھانے کی کوشش کروں کہ اپنے جرم کی سزا سے جس میں میں آگے کو شریک ہونا نہیں چاہتا بچ نکلے۔

بشپ نے بڑی توجہ سے یہ باتیں سن کر مارکس سے پوچھا۔

صاف صاف کہو کیا تم پلائینٹس کو ایک ایسی سزا سے جس کا وہ تمہارے نزدیک مستحق ہے اس خوف سے تو بچانا نہیں چاہتے کہ کہیں تمہاری اپنی اُمیدوں اور منصوبوں کی خبر بادشاہ کو نہ مل جائے۔

مارکس نے جواب دیا۔ ہاں میں مانتا ہوں۔ مجھے یہی بڑی مشکل درپیش ہے

کہ کیونکر شہنشاہ کو ہر ایک امر سے آگاہ کروں، اور اُس پر یہ بھی ظاہر ہونے نہ دوں کہ میں بھی اس سازش میں شریک تھا اس سے میری سب اُمیدیں خاک میں مل جائیں گی۔ لیکن یہ بھی میری دلی آرزو ہے کہ پلائینس کی ہلاکت کا باعث نہ ٹھہروں گو اس سے مجھے اب سخت نفرت پیدا ہو گئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ صرف اُس کی موت ہی سے سلطنت کو پھر چین مل سکتا ہے۔

بشپ نے جواب دیا اے میرے فرزند! تمہارے دل کی تحریک پاکیزہ نہیں۔ اگر تم پلائینس کی سازش میں حصہ لینے سے افسردہ و تائب ہو تو شہنشاہ سے اس کا پورا پورا بیان کر دینے ہی سے اس کا ثبوت دے سکتے ہو۔ اگر تمہیں یقین ہے کہ اُس کے جینے سے لڑائی جھگڑے اور خونریزی ہی بڑھے گی تو باعتبار بادشاہ کی رعیت ہونے اور بسبب اس فرض کے جو شہنشاہ سے بھی ایک بڑے کی طرف ہے، تمہیں واجب ہے کہ مجرم کو اُس کے کیفر کردار تک پہنچاؤ۔ گو اس میں تمہارا ذاتی نقصان ہی کیوں نہ ہو میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا ضمیر اور عقل دونوں میری بات کی تائید کرتی ہیں تھوڑا سا فکر کرو تو تم اسی نتیجہ پر آ ٹھہرو گے۔

مارکس نے کچھ تامل کیا اُس کے رُخسار شرم کی آگ سے جل اُٹھے اُس نے جان لیا کہ اس بوڑھے سیکی نے میرے اندرونی خیالات کو پہچان لیا ہے کہ مجھ میں کیسی خود غرضی ہے۔ گو میں اپنے آپ کو تسلی دیتا ہوں کہ یہ سب کچھ رحم اور شکر گزاری کی رُو سے کر رہا ہوں یہ سچ ہے کہ میرے اپنے ہی فوائد مجھے مدنظر ہیں مارکس قدرتاً تیز طبع تھا اور اس نے بزرگ سیکی کو یوں جواب دیا۔

میری نسبت آپ بہتر جانتے ہیں۔ آپ بیشک درست کہتے ہیں۔ میں انکار نہیں کرسکتا کہ اگر پلائینٹس کو اس کے کیئے کا پھل ملے اور مجھے کچھ نقصان نہ پہنچے تو میں افسوس نہیں کروں گا لیکن سنیئے۔ مجھے امید تھی کہ عزت و رتبہ سے میرے خاندانی غموں کی یاد مٹ جائے گی اور اب اگر شہنشاہ کے دل میں ذرا سا شک بھی پیدا ہوا تو میری سب امیدیں خاک میں مل جائیں گی اور روم سے جلاوطن ہو کر مجھے اپنے گھر کو پھر واپس جانا ہوگا، جہاں میرے لئے اب کسی قسم کا آرام و اطمینان نہیں رہا۔

بشپ: میرے فرزند اگر تمہاری یہ حالت ہے تو میں تم سے کمال ہمدردی کرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ عزیز و اقارب کا ایک ایک کر کے یہاں سے رخصت ہو جانا اور دنیا میں بے مونس و رفیق رہ جانا کیا معنی رکھتا ہے۔ سوائے اس چھوٹے بچے کے دنیا بھر میں میرا کوئی اور عزیز باقی نہ رہا بھائی بیوی بچے سب اُس جہان کو رخصت ہوئے ہیں جہاں میں بھی اُن کے پیچھے جانا چاہتا ہوں لیکن تمہیں ایسی چھوٹی سی عمر میں ایسی مصیبتوں کا کیونکر سامنا ہوا؟

مارکس: نہیں آپ غلطی پر ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ موت میری مصیبتوں کا باعث ہوئی ہے۔ میری مصیبتیں اس قسم کی ہیں کہ فی الحال میں آپ پر ظاہر نہیں کرسکتا۔ شاید کسی وقت میں آپ کو اپنے سارے حالات بتاؤں لیکن اس وقت یہ اہم معاملہ درپیش ہے، جس کا فیصلہ ابھی ابھی کرنا ضروری ہے۔ آپ کی رائے بالکل ٹھیک ہے۔ میں شہنشاہ سے جا کر ایک ایک بات کو ظاہر کر دوں گا۔ شاید پلائینٹس کے جرم کا اُسے یقین دلانا مشکل ہو، تاہم میں اپنا فرض ادا کئے دیتا ہوں، اور انجام کو دیوتاؤں پر چھوڑتا ہوں۔

اس پر بشپ نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بڑی سنجیدگی سے کہا:

نہیں میرے بیٹے۔ انجام کو آسمان اور خدا کے ہاتھوں میں چھوڑ دو، جس کے ہاتھ میں سب واقعات ہیں۔ اور جو ہر ایک امر کا انتظام اپنی بے خطا دانش سے کرتا ہے۔ اپنا سب بوجھ خدا پر چھوڑ دے، اور وہی تیری مدد کرے گا۔ وہ صادق کو کبھی بے راہ نہ ہونے دے گا۔

مارکس نے چونک کر کہا، اوہ! کمرے میں داخل ہوتے ہی یہ لفظ میں نے اس پیارے لڑکے کے منہ سے سنے تھے، ان کا مصنف کون ہے، اور یہ کس کتاب میں درج ہیں؟

بشپ: میرے بیٹے خدا ان کا مصنف ہے اور وہ بائبل میں مندرج ہیں، جس میں خدا نے اپنی مرضی کا پورا پورا مکاشفہ دیا ہے۔ میں تمہیں بخوشی پڑھ کر سناؤں گا۔

مارکس نے جلدی سے جواب دیا۔ باباجی اس وقت نہیں وہ ڈرتا تھا، کہ کہیں بشپ مسیحی تعلیم کا بیان شروع نہ کر دے، کیونکہ اس وقت وہ گفتگو کے لئے تیار نہ تھا۔ نہیں باباجی اب مجھے فرصت نہیں میں ایک دردناک فرض کے سرانجام دینے کو جاتا ہوں۔ پھر کسی دن آ کر آپ کو بتاؤں گا کہ ہماری اس ملاقات کا نتیجہ کیا ہوا۔ کاش قسمت میری یاور ہو اور دیوتا میرا ساتھ دیں۔

بشپ: میرے بیٹے خدا تمہیں برکت دے اور اُسے دروازے تک چھوڑنے کو آیا، اور اُسے کہا: پچھلے دروازے سے جاؤ، تو بہتر ہوگا مبادا کوئی تمہیں دیکھ لے اور کسی قسم کا بُرا نتیجہ نکلے۔

مارکس پچھلے باغیچے سے ہو کر نکل گیا اسے دیکھتے ہی کیملیس نے جو پھولوں میں

کھیل رہا تھا اپنے ابا جان کے پاس بھاگے بھاگے آ کر چپکے سے کہا کیا یہ افسر اکنیوتیس کا ہم شکل نہیں؟

بشپ نے اُسے فوراً روک دیا وہ ڈرتا تھا کہ ایک رُومی افسر خصوصاً ایک ایسا شخص جو کارتھیج سے آیا ہو، اُس کے دوست اور مرید اکنیویتس کا ذکر کرنا مناسب نہ ہوگا۔ اُسے خیال تک نہ تھا کہ مارکس اور اکنیویتس میں کوئی باہمی رشتہ ہے۔ اور صرف اُس کے لباس سے لڑکے کو خیال گزرا ہوگا کہ یہ اکنیویتس کا ہم شکل ہے۔ مارکس نے بچے کا سوال سُن لیا تھا اور وہ اکنیویتس کے نام سے ذرا چونک اُٹھا تھا اور اُس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ بشپ نے لڑکے کو اور زیادہ بولنے سے روک دیا جس کی وجہ سے بچے نے کوئی سوال نہ پوچھا۔ لیکن اُسے یاد آیا کہ اکنیویتس ذکر کیا کرتا تھا کہ شہر رُوم میں زیفرینس نامی ایک بشپ سے اُس کا تعارف پیدا ہو گیا تھا اور اُسے خیال ہُوا کہ ضرور یہ وہی شخص ہوگا۔ اُسے آرزو ہوئی کہ اگر ممکن ہو تو بشپ سے یہ کُل حال دریافت کرے اُسے خیال ہُوا کہ بھلا اکنیویتس بشپ سے تعارف پیدا کر کے کیوں اِس امر کو مخفی رکھنا چاہتا تھا اور بشپ بھی لڑکے کی باتوں سے کیوں ایسا دہشت زدہ سا ہو گیا پھر اُس کے دل میں کچھ ایسے خیال پیدا ہوئے جو دیویہ اور اُس کے بھائی جولیس کے تبدیلِ مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ ایسے ہی درد ناک خیال اُس کے دل میں آتے جاتے تھے، کہ وہ شاہی محل کے نزدیک جا پہنچا اور اُسے یاد آیا، کہ آج مجھے کیسا ضروری اور خطرناک کام انجام دینا ہے۔

بوجہ اپنے رُتبے اور درجے کے شہنشاہ کے خلوتی کمرے میں جہاں وہ تھیٹر جانے سے پیشتر کاروبارِ سلطنت کو سرانجام دے رہا تھا فوراً باریابی حاصل ہوئی اِدھر اُدھر

کی باتیں کئے بغیر مارکس نے اپنے آنے کے مقصد بیان کر دیا۔

اپنے عزیز اور ممتاز وزیر پلانیتس کے خلاف ایسی باتیں سُن کر شہنشاہ حیران ہوا، پر اُس کے غضب کا شعلہ مارکس پر بھی بھڑک اُٹھا کچھ دیر تو اُس نے مارکس کی بات ماننے سے قطعی انکار کیا اور کہا کہ یہ داستان اُن لوگوں کی بناوٹ ہے جو پلانیتس کی اقبال مندی پر حسد کرتے اور اُس کی تباہی سے بہتری کے خواہاں ہیں مارکس یہ سُن کر غمگین ہوا، اور اُس کا ضمیر کہنے لگا کہ تُو بھی اس معاملے میں بالکل پاک نہیں اُس نے بمشکل ضبط کر کے بڑے اطمینان اور نرمی سے بادشاہ کو یقین دلایا کہ پلانیتس کا میں کیسا یار وفادار اور جاں نثار ہوں اور اس وقت اپنے محسن و میزبان کے جُرم کے اظہار سے مجھے کیسا درد ہو رہا ہے۔ لیکن کیا کروں، اپنے جرنیل اور شہنشاہ کی طرف سے جو میرا فرض ہے، وُہ مجھے ایسا کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اپنی صداقت کے اظہار میں اُس نے اُس ساری گفتگو کا بیان کیا جو تخت نشینی کے بارے میں پلانیتس سے ہوئی تھی اور جیسی مارکس کو اُمید تھی، بادشاہ نے اس بیان پر اپنی ناراضگی کا اظہار نہ کیا۔ اور اب اُسے شہنشاہ کی وُہ بات یاد آئی جو اُس نے پلانیتس کی صحت کا جام نوش فرماتے وقت کہی تھی کہ وُہ مجھے ایسا عزیز ہے کہ میری خواہش ہے کہ وُہ میرے بعد بھی جیتا رہے۔

جب شہنشاہ کو اپنے عزیز کے جُرم اور اُس کی ناشکرگزاری کا کچھ یقین ہو گیا، تو اُس نے افسوس سے کہا۔ آہ اگر یہی ہوتا، تو مُعافی دی جا سکتی، لیکن میری زندگی! میری جان وُہ مجھ سے لینا چاہتا ہے۔ اوہ! مارکس میں یہ نہیں مان سکتا۔

مارکس نے جواب میں عرض کیا۔ اچھا جہاں پناہ اگر آپ کو میرے بیان کا یقین

نہیں تو پر یافلٹ آپ اپنے جُرم کا اقبال کریگا اجازت ہو تو میں اُسے آج رات یہ خیال دلا کر لاؤں کہ میں نے اپنے کام کو سرانجام دے دیا ہے، تو پھر ذرا بھی شک نہ ہوگا۔ آپ میری باتوں کی صداقت سے مطمئن ہو جائیں گے۔

شہنشاہ نے ذرا ترش روئی سے کہا اچھا جیسا چاہتے ہو کرو لیکن اگر مجھے اس خیال کی کچھ بھی وجہ مل گئی کہ تُم نے مجھے دھوکا دیا ہے تو یاد رہے کہ پلانیٹس کی بجائے تمہاری جان نہیں ہے۔

مارکس نے عرض کی، بس میری تسلی ہوگئی آدھی رات کے وقت میں پلانیٹس کو محل میں لاؤں گا۔ اب میری یہی درخواست ہے کہ آپ ایسے طور پر اُس سے پیش آئیں کہ اُس کے مجرم دل میں وحشت پیدا ہو۔

سویرس نے جواب دیا میں شمالی برآمدے میں راہ کے سرے پر تُمہارا انتظار کروں گا، اور مضطرب و ماندہ ہو کر اُس نے مارکس کو رُخصت ہونے کا اشارہ کیا۔

تھیٹر میں تماشا شروع ہونے ہی کو تھا سب شہنشاہ کے منتظر بیٹھے تھے کہ نقیب نے باواز بلند پکار کر آواز دی کہ آج شاہ سویرس دشمنوں کی ناسازی طبع کے باعث شریک جشن نہیں ہو سکتے۔ سارسلا اور گیتا رونق افروز تھے، اور تماشا شروع ہوا۔ پلانیٹس بھی وہاں حاضر تھا اور اچھے کرتبوں کو بڑے بڑے بھاری انعام واکرام دیکر ہر ایک کی توجہ اپنی طرف پھیرنا چاہتا تھا مارکس نے محل سے واپس آکر اُسے یقین دلایا تھا کہ سب انتظام خاطر خواہ ہو گیا ہے۔ اور بتایا کہ مجھے ابھی محل کے اندر اور باہر پہرے دار کھڑے کرنے ہیں اصل بات یہ تھی کہ مارکس ایسے مکروفریب کے کاموں میں بالکل نوآموز تھا اور وہ

ایسے چپ چاپ اطمینان سے پلائنیس کے پاس ٹھہر نہیں سکتا تھا کہ اُسے کسی قسم کا شک نہ ہو۔

تھیٹر ختم ہو جانے کے بعد پلائنیس سیدھا گھر واپس چلا آیا اور بڑی بے چینی سے منتظر تھا کہ اپنی سازش کی کامیابی یا ناکامی کی کچھ خبر پائے یہ کام صرف مارکس ہی کے ذمہ تھا۔ اور اُسے اختیارِ کلی تھا کہ جن ہمرازوں کو چاہے، اپنے ساتھ محل کو لیتا جائے اور جن کو چاہے کسی اور جگہ مامور کرے شہنشاہ کے قتل کے بعد اُن کی یہ تجویز تھی کہ اُن کے پہرے دار محل پر قبضہ کرلیں اور مارکس خود آکر پلائنیس کو اس ماجرے کی خبر دے۔

آدھی رات کا عمل تھا کہ ابھی تک کوئی خبر نہ آئی پلائنیس کو ڈر سا پیدا ہو گیا کہ ہمارا مقصد حاصل نہیں ہوا۔ اور شاید مارکس بھی اپنی جان گنوا بیٹھا ہے اور پھر اسے اپنی حفاظت کا ڈر پیدا ہونے لگا۔ وہ اسی فکر و اُمید میں تھا، کہ مارکس کی آہٹ سنائی دی، اور وہ فوراً کمرے میں داخل ہوا۔

اس نمک حرام وزیر نے چپکے سے پُوچھا کیا ہوا۔

مارکس نے بڑی نرمی سے کہا آ دیکھ کر اُن غاصبوں کی لاشیں ٹھنڈی پڑی ہیں۔ اور اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان سُن ہمیں ایک لمحہ بھی ضائع نہ کرنا چاہیے، کہ کہیں گیٹا آکر تخت پر قبضہ نہ جمالے اور گو ہمارا فریق قوی اور محل ابھی تک محفوظ ہے، تمہیں تیار رہنا چاہیے، کہ جونہی بادشاہ کے قتل کی خبر لوگوں کو ملے فوراً شاہی لباس پہنے باہر نکلو۔

پلائنیس نے ذرا بھی پس و پیش نہ کی اور مارکس کے ساتھ ہو لیا۔ جلدی جلدی قدم اُٹھائے نیم روشن بازاروں سے ہوتے ہوئے دونوں محل کو چلے دونوں اپنے اپنے

خیالوں میں ایسے غرق تھے، کہ اُنہوں نے ایک دوسرے سے بات تک نہ کی۔ اتنے میں وہ محل کے پاس آ پہنچے، اور یہ دیکھ کر پلانیٹس کی دلجمعی ہوئی کہ مارکس کی زیر فرمان رسالہ محل کو گھیرے کھڑا ہے اُنہوں نے بڑے ادب سے اپنے دونوں افسروں کو سلام کیا، اور جب وہ دالانوں، برآمدوں اور کمروں سے گزرتے گئے تو ہر ایک بڑے ادب سے پیش آیا۔ تاہم پلانیٹس کا دل اندر ہی اندر کانپ رہا تھا اُس کے اعضاء میں کپکپی چھڑی تھی اور اُس کا دم رکے جاتا تھا جب وہ اُس کمرے کے نزدیک جہاں وہ شہنشاہ اور اپنے داماد کی مردہ لاشیں دیکھنے کا اُمیدوار تھا پہنچے، تو اُس نمک حرام وزیر پر ایک عجیب قسم کا خوف و دہشت چھا گئی، کیونکہ جُرم انسان کو بزدل بنا دیتا ہے مارکس کی راستی پر اُسے ذرا بھی شک نہ تھا۔ اُس کے دل میں ذرا بھی شبہ پیدا نہ ہوا کہ کہیں میں تو کسی کے دھوکے میں نہیں آ گیا۔ تاہم وہ ڈرتا ضرور تھا۔ مارکس نے اپنی تلوار کے دستے سے دروازے پر دستک دی، اور وہ اُسی وقت کھولا گیا۔ پلانیٹس کے اضطراب و حیرانی کو کون بیان کر سکتا ہے۔ بجائے لاشوں سے بھرے حجرہ کے جس کی اُسے اُمید تھی۔ کیا دیکھتا ہے کہ کمرا بقعہ نور ہو رہا ہے۔ اور درمیان میں سویرس اور سارسلا کی زندہ صورتیں شاہانہ لباس پہنے تخت پر جلوہ افروز ہیں۔ اس حیرانی اور بے چینی کی حالت میں وہ پیچھے کو بھاگ اُٹھا لیکن وہ راہ اُنہیں پہرہ داروں سے رکی تھی، جن کی مدد پر اُسے ایسا فخر تھا۔ لیکن اب جنہوں نے اُسے بطور قیدی کے گرفتار کر لیا اور شہنشاہ کے تخت کے پاس گھسیٹ لائے۔

کچھ دیر تک تو سویرس بالکل خاموش رہا۔ پھر ایک آہ بھر کر غمناک آواز سے کہا کہ یہ پلانیٹس ہے جو یہاں اپنے شہنشاہ اور دوست کی مردہ لاش کو دیکھنے آیا اور اب اُسے

زندہ پا کر مایوس اور خوف زدہ بھاگنا چاہتا ہے کیا جرم کے خیال نے اُس کے رخسار کو مرجھا دیا اور اُسے مضطرب و پریشان حال بنا دیا ہے۔ اوہ پلاٹینس میرے دوست! میرے رفیق اگر میں اس وقت تمہارا منہ نہ دیکھتا تو مجھے کبھی بھی اس بات کا یقین نہ ہوتا لیکن بولو، شاید یہ بات اب بھی غلط ہو۔ ایسے وقت میں تم یہاں کیوں آئے اور کیوں ایسے مضطرب و لرزاں ہو۔

پلاٹینس نے گھٹنوں کے بل گر کر شہنشاہ کے پاؤں پکڑ لئے اور رو رو کر کہنے لگا اب دغا نہیں چل سکتا میرا راز افشا ہو گیا سوائے میرے آقا کی مہربانی اور شفقت کے مجھے کوئی اور اُمید باقی نہیں سویرس مجھے معاف کر دے۔ اب کے میری جان بخشی کر اور پھر کبھی میری وفاداری پر شک کرنے کا آپ کو موقع نہ ملے گا ایک بے وقوفانہ بلند نظری مجھ میں سما گئی تھی۔ تمہو نے دشمنوں نے میری ہلاکت کے لئے اس شعلے کو اور بھی روشن کیا۔ لیکن میں اپنی غلطی کو دیکھتا ہوں۔ میں اپنے جرم کا اقرار کرتا ہوں۔ اب میری جان بخشی ہو کہ اپنی پچھلی تقصیروں سے تائب ہو کر اپنی آیندہ کی محبت و جان نثاری سے اُس کی تلافی کروں۔

سویرس کی پیشانی سے غصہ دُور ہوتا معلوم ہُوا۔ اور اس پر ہجوم کرنے میں ایک لحہ کے لئے سکتے کا عالم طاری رہا۔ کیا یہ ظالم وسخت بادشاہ اب اس نالائق باغی کی تقصیر معاف کرنے کو ہے سارسلا کے دل میں یہ ڈر پیدا ہوا۔ اور وہ لپک کر خنجر ہاتھ میں لئے پلاٹینس کے سر پر آ کھڑا ہوا، اور اُس کے

سینے میں لگانے ہی کو تھا کہ سوریؔن نے جلدی سے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنا شاہی لباس اُس پر ڈال دیا، گویا کہ اُسے اپنی پناہ میں لے کر خطرے سے بچانا چاہتا ہے۔ لیکن اس کی کوشش بے فائدہ ٹھہری سارسلاؔ نے پلاٹینسؔ کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا، اور دھکا دے کر اپنے باپ کے گھٹنوں سے اُسے نکال پرے پھینک دیا، اور چلا اُٹھی کہ باغی کی سزا موت بہادر سپاہیو! آج تمہاری نمک حلالی کا امتحان ہے۔ دُنیا کو اس کمینے ناشکر گزار شخص سے رہائی دو۔

اس ایوان میں کئی ایسے لوگ تھے جو پلاٹینسؔ سے نفرت اور حسد کرتے تھے سارسلاؔ کے منہ سے ابھی یہ باتیں نکلی بھی نہ تھیں کہ تلواریں اور خنجر چمکتے دکھائی دیئے۔ آن کی آن میں اُس نمک حرام غاصب کے بدن میں جاگزیں ہوئے۔ اس کی بلند نظری اور حرص اور مکروفریب کی زندگی کا خاتمہ ہوا، اور اُس کی زوح جواب دہی کے لئے خُدا کی عدالت میں حاضر ہوئی۔

سپاہی اور خادم چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے، کہ اس بد بخت کی بوٹیاں اُڑا لیں بے رحم سارسلاؔ نے بھی کچھ مزاحمت نہ کی۔ لیکن سوریؔن نے جو اس وقت تک بالکل خاموش بیٹھا تھا اُٹھ کر بڑی سختی سے حُکم دیا، کہ سب پیچھے کو ہٹ جائیں۔

پھر وہ یُوں کہنے لگا۔ سوریؔن کے دوست کا جنازہ شتے کا سا نہ ہوگا اور پھر مارکسؔ کی طرف جو اُس کے پاس ہی کھڑا تھا مخاطب ہو کر کہا آج تُم نے میری اچھی خدمت کی اور تُم اس کا اجر پاؤ گے۔ اب اپنی خیر خواہی کا اور ثبوت

وواور بد بخت پانیتس کی لاش کو بے عزتی سے بچاؤ۔ میں تمہیں مقرر کرتا ہوں کہ اُس کی لاش کو ادب سے لے جاؤ، اور شاہانہ جنازے کا بندوبست کرو۔

الوداع میرے آرام کا وقت ہے۔

شہنشاہ کمرے سے چلا گیا، اور سارسلا اور درباری بھی اُس کے پیچھے ہولیے۔ مارکس نے فوراً ایک پالکی منگوا بھیجی اور اُس میں لاش کو اٹھوا کر پانیتس کے گھر پہنچایا، اور دوسرے دن سویرے حسب منشا اُس کا جنازہ ہوا۔

....

اٹھارھواں باب

انجامِ مخالفت

میں نے اپنے دل میں کہا آ میں تجھ کو خوشی میں آزماؤں گا۔ سو عشرت کر لے، لو یہ بھی بطلان ہے۔ اور میں حکمت اور دیوانگی اور حماقت کے دیکھنے پر متوجہ ہوا، کیونکہ وہ شخص جو بادشاہ کے بعد آئے گا کیا کرے گا؟ وہی جو ہوتا چلا آیا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ جیسی روشنی کو تاریکی پر فضیلت ہے ویسی ہی حکمت حماقت سے افضل ہے۔ (واعظ ۲: ۱، ۱۲، ۱۳)

مارس کو اس واقعہ سے ایسا صدمہ پہنچا کہ اُس نے پھر جشنوں اور عیش و طرب کی محفلوں میں جن سے سارا شہر گونج رہا تھا شریک ہونا نہ چاہا۔ پلانیس کی سازش کے افشاء اور اُس کی ناکامی سے شہر میں اور بھی خوشی کا اظہار ہوا۔ شہنشاہ کی طرف سے بڑی بڑی دعوتیں اور تماشے بہم پہنچائے گئے اور رعایا کو اپنی وفاداری کے اظہار کا بخوبی موقعہ ملا۔ ہر ایک جلسے اور دعوت میں مارکس مدعو کیا جاتا تھا۔ لیکن اُس نے اُن کی شمولیت سے بالکل انکار کیا۔ ایسے نظاروں سے اُس کا دل بھر چکا تھا، اور وہ اپنے دل کے غم کو بھلا نہ سکا اور اب اُس نے ارادہ کیا کہ بزرگ بشپ زیفرینس سے اپنے غم و افکار کا ذکر کر کے تسلی پائے۔ اپنے بدنصیب میزبان کی وفات کی دوسری صبح ہی وہ اپنے وعدہ کے مطابق بشپ

کے مکان پر پہنچا تا کہ اپنے تمام حالات بتائے۔ اُس نے اپنے ملنے کی اطلاع بشپ کو دی مارکس کی خواہش تھی کہ بزرگ بشپ زیفرینس سے اپنے غم وافکار کا ذکر کر کے تسلی پائے اُس نے فیصلہ کر ہی لیا کہ بشپ زیفرینس کو بتادے کہ میرا اکنیویس سے کیا تعلق ہے اور کس لئے میں خود بخود اپنے خانماں سے جلاوطن ہو آیا ہوں۔ اور پھر مسیحیوں کے ایمان اور رسومات سے پوری واقفیت پانے کی آرزو کا اظہار کرے، لیکن اُس وقت بشپ اپنی فکروں اور خیالوں میں کیملیس سے باتیں کر رہا تھا۔

تھوڑی دیر میں بشپ نے اُسے اپنے دفتر میں بُلا لیا مارکس نے جیسا کہ اُس کا معمول تھا، کہ جلدی سے منصوبے باندھتا اور پھر جلدی سے انہیں عمل میں لاتا، اس مضمون کو چھیڑا جو اُس کے دل میں ایسا جوش مار رہا تھا پہلے تو اُس نے اکنیویس کا ذکر اور اپنے اس شک کا اظہار کیا، کہ یہ نوعمر یہ میرا پیارا ہموطن اور بھائی اکنیویس، کارتھیج کے رئیس ہوریشس کا بیٹا ہے۔ بشپ زیفرینس اس بیان سے چونک پڑا اور کچھ خوف زدہ سا ہو گیا۔ اُسے معلوم نہ تھا کہ اس رومی افسر نے کیوں اس ذکر کو چھیڑا ہے، اور گو مارکس نے مصیبت و تکلیف کے وقت اُن کی مدد کی تھی، اُس کے پاس یہ یقین کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ مسیحیوں کا حامی یا اُن کی تعلیم کا مداح ہے، اس کے برعکس اسکندریہ میں ہونے والے مصائب کے متعلق اپنے مسیحی بھائیوں سے سُنتے تھے، کہ اُس نے کیونکر کلیسیا کو ستایا اور مردوں اور عورتوں کو حاکم عدالت کے روبرو پیش کیا کہ انہیں سزا دلوائے اس لئے اُسے کچھ ڈر سا معلوم ہوا کہ اکنیویس کے مسیحی ہونے کا حال پوچھنے سے اُس کا کہیں بُرا مطلب نہ ہو۔ اور وہ اپنے اور اپنی جماعت کے لیے اس وقت شہادت کا فخر حاصل کرنے

کا خواہاں نہ تھا، حالانکہ اگر ایسا کرنا اُس کا فرض معلوم ہوتا تو وہ اُس کے لیے تیار تھا۔

اِس طرح مارکس کی گاہے بگاہے بشپ سے ملاقات ہوتی رہی۔

مارکس سوچتا کہ مسیحی تعلیم سحر و طلسم کیا ہے کیونکہ جو شخص اُسے سنے وہ اُس کی مخالفت اور دشمنی کو مٹا دیتی اور مسیح مصلوب کے سخت دشمنوں کو نہایت جاں نثار دوست بنا دیتی ہے۔ مسیحی دین کے خلاف اکنیولیس بھی مارکس سے کم متعصب نہ تھا اور کیا وہ بھی مسیحی ہو گیا؟ تو پھر اِس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ڈیوٹیہ بھی اُس پھندے میں پھنس گئی، جس میں اُس کے دونوں بھائی اپنے گھرانے اور آباؤ اجداد کے مذہب کو چھوڑ کر پڑ گئے تھے۔ لیکن اِس تعلیم میں بھلا ایسا کونسا سحر ہو سکتا ہے کہ جو کوئی اُسے سنے، وہ اُس کی کشش سے گریز نہیں کر سکتا۔

مارکس عیش و عشرت سے تھک گیا تھا۔ اب تھوڑی دیر کے لئے وہ بلند نظری سے بھی اُکتایا سا معلوم ہوتا تھا جس سے اُسے مایوسی ہوئی اور جو حصہ اُسے اپنے میزبان کی رسوائی اور موت میں لینا پڑا، اُس سے نہایت رنج پہنچا اور اُس کا دل دُنیا سے اُٹھ گیا اِس افسردہ انسان نے جس کے نتھنوں میں دم ہے، منہ موڑا اور نا معلوم خدا کی طرف رُخ کیا۔ کہ شاید وہ اُسے پائے اُس کا مدعا ملا جلا تھا۔ اور شاید اُس میں خود غرضی بھی بہت تھی اُسے اُمید تھی کہ شاید ایک نئی طرف دل لگانے سے میں اپنے رنج و افکار کو بھول جاؤں گا یہ خواہش بھی اُس کی دامنگیر ہوئی کہ دیکھوں ڈیوٹیہ اور اُس کے بھائیوں کے خیالات کی تبدیلی کا خاص سبب کیا ہے۔ اور شاید یہ خیال بھی اُس کے دل میں تھا۔ لیکن اِس کا وہ کبھی اقرار نہ کرتا کہ شاید ڈیوٹیہ کے خیالات اور ایمان کی واقفیت سے ہم سب پھر ایمان دار اور

ہم خیال ہو جائیں اور جو کچھ میں گم کر چکا ہوں وہ مجھے پھر مل جائے۔ جب وہ بشپ سے باامن باغ میں ایسا غرق اور اپنی جائے سکونت بدلنے میں ایسا مصروف تھا تو اس مضمون کا ذکر نہ کر سکا، جس کے بارے میں اُس کا دل ٹوٹا جاتا تھا۔ وہ خود بھی نہ جانتا تھا کہ میں کیوں ایک مسیحی کو اپنے راز میں لینا چاہتا ہوں لیکن اُس بزرگ صورت شخص اور اُس کے چھوٹے پوتے میں ایک ایسی کشش تھی کہ جس سے وہ باز نہ رہ سکا۔ فوجی کاروبار کے شور وغل اور عام نظاروں کی رونق کے بعد جب وہ اس چھوٹے سے مکان میں داخل ہوتا تو ایک ایسی راحت واطمینان پاتا تھا، جس کا بیان نہیں ہوسکتا اس مرد پیر اور اُس کے چھوٹے بچے کی خوش آمدید سے بھی وہ نہایت محظوظ ہوتا تھا، کیونکہ اس میں ایک عجیب سادگی اور خلوص دلی پائی جاتی تھی، اور تکلفات رسمی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ اب اُس کی وہ حیرانی بھی رفتہ رفتہ جاتی رہی، کہ یہ مسیحی کیوں ایسی زندگی بسر کرتے اور دُنیا کے کاروبار اور عیش عشرت میں شریک ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

اسی طرح ایک دن پھر مارکس تھکا ماندہ بشپ کے مکان پر پہنچا تو بشپ کو اپنی جماعت کی رُوحانی اور جسمانی ضرورتوں کے بہم پہنچانے میں مصروف پایا۔ لیکن بشپ کی درخواست پر کہ میرے فرصت پانے تک ٹھہرے، وہ باغ میں جا کر ٹہلنے لگا۔ یہاں کیملیس نے جو پھولوں میں کھیل رہا تھا اُسے بروے خنداں سلامِ شوق دیا۔ اس وقت مارکس کو اس بچے کی بات یاد آئی کہ یہ شخص اکنیوتیس کا ہمشکل ہے اور اُس کی باتوں سے پالیا کہ دیویہ کا بھائی نہ صرف بشپ کے مکان پر متواتر آتا ہی رہا ہے، بلکہ وہ مسیحی مذہب کا ممبر اور اُس کی سب رسومات میں شامل ہو گیا ہے اس سے اُسے بہت ہی رنج ہوا، لیکن اس امر کی

سوچ کو بھی خیال ہوا کہ یسوع ناصری کی تعلیم میں ضرور کوئی عجیب اور موثر بات ہے۔

تھوڑے سے انتظار کے بعد بشپ صاحب نے مارکس کو اندر بلا لیا۔ بات چیت شروع ہوئی تو بشپ اُسکے سوالوں کا جواب دینے سے ہچکچایا۔ مارکس نے اس کی منت کر کر یقین دلایا، کہ اس سے اکنیوتس یا کسی اور کو ذرا بھی نقصان کا احتمال نہیں۔ گو میں ان شخصوں کے رویئے کو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا، جو اپنے ملک اور آباؤ اجداد کے بتوں کو چھوڑ کر غیر معبودوں کے پیچھے ہو لیتے ہیں اور گو اس واقعہ سے بھی مجھے سخت افسوس ہے کہ بہت اشخاص اس غلطی میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں، تاہم یہ مجھ سے بعید ہے کہ کسی ایسی پوشیدہ خبر سے فائدہ اٹھا کر کسی بدبخت اور خصوصاً اپنے برادر عزیز اکنیوتس پر کسی طرح کی آفت لاؤں۔ پھر اُس نے بشپ کی منت کی، مہربانی سے فرمایئے، کیا میرا یہ شک بجا ہے یا نہیں، اور یہ بھی فرمایئے، کہ اکنیوتس جیسے شخص کی تبدیلی خیالات کے لئے کن زبردست دلیلوں اور کون سے عجیب ذریعوں سے کام کیا گیا تھا۔

بشپ: آپ کی کشادہ پیشانی اور بے لاگ طریق سے میرے تمام شکوک رفع ہو گئے ہیں اور اب میں آپ سے کوئی راز چھپا نہیں سکتا جس اکنیوتس کی طرف میرے پوتے نے اشارہ کیا، یہ وہی شخص ہے جس کا آپ کو خیال گزرا اور جسے آپ اپنا رشتہ دار کہتے ہیں۔ معاف فرمایئے میرے نزدیک ایسے شخص کے رشتہ دار ہونے پر جتنا فخر کریں بجا ہے لیکن میں ڈرتا ہوں کہ آپ ابھی اُس کی قدر نہیں کر سکتے۔ مجھے ڈر ہے، اُس نے اپنی مذہبی تبدیلی کی خبر آپ سے محض اس لئے چھپا رکھی ہے کہ آپ اُس کے اور ایک ایسے شخص کے اور بھی مخالف نہ ہو جائیں جو اس دُنیا میں آپ کو سب سے زیادہ عزیز اور گرانقدر ہونا

چاہیے۔ مارکس اب مجھے معلوم ہوا۔ میں کس سے مخاطب ہوں اور جب میں یاد کرتا ہوں کہ آپ کا یہاں آنا اس طرح ہوا، اور آپ سے تعارف کیونکر ہوا، تو میں اور بھی حیران ہوتا ہوں کہ تم اس پیاری واجب القدر ویویہ کے خاوند ہو جس کی آزمائشوں اور شجاعتوں کا بیان اُس کے بھائی اکنیولیس سے کارتھیج جانے سے کچھ دن پہلے ہی معلوم ہوا۔ کیا تم اس چھوٹی بہادر ایلوا کے خوش نصیب باپ ہو، جس کے ذکر شجاعت سے میری آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اور میرے دل میں ایسا خوشی بھرا فخر پیدا ہوا۔ اوہ! مارکس تم بڑے خوش نصیب ہو کہ خدا کے اتنے برگزیدہ بندوں سے تمہارا تعلق ہے یہ کیونکر ہوا، کہ اُن کے مبارک اور مقدس لہو نے سے تم پر کچھ بھی اثر نہ ہوا، اور تم نے اپنے ایسے انمول موتی کو جس کے مقابلہ میں دُنیا کی عزت و دولت اور جاہ و جلال کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے اپنے ہاتھوں سے جانے دیا۔

کچھ دیر تک تو مارکس بالکل خاموش حیرت کا پتلا بنا بیٹھا رہا۔ اُس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ شرم اور غصہ اُس کے دل میں جوش مار رہا ہے۔ اس کا دل ملامت کر رہا ہے کہ تو نے اپنی بیوی اور لڑکی کے حال میں بڑی سختی اور جلد بازی سے کام لیا اُن کی سُنے بغیر تو نے انہیں مجرم ٹھہرا دیا اُن کے استقلال اور ثابت قدمی کو جرم و بغاوت کی منزلت دے کر سزا دی، لیکن اپنی غلطیوں کے اظہار پر اُسے غصہ آیا کہ ایک اجنبی اور وہ بھی مسیحی میرے منہ پر میری غلطیوں کا بیان کرے غرور اُس کے جرم کے خیال سے کش مکش کرتا تھا، اور تھوڑی دیر تک اُس نے بشپ کو جواب نہ دیا۔ آخرکار اُس نے ایسے لہجے میں جواب دیا، کہ بشپ زیفرینس نے معلوم کر لیا کہ اس پر بہتر خیال غالب آ گئے ہیں۔

ہاں اُس نے جواب میں کہا۔ دیکھ یہ بے شک میری بیوی ہے میری خوبصورت اور عزیز از جان بیوی اور میں اسی اُمید پر اپنے گھر واپس آیا کہ اُسے عصمت، دینداری اور محبت کا خزانہ پاؤں، جیسے میں اُسے چھوڑ گیا تھا لیکن میں نے اُسے بدلی پایا (ریفر بِش اِن الفاظ کو معاف فرمایئے) اپنے خاوند کے ایمان سے منحرف اور اپنے نئے عقیدہ کی پابندی پر ایسی فریفتہ کہ اُس کی خاطر وہ اپنا سب کچھ چھوڑنے کو تیار تھی، جو اُسے دنیا میں سب سے عزیز ہونا چاہیے تھا۔ میں نے اُسے یوں تبدیل پایا اور اُس کی ننھی لڑکی سمیت اُسے چھوڑ دیا، اور اب میں سیاہ بخت بدحال ہوں۔

بشپ: ہاں میرے نوجوان دوست۔ میں دیکھتا ہوں، تُم بے شک بدحال ہو۔ خُداوند تمہارے اپنے ہی تعصب اور اندھا پے کے کڑوے پھل تمہیں چکھا رہا ہے۔ مجھے اُمید ہی نہیں بلکہ یقین ہے۔ وہ یوں تُم سے رحمت سے سلوک کر رہا ہے کہ تم تائب ہو کر اُس کی طرف پھرو۔ اگر تُم جلد بازی سے یہ مان نہ بیٹھتے کہ تمہاری بیوی نے غلط اور بُرے خیالات اختیار کر لئے ہیں، تو تُم اُس کی سنتے جو وہ بڑی خوشی سے تمہیں سنانا چاہتی تھی، تو شاید تمہیں یقین آ جاتا، کہ وہ کسی بیہودہ اور وہمی روایت سے گمراہ نہیں ہوئی، بلکہ خُدا کے رُوح نے اُسے تحریک دی کہ نجات کی صداقتوں کو پائے۔ شاید تُم بہت سے گناہ اور تکلیف سے بچے رہتے اور ایسی بیوی کی زیادہ قدر کرتے۔ اور اُس سے زیادہ محبت رکھتے جو اپنے خُدا اور نجات دہندہ سے ایسی محبت رکھتی تھی کہ اُس کے مقدس نام کے انکار کرنے کی نسبت اپنی عزیز اور گرانقدر چیزوں کو چھوڑ دیا۔

مارکس کے کان میں ایسی باتیں عجیب اور نئی معلوم ہوئیں۔ پہلے کبھی کسی نے

اُسے یوں طعن و تشنیع نہ کی تھی اور اپنے واجب العزت دوست کے مُنہ سے بھی ایسی باتیں سننا اُسے ناگوار گزرا، لیکن اس اندرونی خیال نے کہ جو کچھ بشپ زیفرینس کہتا ہے وہ سب سچ ہے، وہ اپنے غُصے کے اظہار سے باز رہا، اگرچہ اُس کے چہرے سے غصہ ظاہر تھا۔

پھر بشپ نے اپنا بیان شروع کیا۔ مارکس مُجھے یہ تو بتاؤ۔ کیا تُم نے اپنی بیوی یا ہمارے مقدس مذہب کے کسی اور شریک میں یہ بات ملاحظہ کی ہے، کہ یہ تعلیم انہیں کسی طرح کی بداعمالی سکھاتی ہو یا اُن کے خانگی اور قومی فرائض کی انجام دہی سے انہیں روکتی ہو۔ مُجھے خوب معلوم ہے۔ کہ جو لوگ ہماری ہلاکت کے درپے ہیں، وہ ہم پر کئی طرح کے الزام لگاتے ہیں، اور ہماری قومی عبادت میں حصہ نہ لینے سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے، کہ ہم اپنے شہنشاہ سے باغی اور اُس کی حکومت کے مخالف ہیں لیکن میں تُم پر فیصلہ چھوڑتا ہُوں۔ کیا اس قسم کا کوئی جُرم ہمارے خلاف کبھی ثابت ہوا۔ اس کے برعکس کیا تُم نے یہ ملاحظہ نہیں کیا، کہ مسیحی بطور جماعت کے اپنی زندگی میں دانستہ کسی کو نقصان نہیں پہنچاتے اور اپنے برتاؤ اور کاروبار میں کیسے صادق القول ہوتے ہیں اور بحیثیت قوم اور فرداً فرداً دونوں طرح سے اُنہوں نے اپنے آپ کو سلطنت کی کیسی مفید رعایا ثابت کیا ہے؟

مارکس: آپ مُجھ سے بڑی بڑی باتوں کا اقرار کرانا چاہتے ہیں لیکن مَیں بحث کرنے کو نہیں بلکہ آپ سے تسلی پانے اور صداقت سیکھنے کو آیا ہُوں، اس لئے مَیں آپ کو ایسی ہی راستی اور صاف دلی سے جواب دُوں گا جیسے مَیں چاہتا ہُوں کہ آپ مُجھے جواب دیں۔ میں مانتا ہُوں کہ میرے اسکندریہ میں مقیم رہنے کے دنوں میں جہاں میں آپ کے

فرقے کے لوگوں کو سزا دلوانے پر مامور تھا۔ میں نے اُن میں سوائے اس ایک جُرم کے کہ انہوں نے روم کے دیوتاؤں کو ترک کر کے مذہبی معاملہ میں حکام عدالت کے فرمان اور شہنشاہ کے قانون کی خلاف ورزی کی اُن میں اور کوئی بدی نہیں پائی۔ اور یقیناً یہ کافی ثبوت تھا کہ اُن کی تعلیم بُری ہے۔ کیونکہ باتوں میں اُن کا برتاؤ کیسا ہی بے عیب کیوں نہ ہو۔ اس لئے میں نے حتی الوسع کوشش کی کہ سلطنت کو ایسی نافرمان اور بے باک و گستاخ رعایا سے رہائی دوں کیا ایک لمحے کے لیے مجھے خیال ہو سکتا تھا کہ میری اپنی پاک دامن اور پیاری بیوی ایسی تعلیم کو مانے گی جو مجھے ایسی بُری معلوم ہوتی ہے۔ اُس کے مسیحی ہونے سے مجھے ایسا صدمہ پہنچا کہ میری زبان اُس کے بیان سے قاصر ہے۔ ہائے وہ اُس فرقے میں شریک ہوئی جس سے مجھے دلی نفرت تھی اور جس کے نام و نشان مٹا ڈالنے کے میں درپے تھا میں اُس کی ہلاکت نہیں چاہتا تھا نہیں زیفرینس میں نے صرف اُس باطل اُمید سے اُسے اپنے خاندان اور عزیز و اقارب سے جلاوطن کیا، کہ شاید یُوں وہ اپنی بدعت سے باز آئے اور میرے اُجڑے گھر کو پھر سے آباد کرے۔ میری دُلاری ہونہار بیٹی ایگلو نے بھی اپنی ماں سے ناصری کی عبادت کرنا اور اُس کے نام سے انکار کرنے کے بجائے ہر طرح کی تکلیف و مصیبت سہنا سیکھ لیا تھا۔ میں نے اُسے دیوتیہ کے ساتھ بھیج دیا۔ اُسے سزا دینے کو نہیں بلکہ اس غرض سے کہ جلاوطنی میں اُس کے ساتھ ہونے سے دیوتیہ کو کچھ تسلی اور خوشی تو ہو۔ زیفرینس! میں اُس سے محبت کرتا ہوں اور اُس کی عزت کرتا ہوں، لیکن اب میں اُس سے پہلے سے بھی زیادہ محبت کرتا ہوں۔ اب مجھے معلوم ہوا کہ اس نے کسی ضد یا وہم سے ایسی خود شاری نہ کی بلکہ ابدی خوشی اور اطمینان کے یقین

سے اس زمینی خوشی اور آرام کو چھوڑ دیا۔

بشپ نے مارکس کی راست بیانی سے خوش ہو کر جواب دیا مارکس تم راست ہو تم بالکل راست ہو، کہ شریف اور اعلیٰ تحریکیں دیوتا سے منسوب کرتے ہیں۔ میں خدا کا شکر کرتا ہوں، اس نے تمہیں فضل دیا کہ اُن کی قدر کرو خدا کرے تم بھی ان صداقتوں کی تحقیق کرو جنہوں نے اس پر ایسی تاثیر کی اور پھر وہ اپنے روح القدس سے تمہاری ہدایت کرے کہ اس کی طرح انہیں بخوبی سمجھو، اور اپنے سارے دل سے انہیں چاہو۔ تمہاری تحقیق و تدقیق میں میں کیسی خوشی سے مدد کروں گا۔ اگر تم اس کی طرف رجوع لاؤ تو میں کیسا خوش ہوں گا۔ آپ نے جو مجھے اور میری جماعت کو ظلم و ستم سے بچا کر اپنا ممنون احسان ٹھہرایا ہے، اس کا شکریہ صرف اسی طور سے ادا کر سکوں گا کہ تمہاری روحانی حفاظت اور بہتری کا وسیلہ ٹھہروں۔ اب میں تمہیں پولوس رسول کی ایک تقریر سے کچھ حصے پڑھ کر سناتا ہوں جو اس نے بت پرست اہل ایتھنز کے سامنے کی یاد رہے کہ ہمارے خداوند کے اور شاگردوں کی طرح پولوس کوئی نادان مچھیرا نہ تھا، بلکہ وہ اپنے زمانے کا ایک عالم سمجھا جاتا تھا اور اس قابل تھا کہ خدا کی صداقتوں اور انسانی ساخت کی روایتوں کے درمیان بخوبی امتیاز کرے۔ اُسے شروع ہی سے مسیحیت سے ایک خاص عداوت اور دلی نفرت تھی۔ اور جب ہمارے شفیع کو منظور ہوا کہ اُسے اپنی طرف بلائے، اور ایک سخت مخالف کو اپنا جان نثار شاگرد بنائے، تو مسیح کے شاگردوں کو دکھ دینے اور ستانے میں مشغول تھا۔ سنو وہ کیونکر اہل ایتھنز کو سچے خدا اور اس کے بیٹے یسوع مسیح کی تعلیم دیتا ہے۔

زیفر نیس نے کتاب مقدس سے رسولوں کے اعمال کے سترھویں باب کی ۲۳ تا ۳۱ آیات پڑھیں، جنہیں مارکس بڑی توجہ سے سُنتا رہا۔

''چنانچہ میں نے سیر کرتے اور تمہارے معبودوں پر غور کرتے وقت ایک ایسی قربانگاہ بھی پائی جس پر لکھا تھا کہ نامعلوم خُدا کے لئے۔ پس جس کو تم بغیر معلوم کئے پوجتے ہو میں تم کو اُسی کی خبر دیتا ہوں۔ جس خُدا نے دُنیا اور اُس کی ساری چیزوں کو پیدا کیا، وُہ آسمان اور زمین کا مالک ہو کر ہاتھ کے بنائے ہوئے مندروں میں نہیں رہتا نہ کسی کا محتاج ہو کر آدمیوں کے ہاتھ سے خدمت لیتا ہے، کیونکہ وُہ تو خود سب کو زندگی اور سانس اور سب کچھ دیتا ہے۔ اور اُس نے ایک ہی اصل سے آدمیوں کی ہر ایک قوم تمام رُوئے زمین پر رہنے کے لئے پیدا کی اور اُن کی معیادیں اور اُن کی سکونت کی حدیں مقرر کیں، تا کہ خُدا کو ڈھونڈیں شاید کہ ٹٹول کر اُس کو پائیں اگرچہ وُہ ہم میں کسی سے دُور نہیں۔ کیونکہ اُسی میں ہم جیتے اور چلتے پھرتے اور موجود ہیں۔ جیسا تمہارے شاعروں میں سے بھی بعضوں نے کہا ہے کہ ہم تو اُس کی نسل بھی ہیں۔ پس خُدا کی نسل ہو کر ہم کو یہ خیال کرنا مناسب نہیں کہ ذاتِ الٰہی اُس سونے یا روپے یا پتھر کی مانند ہے، جو آدمی کے ہنر اور ایجاد سے گھڑے گئے ہوں پس خُدا جہالت کے وقتوں سے چشم پوشی کر کے اب سب آدمیوں کو ہر جگہ حکم دیتا ہے کہ توبہ کریں، کیونکہ اُس نے ایک دن ٹھہرایا ہے جس میں وُہ راستی سے دُنیا کی عدالت اُس آدمی کی معرفت کرے گا جسے اُس نے مقرر کیا ہے اور اُسے مُردوں میں سے جلا کر یہ بات سب پر ثابت کر دی ہے۔''

اس کے بعد بشپ نے بڑی سنجیدگی اور سرگرمی سے کہا۔ ''دیکھو مارکس! ان

لفظوں میں تم سے بھی ایسے ہی خطاب کیا گیا ہے جیسے اہلِ ایتھنز سے۔ یہ دانش وسچائی اور الٰہی ہدایت کے الفاظ ہیں۔ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ یہوواہ صرف اکیلا سچا خدا ہے، اور اس کا بیٹا یسوع مسیح دنیا کی عدالت کرنے کو مقرر ہوا ہے کیا تم اس کی عبادت سے منکر ہوتے ہو جو اکیلا اس کے لائق ہے، اور انسان کی دستکاریوں کے سامنے جھکتے ہو یا سونے روپے لکڑی اور پتھر کے سامنے جن سے کچھ فائدہ نہیں جن کی آنکھیں ہیں اور وہ دیکھتے نہیں۔ کان ہیں پر سنتے نہیں۔ اور جن کے نتھنوں میں سانس نہیں۔

مارکس:۔ ''میں صداقت کو پانا چاہتا ہوں اور جب مجھے بخوبی یقین ہو جائے گا، کہ یہ تعلیم سچی ہے تو اس کا ظاہرا اقرار کرنے سے نہیں ڈروں گا آپ کی باتیں میرے دل پسند ہیں اور آپ ہی کے منہ سے اس مذہب کی تعلیم اور اس کے ثبوت سننا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اپنے آباؤ اجداد کے طریق و مذہب کو چھوڑنے سے پیشتر مجھے ثبوت درکار ہیں''۔

زیفرینس نے بڑے شوق سے چلا کر کہا ''یہی تو میں چاہتا ہوں ایسے ایمان کی میرے نزدیک کچھ بھی وقعت نہیں، جو پُر فکر تحقیق اور دلی اعتراف پر مبنی نہ ہو''۔ پھر بشپ نے الہامی مذہب کی بنیادی صداقتوں کو اُسے شوق سے سمجھانا شروع کیا۔ بڑے تحمل سے اس نے چھوٹی چھوٹی باتوں کی تفصیل سمجھائی، اور اس کے ہر ایک شک کو رفع کیا۔ اور پھر مجبوراً انہیں یہ ملاقات ختم کرنی پڑی کیونکہ دوپہر کی عبادت کا وقت ہو گیا تھا۔ اور جماعت دوسرے کمرے میں بشپ کی منتظر بیٹھی تھی۔

مارکس کا جی تو نہ چاہتا تھا کہ وہاں سے رخصت ہو، لیکن اُسے جانا ہی پڑا۔ وہ ہر صبح بشپ کی ملاقات کو آتا اور بڑے شوق سے تعلیم پاتا رہا۔ یہ امر ناممکن ہے کہ ایسا صاف

دل اور راستی پسند حق جُو الٰہی صداقت کی تعلیم پائے اور اُس کا قائل نہ ہو۔ اُس کے اُستاد کی پُر ایمان دُعائیں بھی عبث نہ ٹھہریں۔ رفتہ رفتہ جہالت اور تعصب کی دُھند اُس کے سامنے سے ہٹ گئی اور خدا کے جلال کی روشنی جیسی یسُوع مسیح کے چہرے میں ظاہر ہے، اُس کی آنکھوں کے آگے نمودار ہوئی اور وُہ ایمان لایا کہ یہوواہ ہی سب کا خالق اور مالک ہے اور اُس کا بیٹا یسُوع مسیح دُنیا کی عدالت کرنے والا اور نجات دہندہ ہے۔ جلد باز تو شروع ہی سے تھا، اُس نے اپنی غلطی کو معلوم کرتا ہی چاہا، کہ اِس صداقت کا ظاہرا اقرار کرے اور ارادہ کرلیا کہ فوراً اُس کلیسیا میں شامل ہو کر جس میں دیو یہ داخل تھی اور رُوم اور اپنے فخر اور جاہ وجلال اور دُنیاوی عزت اور عہدہ اور سب کچھ چھوڑ کر اپنی مصیبت زدہ بیوی کے پاس جائے اور اُسے یہ خوشخبری دے کر کہ جیسے مَیں پہلے تُمہاری محبت واُلفت میں شریک تھا، اب میں ایمان میں تُمہارے ساتھ ایک ہُوں تاکہ تُمہاری تمام مصیبتوں اور تکلیفوں کی تلافی کروں۔

زیفرینس نے اُس سے کمال ہمدردی کا اظہار کیا۔ لیکن اُس کی حسب منشا اُسے مسیح کی دیدنی کلیسیا میں شامل نہ کر سکا۔ اُسے مارکس کے مُدعا کی راستی اور اُس کے رُوحانی مزاج پر بھی شک نہ تھا۔ پھر بھی جس جلدی سے اُس نے نئی تعلیم کو مانا اور جس مالک سے وُہ ایسی نفرت رکھتا تھا، اُس کی خدمت بجالانے میں ایسی سرگرمی کا اظہار کیا تو اس سے بشپ کو اُس کے ایمان کی اُستواری اور اُس کی آئندہ یکساں رُوی پر شک ہُوا۔ بڑی نرمی اور مہربانی سے اُس نے اُن سب باتوں کا اظہار کیا اور اُسے بتادیا، کہ کیونکر مسیح کے سپاہیوں اور خادموں کے زُمرے میں شامل ہونے سے پیشتر اُسے مزید تعلیم پانی

بڑے گی۔ مارکس کو اس سے افسوس تو ہُوا لیکن اُس نے ریفرنیس کی اُمیدوں سے بڑھ کر قتل و شجاعت کا اظہار کیا، کیونکہ وہ جانتا تھا کہ بشپ راستی پر ہے۔

کئی ہفتے یوں ہی گزر گئے اگر مارکس کے دل میں ویویہ اور ایلیوا کی نسبت تو ل وفکر جاگزیں نہ ہوتا، اور اُن کی مصیبتوں کے خیال سے اُس کا دل پارہ پارہ نہ ہوتا تو یہ دن بڑی خوشی اور دلچسپی میں گزرتے۔ وہ یہ تو جانتا تھا کہ اُنہیں کسی قسم کا خطرہ درپیش نہیں، کیونکہ نیبرو اُن کی حفاظت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھے گا۔ لیکن وہ اپنی پیاری بیوی کی دلی مصیبتوں کے خیال ہی سے چونک اُٹھتا تھا۔ وہ ویویہ کو لکھ ہی دیتا، لیکن کوئی ایسا شخص نہ ملتا جو ایسے پیغام کا قاصد ہو اور اُس کی یہ آرزو تھی کہ ایسی خبر کا پیغامبر جس کے نکلتے ہی بیابان اُس کی نظروں میں گل و گلزار ہو جائیگا، آپ ہی بنے۔ سو اُس نے اُس دیر کی برداشت کی اور محنت اور توجہ سے رُوحانی علم میں ترقی کرتا گیا۔ اور دُعا کے ذریعے اُس نے بہت سا فضل، قوّت اور آسمانی مزاج پایا کہ اپنے شفیع کی کلیسیا میں جگہ پانے اور اُس کے بعد خدا کی بادشاہت میں شامل ہونے کے لائق ٹھہرے۔

اُس کی کوششیں بے سُود نہ ٹھہریں، اور اُس کی دُعائیں بے جواب پائے نہ رہیں۔ ریفرنیس کو دن بدن اُس کی تبدیلی دل کی حقیقت کا یقین ہوتا گیا اور اُس نے بڑی خوشی سے اُسے بتایا کہ اگر پہلے پہل ناکام محبت اور مایوس دوستی کے خیال سے تُم مسیح کی طرف آئے ہو، تو اب خداوند نے بڑی رحمت سے اُن وسیلوں کو تُمہاری نجات کے لیے استعمال کیا ہے جو بُت پرستی کی تاریکی اور دُنیاوی بلند نظری کے پھندوں سے نکال کر یسوع مسیح مصلوب کی برحق اور زندگی بخش پہچان تک پہنچائے۔

مارکس کے خیالات کی سچائی جلد ہی پرکھی گئی۔ اُس نے بپتسمہ سے ایک ہی دن پیشتر شہنشاہ نے اُسے پریٹوریَن رسالے کا سپہ سالار اور پانیٹنس کا جانشین مقرر کیا۔ اس عہدے کے حاصل کرنے کی اسے دیر سے آرزو تھی لیکن اب اُس کے خیالات بدل چکے تھے، اور وُہ جاہ و جلال کا طالب نہ تھا۔ اُس نے بڑی شکرگزاری کے اظہار اور عاجزی سے یہ رُتبہ لینے سے انکار کر دیا۔ اُس نے دیکھ لیا کہ مسیح کا شاگرد ہونا اور پھر ایک ایسے عہدے کو منظور کرنا جس میں بُت پرستوں اور ملحدوں سے سابقہ اور اُن کی عبادتوں میں شریک ہونا پڑتا ہے، ٹھیک نہیں۔ اُس نے یہ تو اپنا فرض نہ سمجھا کہ سویرس کو اپنے ایمان کی تبدیلی سے آگاہ کرے اور یوں اپنے اور زیفرینس کی طرف سے اُسے براَنگیختہ کرے۔ اُس نے زیفرینس سے سیکھا تھا کہ مسیحی کا فرض صلیب کو اُٹھانا ہے، اور نہ اُس کی تعظیم کرنا اور اس لئے اُس نے شہنشاہ سے صرف اتنا کہہ دیا کہ چونکہ میری خدمت کا دورانیہ ختم ہے اس لئے میری آرزو ہے کہ ملکی معاملات سے بالکل دست بردار ہو کر اپنے وطن کو واپس جاؤں۔ سویرس نے اُسے اس ارادے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی لیکن جب دیکھا کہ فی الواقع اُس کی دلی آرزو یہی ہے، تو کچھ زور نہ دیا، اور مارکس کو یقین دلایا کہ میں تمہاری خدمات کو کبھی نہ بھولوں گا اور جب تمہارا جی چاہے مجھے لکھ بھیجنا۔ تمہاری لیاقت اور قابلیت کے مطابق تمہیں کوئی جگہ دی جائے گی۔

جب مارکس نے بشپ سے ان سب باتوں کا ذکر کیا تو اُسے بڑی خوشی ہوئی کہ اس نے جسم کی خواہش کو رد کیا اور اُن اندیکھی اور ابدی چیزوں کی قدر پہچانی۔ اور اگر ابھی تک اس جوان کو بپتسمہ دینے کے بارے میں اُسے کوئی شک تھا تو وہ اب جاتا رہا۔

مارکس مسیحی کلیسیا میں شامل کیا گیا، اور اُس بزرگ کی برکت اور باقی مسیحیوں سے مبارکباد حاصل کی۔

وہ اپنے سفر کا تمام انتظام کر چکا تھا، تاکہ بپتسمہ کے بعد کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔ اُس نے شہنشاہ سے رخصت چاہی اور افریقہ کے پروکونسل کے نام خط لے کر زیفرینس اور دیگر مسیحیوں کو الوداع کہہ کر رخصت ہوا۔ اُس نے ہیوزریٹس کی راہ لی تاکہ پہلے اپنی بیوی سے مل کر پھر کارتھیج کو جائے۔ اُس کا سفر بخیر و عافیت انجام ہوا۔ لیکن اس کے ذکر سے پہلے ہم ویویہ کی طرف رجوع کریں کہ پلیٹس کی ملاقات کے بعد ویویہ بیچاری اور اُس کی لڑکی پر کیا کچھ گزرا۔

....

اُنیسواں باب

غروبِ آفتاب

اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں کہ اس جلاوطن ماں اور اس کی بیٹی کے حال میں رومی افسر سیلسس کو کیسی دلچسپی پیدا ہوگئی اور اُن کی حالت سُدھارنے کا وہ کیسے خواہاں ہوا۔ رخصت ہوتے وقت وہ ان دونوں کے چہرے تبدیل پا کر اور بھی متاثر اور حیران ہوگیا۔ ڈیویہ کا دل چپکے اندر ہی اندر ٹوٹ رہا تھا، اور اُس کے دلی رنج و افکار سے اُس کے حسین چہرے کی شگفتگی جاتی رہی۔ لیکن اُس کی روح کی قوت، ہاں وہ قوت جو اُسے زندہ ایمان سے حاصل تھی یونہی قائم تھی اور غم کے پہلے صدمے کے گذر جانے پر پھر ظاہر ہوئی۔ اپنی بیٹی کی خاطر اُس نے حوصلہ دکھانے کی کوشش کی۔ یوں اُسے بڑی بڑی تکلیفوں میں بھی مدد ملی تھی۔ کبھی کبھی تو وہ بڑی خوشی اور تسلیم و رضا کا اظہار بھی کرتی تھی لیکن اب زمینی خوشی کی اُمید تو سب جاتی رہی، اور صرف روحانی خوشی ہی کے لئے وہ دعا و جستجو کرتی تھی، تاکہ یہ آسمانی تحفہ اُسے عنایت ہو۔ اور اُس نے اپنی بیٹی کو فضل میں بڑھتے اور اُنہی برکتوں میں جو اُس کی راحتِ جان تھیں شریک ہوتے دیکھا، تو اُسے کوئی اور تمنا نہ رہی۔

لیکن اب ایک اور مصیبت جس کا اُسے کبھی خیال نہ تھا اور ایک اور خطرہ جو اُس رشتے کے ٹوٹنے سے کچھ ہی کم ناگوار تھا جس سے وہ اپنے خاوند سے بندھی تھی، اُس کے

سر پرا کھڑا ہوا۔ اور اُس کے خیال ہی سے وُہ بے چین ہو گئی۔ ایلیوا کی صحت بگڑتی معلوم ہوئی اُس نے کبھی شکایت نہ کی۔ ظاہرا کوئی بیماری بھی اُسے لاحق معلوم نہ ہوتی تھی لیکن اُس کے چہرے کی رونق جاتی رہی، اور زردی اور نقاہت نے اُس کی جگہ لے لی۔ اُس کی آنکھوں کی وُہ چمک وروشنی تو کم نہ ہوئی لیکن اُس کی چمک نے ایک عجیب اور غیر طبعی رنگ پکڑا۔ اور گو اُس کے مزاج کی شیرینی برقرار رہی تاہم اُس کی زندہ دلی جاتی رہی کچھ عرصے تک تو بیماری کے کوئی نشان ظاہر نہ ہوئے۔ دیوٓیہ کا خیال تھا کہ یہ کمزوری صرف چندروزہ ہے، اور تھوڑے ہی دنوں میں وُہ اپنی اصلی صحت پھر پائے گی۔ لیکن جلدی اُسے معلوم ہو گیا کہ اس عزیز از جان لڑکی کی قوّت دن بدن زائل ہو رہی ہے۔ اس خیال ہی سے اُس کا دل رنجیدہ و بوجھل ہو گیا، اور اُس نے اپنی خلوت میں جا کر رو رو کر اپنے مہربان باپ سے اُس تسلّی کے لئے دُعا کی جس کی اُسے اس وقت بڑی ضرورت تھی۔

اس مصیبت زدہ ماں کی نسبت لکریٓشیہ نے ایلیوا کی خطرناک حالت کو بخوبی پہچان لیا۔ اُس نے اس بیماری کی تمام علامات اپنے بچّے میں دیکھی تھیں، اور اُس کی مہلک حقیقت سے واقف تھی۔ لیکن ان باتوں کو دیوٓیہ پر ظاہر کرنا مناسب نہ سمجھا اور جب یہ بیمار لڑکی کبھی کبھی بہتر اور قریبا قریبا تندرست نظر آنے لگتی، جیسا کہ اس بیماری میں ہوا کرتا ہے، تو دیوٓیہ کے دل میں کچھ کچھ تسلّی اور اُمید پیدا ہو جاتی تھی۔ لکریٓشیہ بھی اُسے اُمید دلا کرتی تھی، گو اُسے بخوبی معلوم تھا، کہ یہ سب اُمیدیں باطل ہیں۔

ایلیوا کھجور کے درختوں کی طرف جانا پسند کرتی اور دن کی گرمی سے اُن کے سایہ میں آرام کیا کرتی تھی۔ شام کے وقت خلیج کے کنارے کی راحت بخش ٹھنڈی ہوا

میں بیٹھی اور پانی کے اُتار چڑھاؤ کو دیکھا کرتی تھی۔ ایلیوا کو دریا کے کنارے پر کھیلتے اور کوڑیوں کو اُٹھاتے دیکھ کر دیوبیہ اُس خطرے کو بھول جاتی تھی جو ایلیوا کے سر پر کھڑا تھا۔ لیکن جب ایلیوا اپنے اس کھیل سے تھک کر ماں کے گھٹنوں کے پاس آ بیٹھتی، اور اپنے سارے جمع کئے ہوئے خزانے کو زمین پر پھینک دیتی تو دیوبیہ نے اس سارے خطرے کو پہچان لیا۔ وہ اپنے کو اور ضبط نہ کر سکی، اور اُس کی آنکھوں سے آنسو چھما چھم برسنے لگے ایک شام کا ذکر ہے۔ ایلیوا اپنی سیر سے نہایت ماندہ ہو کر ماں کے پاس چٹان پر آ بیٹھی اور اُس کے گھٹنوں پر سر رکھ کر پوچھنے لگی۔ اماں جان کیوں روتی ہیں۔ پیاری اماں آپ کو روتے دیکھ کر مجھے بہت بے چینی ہوتی ہے۔

دیوبیہ نے ضبط کرنے کی بہت کوشش کی اور کہا۔ پیاری ایلیوا تمہیں ایسا کمزور اور بیمار دیکھ کر مجھے رونا آتا ہے۔ میرے پاس تمہارے آرام کے لئے کوئی سامان نہیں جس کی تمہیں ضرورت ہے۔ آہ۔ اگر ہم کارتھیج میں اپنے باپ کے ہاں ہوتے تو کوئی ایسا علاج میری بیٹی سے دریغ نہ کیا جاتا، جو حکمت اور دولت بہم پہنچا سکتی ہے۔ لیکن ایلیوا خدا کی یہی مرضی ہے کہ ہم ویرانہ میں رہیں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے، کہ اگر اُس کی مرضی ہو تو انسان کی مدد کے بغیر وہ تمہیں اب بھی صحت دے سکتا ہے۔

ایلیوا: ہاں اماں جان مجھے بخوبی معلوم ہے۔ میں جانتی ہوں۔ جب یسوع اس دُنیا میں تھا تو اُس کے فرماتے ہی بیمار چنگے اور مُردہ زندہ ہوتے تھے اور آپ نے مجھے سکھایا ہے کہ خدا سب کچھ کرنے میں قادر ہے۔ اماں کیا تمہارا خیال ہے کہ میں صحت پاؤں گی۔ یا کیا اس غمناک حالت میں آپ کو اکیلے چھوڑ جاؤنگی اور پھر وہ جلدی جلدی

سے کہنے لگی اور اُس کے رُخسار روشن ہو گئے۔ پیاری اماں جان مجھے یہ تو بتاؤ یا تمہیں

خیال ہے کہ میں مر جاؤں گی۔

دیوتیہ۔ میری پیاری بیٹی تمہاری زندگی تو خدا کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ تم سے

وہی کرے گا جو وہ بہتر جانتا ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہو کہ تم پھر صحت نہ پاؤ گی تو کیا تمہیں

ڈرنا واجب ہے۔ تم نے تو ایک بڑی آزمائش کے وقت میں کہا تھا کہ میں مرنے سے نہیں

ڈرتی۔ مجھے یقین ہے کہ اُس وقت سے تمہارا ایمان اور مسیح سے تمہاری محبت بڑھ گئی ہے۔

اور تم موت سے اتنا خوف بھی نہیں کرتی ہو۔ کیونکہ تمہیں مسیح کی اُس محبت کا جو وہ گنہگاروں

سے رکھتا ہے، اب زیادہ تجربہ ہے۔ اور تم جانتی ہو کہ اُس کا خون تمہارے گناہوں کو دھو

ڈالتا اور تمہیں خدا کی حضوری میں بے عیب ٹھہراتا ہے۔ میری بیٹی! کیا تم اُس کے بیٹے

یسوع مسیح کے ثواب اور خون پر تکیہ کئے یہوواہ کی حضوری میں جانے سے ڈرتی ہو"۔

اس پر الیڈا بڑے جوش سے بول اُٹھی۔ " اماں جان! مجھے مرنے سے تو کچھ بھی

خوف نہیں۔ میں جانتی ہوں کہ یسوع اُن سب کو جو اُس سے محبت رکھتے ہیں بچائے گا۔

اور اماں جان میں اُس سے محبت رکھتی ہوں۔ وہ مجھے بہت عزیز ہے اور اُس نے اپنی

آنکھیں اور ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھائے۔ پھر اُس نے محبت بھری نگاہوں سے دیوتیہ کے

چہرے پر نظر ڈال کر کہا۔ میں تمہیں پیچھے چھوڑنے سے ڈرتی ہوں۔ تمہیں جو یسوع سے اتر

کر مجھے دُنیا بھر میں سب سے عزیز ہو اور تم مجھ سے ایسی محبت کرتی ہو۔

کچھ دیر سکتہ کا عالم رہا۔ دیوتیہ کے منہ سے بات تک نکل نہ سکی۔ آخر کو الیڈا نے

اپنا کلام یوں شروع کیا۔

"اگر میں مر جاؤں تو کیا میرے باپ کو رنج ہوگا؟ کیا وہ تمہیں اپنے ہاں لے جائے گا۔ اماں جان! مجھے آسمان میں بھی خوشی نہ ہوگی، اگر تمہیں یہیں اکیلے بیٹھے روتے دیکھوں"۔

ویبیہ نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ میری بیٹی! میرے غم کا فکر نہ کرو۔ خداوند میرے ساتھ ہوگا وہی میری حفاظت کرے گا اور آخر کو مجھے اس دنیا سے بلا لے گا کہ اس مبارک سرزمین میں جا کر ہمیشہ خوش و خرم رہوں جہاں وہ تمہیں شاید جلد بلانے کو ہے۔ اس میں بھی خداوند کی عین مہربانی ہے کہ تمہیں اس دنیا کی مصیبتوں اور فکروں سے جو تمہاری ننھی سی جان کی برداشت سے باہر ہیں جلد رہائی دے لیکن ابھی تک ہمیں معلوم نہیں کہ تمہارے لئے اس کا کیا فرمان ہے۔ شاید اس کی مرضی ہو کہ تمہیں بیماری سے تھوڑی دیر پکڑ کر پھر تمہیں صحت کلی عطا فرمائے۔ او ایگوا! اس برکت کے لئے مجھے دعا کرنی چاہیے۔ اور اگر اسے یہی پسند آئے کہ یہ برکت مجھے نصیب نہ ہو، تو وہ مجھے تسلیم و رضا کی توفیق دے۔

ایگوا۔ اماں جان! میں بھی دعا کروں گی یسوع کی خاطر خدا سے دعا کروں گی کہ مجھے پھر صحت اور قوت عطا فرمائے کہ آپ کو خوش و خرم دیکھوں، جیسے آپ کارتھیج میں تھیں اور اگر مجھے مرنا ضرور ہو تو میں آسمان میں بھی دعا کروں گی۔ اور خدا سے منت کروں گی کہ تمہیں تسلی دے اور کہ میرا باپ تم سے پھر محبت کرے۔ تمہیں اپنے گھر لے جائے اور تم پھر خوش و خرم ہو کہ وہ میری دعا کو ضرور سنے گا۔

ویبیہ نے اس بیان سے بہت متاثر ہو کر کہا۔ خدا ایمان اور محبت کی دعاؤں کو

ہمیشہ سُنتا ہے، اور وہ بلا شک تمہاری دعاؤں کو بھی سنے گا۔ اُس سے دعا کرو کہ وہ تمہارے باپ کے دل کو اپنی طرف پھیرے اور اُسے اپنے بیٹے سے محبت کرنا سکھائے، تو پھر میں یہاں اور بعد میں بھی خوش رہوں گی۔ پھر میں جانوں گی کہ موت جو مسیحیوں کو بے ایمانوں سے جدا کرتی ہے، آسمان میں تمہارے پیارے باپ کو خدا سے اور ہم سے ملا دے گی۔ اگر یہ مبارک یقین میرا حصہ ہو، تو میں ہر طرح کی دنیاوی تکالیف کو خوشی سے اُٹھانے پر راضی ہوں۔

الیوا نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اماں جان! مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا ہماری دعاؤں کو سنے گا۔ اور میرے باپ کو آخرکار مسیحی بنا دے گا۔ شاید مجھے وہ دن دیکھنا نصیب نہ ہو۔ لیکن اگر میں اُس کے مبارک فرشتوں میں جگہ پاؤں، تو یہ آسمان سے دیکھوں گی اور خوش ہوں گی۔

بولتے وقت اُس کی صورت فرشتے کی سی نظر آنے لگی۔ اور دیویا کے دل کو اُس سادہ ایمان و توکل کے اظہار سے بڑی تسلی ہوئی۔

اس شام الیوا آخری بار سمندر کے کنارے خود چل کر گئی۔ وہ بہت نحیف ہوتی تھی، اور تھوڑی سی تھکان سے بے جان سی ہو جاتی تھی، تاہم وہ اُس جگہ جانا پسند کرتی تھی۔ دیویا اور لکریشیا باری باری اُسے اُٹھا کر وہاں لے جاتی تھیں۔ گھنٹوں اُس کے پاس بیٹھ کر دیویا اُس سے تسلی بخش باتیں کرتی، تاکہ اُس کا دل خوش کرتی، اُس کے ساتھ اُس کے لئے دعا کرتی۔ اور اُس مصیبت زدہ ماں کے لئے بس اب یہی ایک تسلی رہ گئی تھی کہ الیوا آسمان کے لئے تیار ہو رہی تھی اور اگرچہ اُس کا جسم کمزور اور زائل ہو رہا تھا

تاہم اُس کی غیر فانی رُوح ہر روز خدا کے رُوح سے نئی زندگی پاتی اور ''آسمان میں مقدسوں کے ساتھ میراث پانے کے قابل'' ہوتی جاتی تھی۔ ہر روز اُس جلاوطن ماں اور اُس کی بیٹی کے درمیان کمال دلچسپ اور تسلی بخش گفتگو ہُوا کرتی تھی۔ خداوند اُن کے ساتھ تھا اور وہی اُن کی ہدایت و تربیت کرتا رہا۔

کبھی کبھی کلریشیہ بھی اُن کے پاس آ بیٹھتی اور اُن کی باتیں سُنتی تھی۔ کئی بار ایلوا نے اُسے پاس بُلا کر بڑے سادہ اور مؤثر لفظوں میں منت کی کہ خداوند یسوع مسیح پر ایمان لائے اور اُسے محبت کرے تاکہ وہ مرنے کے بعد سب آسمان میں پھر باہم ملیں۔ کلریشیہ پر اس چھوٹی لڑکی کے طریق اور مؤثر الفاظ سے رقت سی طاری ہو گئی۔ لیکن اُس پر کچھ رُوحانی اثر ہوتا معلوم نہ ہُوا۔ دیویہ نے بھی ملاحظہ کیا کہ کلریشیہ اُنہیں کوئی موقعہ دینا نہیں چاہتی تھی کہ وہ ان باتوں کو چھیڑیں، گو وہ اُن کی بدنی ضروریات اور احتیاجات کا بہت فکر رکھتی اور اُن کی راحت و آرام کی خاطر کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھتی تھی۔ اُس مُنجی کا اُسے کچھ خیال نہ ہُوا جس کا ذکر مُبارک ایلوا کی نوکِ زبان رہتا تھا۔ بیشک یہ بات قابلِ افسوس تھی کہ وہی ایک مہذب عورت جس سے وہ مِل جُل سکتیں اور جو اُن سے ہمدردی کر سکتی تھی۔ اُن کی دلچسپ گفتگو اور عبادت میں شریک نہ ہو سکتی تھی۔

ایلوا کی بیماری کی خبر سارے گاؤں میں پھیل گئی۔ لوگوں نے حتی الوسع ہمدردی کا اظہار کیا۔ دلکش سے دلکش پھول اور عمدہ سے عمدہ پھل جو وہاں دستیاب ہو سکتے، عورتیں اور بچے ایلوا کے لئے لایا کرتے تھے۔ دیویہ اور ایلوا اب اُن کی زبان کچھ کچھ سمجھنا سیکھ گئی تھیں۔ ایلوا انہیں یہ بتانے کی کوشش کرتی تھی کہ میں آسمان پر خدا اور اُس کے بیٹے

یسوع مسیح کے ساتھ رہنے کو جاتی ہوں۔ اور اُن کی منت کرتی تھی، کہ تم بھی یسوع مسیح کو اپنا منجی مانو، اور اُس کی فرمانبرداری کرو۔ تاکہ اُس کی بادشاہت میں شامل ہو جاؤ لیکن سیدھے سادے گنوار اُس کے ٹوٹے پھوٹے فقروں پر ہنس دیتے تھے۔ وہ روشنی جو اُس کی اپنی مُبارک رُوح میں چمکتی تھی وہ اوروں پر ظاہر نہ کر سکی۔ اور جو محبت اُس کے دل میں تھی اُسے سوائے اُس کی ماں کے اور کوئی نہ سمجھ سکتا تھا۔

شب و روز آہستہ آہستہ یونہی گزر گئے۔ اور دیویہ کو وہ دن تیزی سے گزرتے معلوم ہوئے۔ وہ جانتی تھی کہ الیوا کی زندگی کے باقی دن گنتی کے ہیں اور ہر ایک غروب آفتاب کے ساتھ اُس کی زندگی گھٹ رہی ہے۔ اُس کے غم کی کچھ انتہا نہ تھی۔ وہاں کوئی اور نہ تھا جس سے وہ اپنی مصیبتوں کا ذکر کرتی، اور ہمدردی اور تسلی پاتی۔ اپنی پیاری نکل مارسلا اور دوسرے سگے بھائی بہنوں کی یاد اُسے اکثر بیتاب کر دیتی تھی۔ اور خصوصاً اپنے خاوند کی یاد میں تو وہ آبدیدہ ہو جاتی تھی۔ ہائے اگر مارکس صرف ایک دفعہ الیوا کے بستر کے پاس کھڑے ہو کر اُس کے ایمان اور محبت کا اظہار سُنے اور دیکھے کہ وہ اپنے شفیع پر کیسا توکل رکھتی ہے۔ کیا ایسا ہونا بالکل ناممکن تھا۔ کیا اس کے لئے اُمید و دُعا نہ ہو سکتی تھی؟ دیویہ کو یاد تھا کہ مارکس اپنی لڑکی کو کیسا چاہتا اور اُس سے کیسی محبت رکھتا تھا۔ اور جب وہ کارتھیج میں تھے تو اُس کی صحت و آرام کے لئے کیسا فکرمند رہتا تھا۔ دیویہ کو یقین تھا کہ اُسے اس واقعہ کی خبر مل جائے اور اُسے معلوم ہو کہ اُس کی پیاری بیٹی کس خطرے میں ہے تو کسی قسم کا غصہ اُسے باز نہ رکھے گا، کہ آکر سب سے بہتر طبی علاج بہم پہنچائے۔ اس خیال کے آتے ہی دیویہ نے ٹھان لیا کہ لکرشیہ کو پیغام دے کر مارکس کی طرف کارتھیج

روانہ کرے اُسے یہ تو معلوم تھا کہ مارکس روم کو چلا گیا ہے لیکن اُسے یہ خیال نہ تھا کہ وہ اتنی دیر وہاں ٹھہریگا اور وہ اُس پیغام کی منتظر تھی جس کی بابت اُس نے کلیمنس کے ہاتھ کہلا بھیجا تھا کہ میں واپس پڑوں گا۔ اُسے خیال ہوا یا تو وہ اس وقت کارتھیج میں ہے یا وہاں جلدی آ جائے گا، اور کسی قسم کی تاخیر مناسب نہ سمجھی۔ اگر یہ خط مارکس کو نہ بھی ملے اُس کے دیگر عزیز و اقارب کو تو میری سخت مصیبت سے آگاہی ہو جائیگی، اور وہ فوراً ہر طرح کی مدد و تسلی سے دریغ نہ کریں گے۔ پھر اُسے سٹیفیس کی وہ درخواست یاد آئی کہ میں تمہیں ایک اچھی جگہ پہنچا دیتا ہوں اور اُسے اول اول تو کچھ افسوس ہوا، کہ میں نے اُس کی بات کیوں نہ مانی شاید اس صورت میں ایلوا کی صحت نہ بگڑتی۔ لیکن یہ خیال فوراً جاتا رہا۔ اُسے اطمینان تھا کہ میرا منشا اعلیٰ اور پاکیزہ تھا اور میں نے وہی کیا جو درست اور راست تھا۔ یوں اُس نے توفیق پائی کہ اُس ہمہ دان اور رحیم باپ کی مرضی کو تسلیم کرے، جو ہر ایک واقعہ سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتا، اور اُن کے لئے جو اُس سے محبت رکھتے ہیں، سب چیزوں سے بھلائی پیدا کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس مبارک یقین و اطمینان کے ہوتے ہوئے کہ میں حکمِ ربی کے فرمان اور حفاظت میں ہوں، اُس نے کسی جائز وسیلہ سے جس سے ایلوا کی جان بچ سکتی تھی ذرہ برابر سُستی نہ کی۔

دیویہ کی درخواست پر اُس وفادار خادمہ لکریشیہ نے خوشی سے اس کام کو اپنے ذمہ لیا۔ اُسے اگر کوئی تامل تھا تو یہی تھا کہ دیویا اکیلی رہ جائیگی۔ اور اُس کی مدد اور ہاتھ بٹانے کو کوئی نہ رہے گا، لیکن دیویہ نے نہ سُنی اور لکریشیہ نے سفر کی تیاری کی۔

چونکہ نمبردار کے پاس کوئی گاڑی نہ تھی خشکی کی راہ کارتھیج کو جانا نا ممکن ٹھہرا اور

یہ تجویز ہوئی کہ لکریشیہ کشتی میں ہپوزریس تک جائے اور پھر وہاں سے جہاز پر سوار ہو، اسی راہ سے واپس آئے اور کشتی اتنی دیر وہاں منتظر رہے۔ ایلوا نے کنارِ بحر تک اپنی خادمہ کے ہمراہ جانے کی خواہش ظاہر کی کہ اُسے رُخصت ہوتا دیکھے۔ لکریشیہ، ایلوا سے چند دنوں کے لئے بھی جُدا ہونے سے افسردہ تھی۔ ایلوا نے اُسے خوشی خوشی الوداع کیا، اور جب وہ بار بار بغلگیر ہوئی تو اُس کے چہرے پر جو ایک نُور برس رہا تھا اُس سے لکریشیہ کو کچھ تسلی اور خوشی ہوئی کہ شاید میں وقت پر مدد لاؤں اور پھر صحت اور خوشی اس بے چاری کو نصیب ہو۔ وہ جانتی تھی کہ مارکس ایسی درخواست سے کبھی انکار نہ کریگا، اور اگر میں اُسے صرف اس جگہ لا سکوں تو کوئی شک نہیں کہ ان دونوں میں صلح اور میل ملاپ ہو جائے اور مہذب زندگی کے تمام راحت و آرام اُنہیں پھر نصیب ہوں۔

ایلوا نے بڑے شوق سے کہا۔ میری پیاری انا خُدا حافظ۔ جلد واپس آنا اور میرے ابا جان کو بھی ہمراہ لانا۔ اُنہیں کہنا کہ میں مرنے سے پہلے آپ کو بہت دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ میری ماں سے پھر محبت کریں اور ان کو پھر کارتھیج میں لے جائیں۔

لکریشیہ: میں اُنہیں ضرور کہوں گی اور ہمراہ لاؤں گی کہ تمہیں اور تمہاری اماں جان کو واپس شہر لے آئیں اور مجھے اُمید ہے، کہ وہاں تُم بالکل تندرست اور مضبوط ہو جاؤ گی۔ آسمان کے تمام معبود تمہارے ساتھ ہوں، اور میری غیر حاضری میں تمہیں محفوظ رکھیں۔

ایلوا: میں جانتی ہوں۔ خُدا میرے ساتھ ہوگا، اور اُس کا بیٹا یسوع مسیح میری حفاظت کرے گا۔ کسی اور معبود پر میرا اعتقاد نہیں۔ اَے لکریشیہ! میری خاطر اُس خدا پر

ایمان لانا سیکھو جس کی میں عبادت کرتی ہوں ورنہ تم مجھے آسمان میں بھی نہ مل سکوں گی۔

لڑکی کے ان سادہ الفاظ سے لکریشیہ پر ایسا اثر ہوا کہ بے اختیار اس کے آنسو نکل پڑے اور اس نے انہیں چھپانے کے لیے ایلوا سے منہ پھیر لیا۔

ویویہ نے لکریشیہ کے کانپتے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر کہا لکریشیہ اب رخصت ہو۔ اس لڑکی کے باپ سے کہہ دینا کہ وہ کیونکر آب وہوا اور احتیاج اور غم و انکار کے باعث مر رہی ہے۔ انہیں کہہ دینا کہ اپنے لئے تو میں کوئی مہربانی نہیں چاہتی، لیکن ایلوا کی خاطر ان کی منت کرنا کہ اس پر رحم کھا کر یہاں سے لے جائیں، یقیناً وہ انکار نہ کریں گے۔

یہ کہہ کر وہ ایلوا کے پاس بیٹھ گئی اور اس کے کمزور جسم کو اپنی گود میں لے کر بڑے پیار اور غم سے اسے دیکھتی رہی، اور پھر ایک ٹوٹی آواز میں کہنے لگی۔

"اے میری عزیزہ! تمہاری جان عزیز بچانے کے لئے میں تم سے بھی جدا ہونے اور اس تنہائی میں رہنے کو تیار ہوں۔ اگر تمہارا باپ تمہیں کارتھیج میں لے جائے تو میں تمہیں مدت بعد تندرست اور خوش و خرم دیکھنے کی امید میں ہی جی سکتی ہوں۔ نہیں نہیں یہی بہتر ہے کہ تمہاری ملکوتی روح اس سادہ مقدس ایمان کی حالت ہی میں گزر جائے۔ تمہیں اس جنگل ہی میں مرتے دیکھنا اور یہ جاننا کہ ہم آسمان میں پھر ملیں گے، اس سے بہتر ہے کہ تم عیش و عشرت اور بت پرستی میں پرورش پاؤ۔ شاید اپنے منجی کو بھول جاؤ اور اس کے نجات بخش نام سے انکار کرو۔ اور لکریشیہ! مارکس سے کہہ دینا کہ جہاں میری بچی جائیگی، میں بھی وہیں جاؤں گی۔ اگر ہم دونوں اکٹھے اپنے گھر واپس نہیں آسکتے تو ان

کی منت کرتا۔ ہمیں یونیکا یا کسی اور جگہ بھیج دیں، جہاں ایلیوا کی جان بچانے کے لیے کافی مدد ہم پہنچ سکے۔ اگر خدا کی مرضی ہو کہ وہ پھر تندرست ہو جائے تو ہم خوشی اور شکر گزاری سے پھر جلاوطنی میں واپس آ جائیں گے۔ اور ہمیں باہم رہنے کی اجازت دینے کے لئے اُن کے اور اپنے خداوند کے شکر گزار ہوں گے۔ کیا میری عزیزہ یہ سچ نہیں؟

ایلیوا نے آہستہ سے جواب دیا۔ اماں جان میں تمہارے ہی پاس ٹھہروں گی اور اپنے ننھے ہاتھ سے اُن آنسوؤں کو جو دیویہ کی آنکھوں سے گر رہے تھے پونچھا۔ جب تک خدا مجھے آسمان پر بُلا نہ لے میں تُم سے جُدا نہ ہوں گی اور پھر تُم میرے باپ کے پاس چلی جانا۔ جب اُسے معلوم ہوگا کہ آپ اکیلی رہ گئی ہیں تو وہ ضرور متاسف ہوگا۔ اگر وہ اب آ کر ہم دونوں کو نہ لے جائے تو میرے مرنے کے بعد میرے بالوں کا گچھا بھیج دینا اور یہ پیغام بھی دینا کہ ایلیوا آپ کی منت کرتی تھی، کہ میری ماں سے پھر محبت کرنا۔

لکریشیہ نے کشتی میں فوراً سوار ہو کر ملاحوں سے جو شوق سے کھڑے اس رقت انگیز نظارے کو دیکھ رہے تھے اشارہ کیا۔ اُنہوں نے اپنے چپو اٹھائے اور آن کی آن میں کشتی خلیج کے پانیوں پر چلتی نظر آئی۔ ایلیوا اور دیویہ اُسے دیکھتی رہیں، یہاں تک کہ وہ مشرقی ساحل پر ایک چٹان کی آڑ میں غائب ہوگئی اور پھر دیویہ اپنی نحیف و کمزور بیٹی کو گھر لے گئی۔

اُس دن سے ایلیوا کی حالت ابتر ہوتی گئی، اور وہ دھوکا دہ سُرخی پھر اُس کے رُخساروں پر ظاہر نہ ہوئی کہ مصیبت زدہ ماں کو باطل اُمیدیں دلائے۔ پھر ایلیوا کو ایسی بے چینی سی ہوگئی، اگرچہ دیویہ اُسے دل پسند گیت گا گا کر سُناتی۔ باہر خلیج کے کنارے لے جاتی اور آسمان اور اُن خوشیوں کا ذکر کرتی جو مسیح کے وفادار شاگردوں کو نصیب ہوں گی تو بھی اُس

Scanned by CamScanner

وری کو چین نصیب نہ ہوا۔ اُس کے چہرے سے ایک قسم کا فکر عیاں تھا۔ دیوتیا اُس کا سبب دریافت نہ کر سکی۔ وہ موت سے خائف نہ تھی۔ اپنے نبی کی موت اور لیاقتوں کے وسیلے ہی اُسے نفرت و قبولیت پانے میں بھی اُسے کچھ شک نہ تھا۔ اُس کی زوج کو اطمینان تھا، اور اُس کے سادہ ایمان، زندہ اُمید اور پُر شوق محبت کی باتیں سُننے سے دل کو راحت ہوتی تھی۔ اُس کے حق میں یہ بالکل سچ تھا کہ جیسے اُس کی ظاہری انسانیت نیست ہوتی گئی تو باطنی روز بروز نئی ہوتی گئی۔ اُس کے ذہنی سوچ نے جو بلحاظ عمر بہت ترقی کی اور اُس کا اظہار اُن عجیب خیالات اور باتوں سے ہوا جو اُس نے بیماری کی حالت میں کہیں۔ اُسے رُوحانی باتوں کا فکر رہتا اور اپنی زوج کے لئے خدا کے وعدوں کو خوب پہچانتی تھی۔ تاہم اُس کی بے چینی بڑھتی ہی گئی۔ پہلے تو دیوتیا کو گمان ہوا کہ یہ بدنی کمزوری اور تکلیف کے باعث ہے۔ لیکن ایک دوپہر کا ذکر ہے کہ وہ سمندر کنارے سے ابھی واپس ہی آئی تھی، اور دیوتیا اُس کے بستر کے پاس کچھ دیر سے بیٹھی تھی کہ ایلوا زار زار رو کر کہنے لگی۔

"ہائے ماں مجھے ڈر ہے۔ وہ دیر کر کے آئیں گے۔ ابا جان وقت پر نہیں آئیں گے کہ اپنی ایلوا کو زندہ اور سلامت پائیں۔ میرا خیال تھا وہ آج آئیں گے۔ میں گھنٹوں کو گنتی رہی ہوں۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ آپ کے ساتھ اور دیر تک نہ ٹھہروں گی"۔

دیوتیا نے بمشکل ضبط کر کے پوچھا۔ کیا عزیزہ تُم ایسی بیمار معلوم ہوتی ہو۔ مجھے تو یقین ہے۔ خدا تمہیں موقعہ دے گا کہ اپنے باپ کو زمین پر دیکھو لیکن اوہ میری ایلوا دُعا کرو کہ تُم اُسے دیکھو یا نہ دیکھو تُم اُس کی مسیح کے لہو میں دُھوئی اور پاک صاف کی ہوئی روح کو آسمان میں خوش آمدید کہہ سکو۔ پھر کچھ مضائقہ نہیں کہ اس دُنیا میں خواہ کچھ واقع ہو۔

لڑکی نے جواب دیا۔ "میں اپنے باپ کے لئے برابر دعا کرتی ہوں۔ مجھے پورا یقین ہے وہ مسیحی ہو کر مریں گے۔ اور میں انہیں اب دیکھنا چاہتی ہوں کہ انہیں یسوع مسیح کی خوشخبری دوں۔ اماں جان میں آپ کی بابت بھی انہیں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ لیکن میں اتنی دیر اور نہ جیوں گی۔ فرشتے میرے چاروں طرف کھڑے ہیں کہ میری روح کو خدا کے حضور میں لے جائیں جب کبھی میں نیم خوابیدہ ہوتی ہوں تو ان کے پروں کے ہلنے کی آواز سنتی ہوں۔ ان کی شیریں آواز مجھے یہ کہتی سنائی دیتی ہے" آ اور ہمارے ساتھ رہ"۔ میں دیکھتی ہوں کہ تاریکی میں ان کی رحم و محبت بھری چمکیلی آنکھیں مجھ پر بہ شفقت نظر کرتی ہیں۔ اور میری پیاری اماں۔ اگر آپ کو اکیلا چھوڑ جانے کا خیال مجھے نہ ستائے تو میں کیسی خوشی سے جانے پر راضی ہوں۔

دیویہ: میری پیاری بیٹی خدا کی حمد ہو کہ تمہارے یہ خیالات ہیں۔ مجھے مرتے دم تک تمہارے ایمان اور محبت کی یاد سے خوشی و تسلی ملتی رہے گی۔ مجھے یہ بھی یاد رہے گا کہ اگر میں بھی اسی ایمان میں رخصت ہو جاؤں اور اپنے منجی سے ایسی ہی محبت رکھوں، تو یقیناً تم سے اس جگہ آ ملوں گی جہاں نہ دکھ ہے اور نہ غم اور نہ رونا، اور جہاں ہم پھر کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔

ایلوا: ہاں اماں اس سے کیسی خوشی ہو گی میں اسی پر خدا کا شکر کروں گی، اور اپنے باپ سے ملنے کی خواہش کو بھلانے کی کوشش کروں گی۔ میں کہوں گی کہ خدا کی مرضی پوری ہو۔ اب میں تھکی ہوں اور سونا چاہتی ہوں۔ شاید غروب سے پیشتر آپ مجھے ایک بار اور سمندر پر لے جا سکیں۔ میں سورج کو پہاڑوں میں غروب ہوتے پھر دیکھنا

چاہتی ہوں اور شاید غروب آفتاب ہم خلیج سے کشتی کو آتے دیکھیں۔ اگر میں اپنے باپ کو دیکھ لوں تو کیسی خوشی سے مروں گی"۔

باتیں کرتے کرتے اُس کی آنکھ لگ گئی، اور وہ بڑے چین سے سوگئی۔ دیویہ چپ چاپ پاس بیٹھی دُعا کرتی رہی تاکہ اُس آنے والے صدمہ کی برداشت کے لئے اُسے خدا طاقت عطا کرے۔ کچھ دیر تو ایلوا نہ اُٹھی۔ پھر وہ ایسی چپ چاپ اور باتمین معلوم ہوئی، کہ دیویہ نے اُسے سمندر پر لیجانے کا ذکر نہ کیا اس خیال سے کہ شاید وہ اپنی بات کو بھول گئی ہو۔ لیکن ایلوا نے اُس کی طرف پھر کر کہا۔

"اماں جان کیا آپ ایسی تھکی ہیں کہ مجھے وہاں نہیں لے جاسکتیں یا کیا آپ اس جگہ کی کسی عورت سے کہیں گی کہ مجھے اُٹھا لے چلے۔ میں آج شام وہاں ضرور جانا چاہتی ہوں۔ یہ میرا آخری نظارہ ہوگا"۔

دیویہ۔ میری جان ایلوا میں خود تمہیں اُٹھا کر لے چلوں گی۔ میرے سامنے کوئی اور ہاتھ تمہیں نہ چھوئے گا۔ میں اپنے کو بڑی توانا پاتی ہوں کیونکہ خدا میری مدد پر ہے"۔

آخر وہ اُس نحیف بدن کو جس کا بوجھ ایک ننھے بچے سے زیادہ نہ تھا، اُٹھا کر اُس جگہ لے گئی، جہاں لکریشیہ اُن سے رُخصت ہوئی تھی۔ خلیج میں وہاں سے بڑی دُور تک نظر پہنچتی تھی، دیر تک دیویہ اور ایلوا دونوں خاموش رہیں۔ دونوں اپنے اپنے خیالات میں غرق تھیں۔ مغربی پہاڑیوں کی طرف سورج ڈھل رہا تھا۔ لیکن غروب سے پیشتر سیاہ بادلوں نے اُسے چھپالیا، اور ہوا یُوں بزور چلنے لگی کہ گویا طوفان اُٹھ رہا ہے۔ دیویہ نے چاہا کہ جلدی سے گھر لوٹ جائیں، مبادا سردی سے ایلوا کو نقصان پہنچے لیکن ایلوا نے

کی کہ ذرا اور ٹھہریں۔ وہ بڑے شوق سے بادلوں کو آسمان پر اِدھر اُدھر چلتے پھرتے دیکھتی تھی، اور ہوا کی ماتمی آواز لہروں کے کنارے پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے سے ایسی معلوم ہوتی تھی کہ دیوتیہ نے اُس کی درخواست جو شاید اُس کی آخری درخواست تھی نامنظور نہ کی۔ تاہم اُس نے زمین سے اُٹھا کر لڑکی کو گرم چادر سے لپیٹ لیا، اور آہستہ آہستہ کنارے پر ٹہلنے لگی اور خلیج کے پُرشور پانیوں پر بڑی فکر و حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی جاتی تھی۔

وہ شام تاریک، سنسان تھی۔ سُورج بادلوں کے پیچھے چھپ گیا اور ہوا جھونکوں سے جو چٹانوں سے ٹکرا کر آتی اور آسمانی بجلی کی کڑک (آواز) سے دیوتیہ کے کانوں میں غم آگین صدا آتی تھی، یہ مصیبت زدہ ماں اس ویران و سنسان کنارے سے گزر رہی تھی، اور اُس کا دل اُس نظارہ سے ٹھیک مطابقت رکھتا تھا۔ ہوا کی سرسراہٹ اور موجوں کے اِدھر اُدھر آنے اور اُس بیمار لڑکی کی جلدی جلدی سانس لینے کی آواز کے سوا کوئی اور آواز اُس کے کانوں میں نہ آتی تھی۔ ایلیوا اُس کی گود میں ایسی بے حس و حرکت پڑی تھی کہ اگر اُس کے سانس لینے کی آواز دیوتیہ کے کانوں میں نہ پڑتی، تو اُس نے خیال کر لیا ہوتا کہ وہ آخری رشتہ اُس کی مصیبت زدہ رُوح کو اس زمین سے باندھ رکھا تھا، ٹوٹ گیا۔ وہ آخری شخص جو اُسے اس زمین پر تسلی دینے کو عطا ہوا، اُس سے جُدا ہو کر آسمان کے مقدسوں کی خوش خرم فوج میں شامل ہو چکا تھا۔ وہ اب گھر کو واپس آنے کو تھی کہ ایلیوا نے چپکے سے کہا۔

"پیاری امّاں۔ ابھی جھونپڑی کی طرف واپس نہ چلیے، میں یہاں خوش ہوں۔ مجھے اُمید ہے، اُمید کیا یقین ہے، ابا جان ابھی آنے والے ہیں"۔

دیو یہ کنارے پر ٹہلتی رہی۔ اور جب اُن پُر شور پانیوں پر شام کا سایہ پڑا اور وہ دور کی چیزوں کو دیکھ نہ سکی، تو اُن قسم قسم کی آوازوں کو جو سمندر سے آتی تھیں، بغور سُننے لگی۔ اور اُسے خیال ہُوا کہ چپوؤں کی آواز آ رہی ہے۔ اُس کا دل اندر سے دھڑ کنے لگا، اور منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ وہ ایک منٹ کے تامل پر کیا دیکھتی ہے کہ وہ چھوٹے پتھروں کے لڑکھڑانے کی آواز تھی جو لہر کے زور سے کنارے پر آ پڑے تھے۔

اس پر وہ دل ہی دل میں کہنے لگی۔ کیا اپنی مصیبت زدہ روح کے لئے کوئی تسلی ہو سکتی ہے؟ کیا ایسی روح میں جس پر غم کی گھنگھور گھٹا ئیں چاروں طرف سے چھائی ہوں تسلی بخش روشنی کی کرن اندر آ سکتی ہے؟

ہاں دیو یہ دلگیر نہ ہو۔ اُن کے لئے جو اُس اُمید کی طرف تکتے ہیں، جو یسوع مسیح میں اُن کے سامنے رکھی گئی ہے، بڑی تسلی ہے۔

دیو یہ نے جلدی جلدی قدم اُٹھانے شروع کئے۔ اُن پانیوں کی طرح جو اُس کے ساتھ ساتھ بہہ رہے تھے۔ اُس کی جان تاریک اور مُضطرب تھی۔ اُس نے اُس تاریکی میں اپنی مدد کو دیکھنے کی بہت کوشش کی لیکن بے فائدہ۔ اور جب وہ آسمان کی طرف نظریں لگائے تھی، شمال کی طرف تاریک بادل پھٹ گئے، اور اُن میں سے ایک روشن ستارہ نظر آیا، جس کا عکس پانیوں میں دلکش معلوم ہوتا تھا۔ یہ سماں تھوڑی دیر کے بعد نظروں سے جاتا رہا۔ لیکن وہ صاف اور روشن تھا۔ یُوں اُس مصیبت اور نا اُمیدی کی حالت میں دیو یہ کی تھکی ہُوئی روح پر خوشی کی ایک شعاع چمکی اور اُس کی روشنی نے غموں کی گہرائی کو منور کیا، اور اس کا عکس اُس کے پُر فکر اور بے چین دل پر ظاہر ہُوا۔ یہ خدا کی اُس محبت کی

جھلک تھی، جو یسوع مسیح میں ظاہر ہوئی کہ جس نے شک اور مایوسی کی اندھی گھٹا کو ہٹا دیا، اور دیوتیہ کو سچائی اور تسلیم و رضا میں یہ کہنے کی توفیق دی۔ ''یہ خداوند ہے جو وہ بہتر سمجھتا ہے وہی کرے کیونکہ اپنے بندوں کو تکلیف دینے میں اُس کی خوشی نہیں''۔

قوت اور تسلی کے اس ابدی چشمے کے لئے جو ہر ایک سچے مسیحی کو نصیب ہے، خدا کی حمد ہو اپنے آسمانی باپ کی محبت اور دانش پر اگر ہمارا توکل نہ ہو تو ہم سب آدمیوں میں سب سے کم بخت ہیں۔ اس توکل کے ہوتے ہوئے مسیحی پر خواہ کیسے ہی غم و آزمائش کی گھٹا کیوں نہ چھائے وہ کبھی مایوس نہیں ہوگا اور جیسا اُس کا دن ویسی ہی اُس کی قوت بھی ہوگی۔

اُس نے نرمی سے ایلیوا کو کہا۔ ''بیٹی اب گھر چلنا بہتر ہے۔ سردی اُتر رہی ہے اور میں چاہتی ہوں کہ سونے سے پیشتر خدا کا کلام پڑھ کر سناؤں''۔

لڑکی نے جواب دیا۔ ''اچھا اماں، آؤ چلیں۔ اور ایک آہ سرد اس کے سینے سے نکلی۔ وہ آج رات نہ آئیں گے، اور کل وہ وقت پر نہ پہنچیں گے۔ ماں بیٹی تھوڑی دیر میں اپنے گھر پہنچ گئیں۔ دیوتیہ نے اُسے کچھ سادہ ہلکی سی غذا دی اور پھر اُسے بستر میں لٹا کر اُس کے پاس گھٹنے ٹیک کر پڑھنے اور دُعا کرنے لگی۔ اس اُمید سے کہ اس طرف توجہ دینے سے ایلیوا اپنی مایوسی کو بھول جائے گی، اور یوں اُسے نیند آ جائیگی۔ لیکن ایلیوا کو سوائے موت کی نیند کے زمین پر اور نیند نہ تھی۔ دیوتیہ نے صاف دیکھ لیا کہ وہ گہری نیند ابھی اُس کی آنکھوں کو بند کرنے والی ہے۔ موت کے نشانوں میں کوئی غلطی نہیں ہو سکتی تھی۔ اُس نے زور زور سے سانس لینا شروع کیا۔ آواز بدل گئی۔ خیالات پراگندہ

ہو گئے۔ باتوں میں تسلسل نہ رہا اور یہ سب باتیں ظاہر کرتی تھیں کہ وہ غیر فانی روح ابھی اپنے زمینی مکان کو چھوڑنے پر ہے اور آزاد ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔

دویبہ نے مدد کے لئے کسی کو نہ بلایا۔ وہ جانتی تھی کہ اب انسانی مدد بے فائدہ ہے۔ وہ نہ چاہتی تھی، کہ اس نظارہ کا کوئی اور بھی شاہد ہو اور نہ ہی اُس کے غم کو کوئی اور دیکھے۔ یہ ایک ایسا غم ہے، جس کا اظہار لفظوں سے نہیں ہوتا۔ زبان اُس کے بیان سے قاصر ہے۔ اس وقت دل اس زمین پر کسی سے ہمدردی نہیں چاہتا، بلکہ مردِ غم و آشنائے رنج کی طرف پھرتا ہے۔ ہاں اُس کی طرف جس نے اس زمین پر غموں کو اٹھایا اور اب اپنے تمام بندوں کی تکلیفوں کو پہچانتا اور اُس کے آنسوؤں کو دیکھتا ہے، اور اس تاریک وقت میں دویبہ کا غم ایسا ہی تھا۔ وہ بیٹھی ایلیوا کو دیکھ رہی تھی۔

لڑکی نے بھی اپنی ماں کی آنکھوں پر نگاہ کی اور اُس کی جان کے اندرونی خیالات تک جا پہنچی۔ اُن پیاری تاریک آنکھوں میں جن سے زمین کی روشنی جا رہی تھی اور آسمان کی روشنی چمکنی شروع ہو گئی تھی کچھ ایسی شیرینی اور اثر انگیز تھی کہ وہ نظر دویبہ کے دل میں کھب گئی، گو وہ نوجوان روح ابدیت کی دہلیز پر کھڑی تھی۔ اُس کی مضبوط زمینی محبت جوں کی توں ثابت و قائم رہی اور ایلیوا کا چھوٹا سا دل اپنی ماں سے لگا رہا۔ اُس نے آہستہ آہستہ اُس سے اپنی محبت اور فکرمندی کا اظہار کیا۔ اپنی موت میں بھی اُسے اپنی ماں کے غموں کا خیال تھا، اور اُس کی آئندہ خوشی کے لیے وہ دعا کرتی تھی۔

اُس نے آہستگی سے کہا۔ ابا جان سے کہہ دینا۔ ''میں اُن سے کیسی محبت کرتی

ہوں ۔ اُنہیں یہ بھی کہنا کہ میں خوش و خرم مرتی ہوں'' ۔ امّاں جان مجھے یقین ہے، وہ آپ سے پھر محبت کریں گے، اور وہ خداوند یسوع سے بھی محبت کریں گے، اور اس جگہ آئیں گے جہاں میں اب جاتی ہوں اور جہاں فرشتے رہتے ہیں ۔ آہ میں اب بھی دیکھ رہی ہوں ۔ وہ مجھے آنے کا اشارہ کر رہے ہیں، لیکن میرے چوگرد تاریکی سخت تاریکی چھا رہی ہے ۔

دیویہ اُس کی باتیں سُننے کو اپنا سر بستر پر جھکائے بیٹھی تھی ۔ ایلوا نے اپنا ہاتھ جو اُس کے منہ پر پھیرا، تو اُس کی نازک اُنگلیاں اُن آنسوؤں سے تر ہو گئیں جو اُس مصیبت زدہ ماں کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے ۔

ایلوا نے پھر چپکے سے کہا ۔ پیاری اماں میں تمہیں نہیں دیکھتی ۔ تُم کہاں ہو ۔ میں جانتی ہوں، تُم اپنی ایلوا کو کبھی نہیں چھوڑو گی ہاں ...... ہاں ...... تُم ہمیشہ میرے نزدیک ہو خُدا تمہیں برکت دے ۔

دیویہ نے بولنے کی کوشش کی ۔ لیکن لفظ اُس کے منہ ہی میں رہ گئے اور ایلوا کو اپنے شکستہ دل سے لگا لیا ۔

ایلوا نے ایک صاف آواز میں کہا ۔ '' امّاں جان ! مُجھے کسی نے بُلایا میں آتی ہوں ۔ ۔ ۔ میں آتی ہوں ۔ ۔ ۔ اُس پژمردہ لیکن خوبصورت چہرے پر ایک عجیب تبسم اور نُور چمک رہا تھا ۔ وہ تبسم گویا آسمان سے اُس کی آنکھوں میں ایک عکس تھا ۔ اُس کے بازو بڑے شوق سے آگے بڑھے تھے، اور اُس گردن پر جو اُس پر جُھکی تھی لپٹ گئے ۔ یہ حالت دیر تک رہی ۔ آخر وہ بازو نیچے گر پڑے ۔ سر تکیے پر آ ٹھہرا ۔ اُن پیاری

آنکھوں پر وہ پردے بند ہو گئے صرف ایک لفظ اُس کے منہ سے نکلا ''امّاں''۔ اور اس کے بعد ایک لمبا سانس، اور وہ صورت جو ابھی ابھی سراپا تا حُسن و زندگی اور رعنائی تھی، اب گویا ایک مٹی کا کھلونا تھی۔ وہ نجات یافتہ نفس روح یہاں سے گزر کر اعلیٰ مکانوں میں اپنے دوست کی حضوری میں حاضر ہوئی، جس کی محبت ماں کی محبت سے بھی بڑھ کر ہے۔ ہائے دیو تیا اکیلی رہ گئی۔

....

بیسواں باب

تاریکی میں نُور

گھٹا چھائی ہے دل پر اور غم ہے
جگر ہے سرد اور پامالِ الم ہے
مگر خائف نہ ہو اے دل تُو زنہار
یہی کالی گھٹا ابرِ کرم ہے
ہے چادرِ نُور کی ظلمت کے اُوپر
سیاہ بادل نہیں خوانِ نعم ہے

دیوؔیہ اس وقت بالکل تنہا اور بے مُونس ورفیق تھی۔ ہاں اُس سنسان مکان میں اُس کا کوئی رفیق تھا تو وہ موت تھی۔ اُس کے چاروں طرف کیسی دہشت انگیز خاموشی چھائی تھی، اور اُس کے دل پر ایک بارگراں دھرا معلوم ہوتا تھا۔ نہ تو وہ اُس جگہ سے ہلی، اور نہ اُس کی آنکھوں سے آنسو ہی نکلے۔ اُس کی مشعل جل کر ختم ہوگئی، اور اُس خاموش کمرے میں صبح صادق کی روشنی نمودار ہوئی۔ ابھی تک دیوؔیہ نے بخُوبی معلوم نہ کیا کہ کس قسم کا صدمہ اُس پر گزرا ہے۔ اُس کا دل پتھر ہو چُکا تھا۔ لیکن جب سُورج کی خُوشنما کرنیں الیوا کے سنگِ مرمر سفید چہرے پر پڑیں، اور اُس میں ایک قسم کی زندگی ڈالتی معلوم ہوئیں، اور بادِ صبا نے کھلے دروازے سے آکر اُس شیریں چہرے پر زلفِ مشکیں کو بکھیر دیا، تو دیوؔیہ کو ایسا معلوم ہوا کہ الیوا سوتے سوتے تبسم کر رہی ہے۔ بڑے شوق سے اُس نے بستر کے پاس دوزانو ہو کر اُن سرد لبوں پر بوسہ دیا۔ برف کی سی سردی اُس کے

دل تک سرایت کر گئی، اور اُس کا سارا بدن کانپ اُٹھا۔ اب اُس نے جان لیا کہ ایلو اب کبھی اور کبھی مجھ سے ناز وادا نہ کرے گی۔ نہ میری محبت و اُلفت بھری باتوں کا جواب دے گی، اور نہ محبت کی میٹھی میٹھی باتیں سنائے گی۔ وہ لڑکی اُس کے نزدیک قاروں کے خزانے سے بڑھ کر تھی۔ اور رنج و افکار کی اُن گھٹاؤں میں جو اُس کی سنسان راہ پر چھائی تھیں، وُہ اُس کی جان کی روشنی، ہاں وُہ روشنی اب اُس سے جاتی رہی جو کچھ دیر تک اُس کے چاروں طرف بالکل چھائی رہی تھی اور غم کے گہرے پانی اُس کی رُوح پر سے گزرنے لگے۔

کیا اس رنج وغم کی ساعت میں دیوتیہ کی مصیبتوں کے پیالہ میں کسی اور تلخ قطرے کی کمی تھی۔ اُس کے پیالہ میں پشیمانی نہ تھی، اور اُس کے شکستہ دل میں خود الزامی کا کوئی تیز تیر خلش پیدا نہ کرتا تھا۔ وہ دن اُس کے لئے بیشک بڑا تاریک اور غم آگیں تھا۔ ہاں ایسا تاریک کہ جسمانی آنکھ کو غم کے اُن بادلوں جو اُس پر چھائے تھے، روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آتی تھی۔ لیکن کیا دیوتیہ نے کوئی روشنی نہ پائی؟ ہاں مایوسی کی رات تو گزر گئی، اور صبح کی روشنی اُوپر سے اُس کی مصیبت زدہ جان پر ظاہر ہوئی"۔ اور گو اُس کی ایمان کی آنکھ کے چوگرد اندھیرا تھا پر اُوپر روشنی نظر آتی تھی۔ آسمان کی راہ کھلی تھی، اور اُسی طرف اُس نے اپنی توکل بھری نگاہ کی۔ اور اپنا ایمان و محبت بھرا دل اُٹھایا اور اُس نے بڑی رقت لیکن کمال تسلیم و رضا سے کہا "خداوند نے دیا، خداوند نے لیا، خداوند کا نام مبارک ہو"۔

اور جب اُس نے صدقِ دل سے مسیحی ایمان سے یہ کہا تو اُس کے سینے میں الٰہی تسلی یُوں آئی، جیسے سُوکھی پیاسی زمین پر تازگی بخش اوس پڑتی ہے اور آنسو جو سب تک کے نہ تھے، اُس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ اُس نے اپنی بیٹی کے پیارے چہرے پر نظر ڈال

کہ خدا کا شکر کیا، کہ اُس کے رنج و مصائب ہمیشہ کے لیے ختم ہوئے۔

وہ جانتی تھی، کہ وہ یسوع کے ساتھ ہے اور نہ چاہا کہ پھر واپس آئے۔ اُس نے پُر شفقت و نرمی اُس کے اعضاء کو درست کیا، اور اُس کے بکھرے بالوں کو سنوارا۔ پھر کانپتے ہاتھوں سے اُس کی کچھ زلفیں کاٹ کر اپنی گود میں رکھ لیں، اور اسباب تکفین میں مشغول ہوئی۔ اور ارادہ کیا کہ حتیٰ الامکان اپنے وحشی لیکن مہربان ہمسایوں کی مدد نہ لوں گی۔ اُس نے اپنے افسوس ناک کام کی سرانجام دہی میں وہی دیوؔیا ایسی سلیم الطبع بیٹھی تھی کہ کسی دیکھنے والے کو شبہ بھی نہ گزرتا کہ اُس کے دل پر کیسا کوہ الم ٹوٹ رہا ہے۔ لیکن جو شخص اُس سے بخوبی واقف تھے، وہ اُس کے لبوں کے دبانے اور اُس کی آنکھوں کے ایک جا لگے رہنے سے فوراً جان جاتے کہ وہ اپنے آپ کو ضبط کرنے کی سخت کوشش کر رہی ہے۔ لیکن وہ کوشش دیر تک قائم رہنے والی نہ تھی۔

تمام اسباب تکفین مہیا کر کے دیوؔیا پھر اُس لاش کے قریب آ بیٹھی اور الٰہی تسلی کی باتوں پر جو اُس کی نامکمل بائبل کی جلد میں تھیں، دل لگانا چاہا۔ لیکن اُس کی یہ کوشش ناکام رہی۔ کتاب اُس کے گھٹنوں پر آ گری۔ اور اُس کی آنسو بھری آنکھیں اُس خوبصورت شکل پر آ ٹھہریں جس نے اُس وقت اپنا قدرتی رنگ بدل لیا تھا۔

اُس کے کان میں ایک آواز آئی، اور وہ اپنے خواب سے چونک اُٹھی۔ وہ کیا آواز تھی؟ اور کدھر سے آئی۔ یقیناً یہ اُس کا اپنا وہم ہوگا۔ لیکن وہ پھر سُنائی دی، اور اب کے ذرا بلند تھی۔ وہ جھونپڑی کے نزدیک آتی گئی اور خلیج کی طرف سے کسی کے چلنے کی آہٹ سُنائی دی۔ دیوؔیا اس وقت ایسی مغموم تھی کہ اُسے خوشی بھی ہوتی، تو وہ دل بھر آنے

والی ہوتی۔ ایک مردانہ صورت دیکھتے دیکھتے کھڑکی کے پاس سے گزر گئی۔ اور جب دیویہ ایک آہ کھینچ کر اُٹھی تو مارکس دروازے پر تھا۔

ایک ہی نظر میں اُس نے اس مصیبت کے سماں کو دیکھ لیا اور اُس کی بیوی اُس کے تڑپتے دل سے آ لگی۔ اس ملاقات کے بعد کی ساعت کے خیالات اور واقعات کے اظہار کے لئے موزوں الفاظ نہیں ملتے کہ تحریر کیا جائے لیکن جب خوشی اور غم اور حیرانی کی وہ پہلی گھبراہٹ جاتی رہی تو دیویہ کے دل میں بھلا کیا خیال جوش مار رہا تھا؟ اس غیر متوقع رحمت کے لیے جس کا وہ اپنے آپ کو لائق نہ سمجھتی تھی، خدا کا ہزار ہزار شکر کر رہی تھی اور شرمسار تھی کہ اُسے دعا کے سننے والے میرا ایمان کیسا کمزور اور تیرے وعدوں کے پورا ہونے میں میری اُمید کیسی کم ہے۔ اُس نے رو کر کہا۔ ایلیوا کا ایمان میری نسبت مضبوط تھا۔ کاش کہ وہ اپنی مبارک اُمید کو پورا ہوتے دیکھتی۔

دیر تک غم آگین والدین اپنی اکلوتی بیٹی کی لاش کو دیکھتے رہے۔ اور مارکس دیویہ سے اپنی بیٹی کی بیماری اور موت کا حال سنتا رہا۔ ان جلاوطنی کے دنوں میں دیویہ پر جو کچھ بیتا تھا، اُس نے ان سب باتوں کو بیان کیا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ ایلیوا کی روح کیونکر آسمانی خوشیوں میں شامل ہونے کے لائق تھی۔ اس سے مارکس کو اُس صدمہ میں کچھ تسلی ہوئی کہ وہ اپنے شافی کے تخت کے سامنے ایک فرشتہ بن کر خوش وخرم ہوگی۔ لیکن اُس کے شیریں تبسم اور راحت افزا آواز کی یاد اُسے اکثر آتی تھی۔ اور سب سے بڑھ کر اس خیال سے اُس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا کہ انسانی طور پر میں ہی اُس کی ہلاکت کا باعث ہوں۔ اور اُن مصیبتوں کا بھی جو دیویہ پر گزریں: رنج وافکار یاس وتنہائی کے

تمام شب و روز جو ان دونوں کو اُٹھانے پڑے اور اُن کے نشان دیو یہ کے چہرے سے عیاں ہیں، یہ سب میرا کام اور میری جہالت اور تعصب کا نتیجہ ہے۔ باقی تمام عمر کی محبت و جان نثاری سے بھی ان مصیبتوں کی تلافی نہیں کر سکوں گا اور میں اپنے خدا اور نجات دہندہ کی اس رحمت کا کیونکر شکر کر سکتا ہوں جس نے اس اندھا لاپے کی گناہ آلودہ راہ سے نکال کر مجھے دکھایا کہ خوشی اور زندگی کی راہ وہی ہے جس کی میں اتنی دیر مخالفت کرتا آیا۔ اور جس کے باعث میں نے ان دونوں عزیزوں کو ایسی تکلیفیں پہنچائیں، آخر کار بُت پرستی کا پردہ اُس کی آنکھوں سے ہٹایا گیا اور اُس نے کل ارادہ کر لیا کہ سارے دل سے خدا کی پیروی کرے اور ناصری کے دین کی ترقی میں کمال سعی کرنے اور اپنی مصیبت زدہ بیوی کی خوشی کے سامان بہم پہنچانے میں اپنی دلی توبہ اور ایمان کی سچائی کا اظہار کرے۔

اگر خدا کو منظور ہوتا کہ الیوا بھی اس دن کو دیکھتی اور اپنی اُمیدوں اور دُعاؤں کا جواب پورا ہوا پاتی تو وہ اب کی خوشی کیسی کامل ہوتی! لیکن وہ تو ایسی جگہ چلی گئی تھی، جہاں غم و فکر نامعلوم ہیں۔ اور جہاں کی خوشی ہمیشہ کامل ہے، کیونکہ قدوسیت وہاں عالمگیر ہے۔ اور ان ماتم زدہ والدین نے مجبوراً اُسے دفنانے کا انتظام کیا۔ لکریشیہ کی عدم موجودگی کی وجہ سُن کر مارکس نے اپنے خادموں کو جن میں زوفس بھی تھا، نمبر دار کے گھر سے بلایا۔ اُن گلزاروں میں جو جھونپڑی کے چوگرد تھے اور جنہیں الیوا خود شوق سے پانی دیا کرتی تھی ایک چھوٹی سی قبر کھودی گئی۔ الیوا کی موت کی خبر سُنتے ہی مہربان دل ہمسائے چپ چاپ ہمدردی دکھانے کو جھونپڑی کے گرد کھڑے ہوئے اور اسباب تدفین کو دیکھتے رہے۔ آخر کار مارکس لڑکی کی لاش جس پر دیو یہ نے ایک سفید چادر ڈال دی تھی باہر لایا۔

مصیبت زدہ ماں دُکھ سے بھری اُس کے پیچھے پیچھے آئی۔ اُس کی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہ گرا۔ اُس کے لبوں سے غم کا ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ اُس کا چہرہ لاش سے کچھ کم زرد نہ تھا لیکن اُس کے خوبصورت چہرے سے ایک عجیب سلامتی اور تسلیم و رضا پائی جاتی تھی۔ اور وُہ وحشی لوگ اُسے بڑی عزت اور ادب کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

مارکس قبر کے پاس دوزانو ہو گیا۔ اُس کے ساتھ ہی دیوؔیہ نے بھی گھٹنے ٹیک لئے اور قریب تھا کہ وُہ "جی اُٹھنے کی مبارک یقینی اُمید پر مٹی کو مٹی کے اور راکھ کو راکھ کے سپرد کرے، کہ ان لوگوں میں جو ابھی تک بالکل چُپ چاپ کھڑے تھے، ایک جنبش سی پیدا ہوئی۔ سب گویا ایک ہی آرزو سے متحرک ہو کر آگے بڑھے اور خواہش ظاہر کی کہ دفنانے سے پیشتر اس پیاری صورت کو پھر ایک بار دیکھیں۔ دیوؔیہ نے چادر کو اُٹھا دیا۔ اور جب ان سادہ لوگوں کی نگاہ اُس مُردہ صورت پر جسے اُنہوں نے زندگی اور صحت اور خوشی سے بھرپور دیکھا تھا پڑی، تو کئی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے بچے تو اپنی پیاری سہیلی کی یہ حالت دیکھ کر اور ضبط نہ کر سکے، اور سب آہیں مار کر روئے اور اس سے دیوؔیہ اور اُس کے خاوند کا دل اور بھی بے چین ہُوا۔

زوقس اور نمبردار نے لوگوں کو اس اظہارِ غم سے روکنے کی بہت کوشش کی، کیونکہ دیوؔیہ بے چین ہوئی جاتی تھی لیکن خاموشی ہونے سے پیشتر ایک سخت دردانگیز چیخ کی آواز نے دیوؔیہ کے کانوں کو خراش کیا، اور وُہ فوراً سر اُٹھا کر کیا دیکھتی ہے کہ لکریشیہ ہجوم کو پھاڑ کر قبر کے پاس آ گری ہے۔ ہچکولے لے لے کر اُس نے کہا، اوہ کیا وُہ سچ مُچ یہاں سے چلتی بنی ہے۔ کیا میں اس پیاری بچی کی مُردہ لاش دیکھنے آئی ہُوں؟! افسوس میں اُسے چھوڑ کر

کیوں چلی گئی اور اُس کی آخر تک خدمت کرنے کے شرف سے محروم رہی؟

پھر اُس نے جھک کر اُس بے خبر چہرے کو جو اپنے باپ کی گود میں چپ چاپ پڑا تھا بوسہ دیا۔ اور جب تک اُس نے آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر اپنے خیالی معبودوں سے اُس کے لئے برکت نہ مانگ لی، اُسے مارکس کی موجودگی کا علم نہ ہُوا۔

اور حیرانی سے چونک کر کہنے لگی، اوہ! تُم بھی یہاں ہو۔ میں نے کارتھیج میں تُمہیں بہت ڈھونڈا کہ اس بیمار لڑکی کے پاس لاؤں، اور یہ رات میں تُمہیں اس کی قبر کے پاس پاتی ہُوں۔ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ تُم ہی اُسے دفن کرو اور پھر اُس نے بڑی تلخی سے کہا، وہ غم سے مغلوب تھی، اور اپنے کو ضبط نہ کر سکتی تھی۔ ہاں یہ تُمہارے شایاں ہے کہ تُم ہی آخر کار اُسے دفنانے کو آؤ۔ تُم ہی! جس کے ظلم اور بے رحمی نے اُس کی جان لی ہے۔ تُمہیں چاہیے تھا کہ پہلے آ کر اُس کی قیمتی جان کو بچاتے۔

ایک حلیم مردانہ آواز نے کہا۔ چُپ لکریشیہ! اور ایک مضبوط ہاتھ نے اُس مضطرب خادمہ کو پیچھے سے ہٹا لیا اور کہا۔ اپنی بے سوچ باتوں سے ان مصیبت زدہ والدین کی تکلیفوں کو نہ بڑھاؤ۔ ایسے وقت میں غصّے اور طعن کا اظہار نہ کرو۔

یہ اکنیولیس تھا جس نے لکریشیہ کو یُوں سمجھایا۔ ہاں یہ اکنیولیس ہی تھا جس نے اپنی روتی بہن کو چھاتی سے لگایا، اور مارکس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ کچھ دیر تک توقف رہا۔ اتنی دیر میں دیویہ نے اپنے ہوش سنبھالے اور اُس کے خوبصورت چہرے کی فرشتہ نما صورت پھر ظاہر ہوئی۔ پھر میاں بیوی دونوں نے قبر کے پاس گھٹنے ٹیکے۔ مارکس نے اس چھوٹی لاش کو اُس کی آخری آرامگاہ میں لٹا دیا۔ تب اکنیولیس نے ایک مختصر سی دُعا

مانگی، اور الٰہی چوپان کے نام کی حمد کی جس نے اپنے گلے کی ایک چھوٹی بھیڑ کو اس دنیا کی آزمائشوں اور تکلیفوں سے نکال کر اپنی حضوری کے آرام میں ہمیشہ کے لئے جگہ دی۔

اکنیولیس کو مارکس کی تبدیلی خیالات سے ذرا بھی خبر نہ تھی اور اُس کی نرم مزاجی اور حلیمی کی وجہ سے صرف غم و محبت ٹھہرائی۔ لیکن جب دُعا کے خاتمہ پر مارکس اُس کے ساتھ شریک ہوا، اور بڑی محبت اور ادب کی آواز سے خداوند یسوع مسیح کا نام لیا تو اکنیولیس بالکل حیران رہ گیا۔ اور یہ نگاہ حیرت سے دیویہ کو دیکھنے لگا۔ اور دیویہ کی نظریں اوپر آسمان کی طرف لگی ہوئی تھیں اور اُس شیرینی اور تسلیم و رضا میں جو اس غم میں بھی اُس کے چہرے سے برس رہی تھی، اُس نے ایک ایسی اُمید کو پڑھا جس کے خیال تک کی اُسے جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ لیکن وہ بالکل چپکا رہا اور قبر پر مٹی ڈالنے اور مارکس کی مدد کرتا رہا۔ پھر گاؤں کے لوگوں نے آگے بڑھ کر وہاں خوبصورت اور دلکش پھول بچھا دیے اور وہاں سے رخصت ہوئے۔

دیویہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی اور الیوا کے خالی پلنگ کے پاس گھٹنے ٹیک کر خدا سے اکیلے میں دُعا کرتی رہی۔ پھر وہ خدا کی مرضی کو تسلیم کرتی ہوئی شکرگزاری کی روح کے ساتھ وہاں سے اُٹھ کر باہر کے کمرے میں اپنے خاوند اور بھائی کے پاس آ بیٹھی۔ مارکس نے اتنی دیر میں اکنیولیس کو اپنے مسیحی ہونے کا حال بتا دیا تھا۔ اور اب روم کے کل حالات مفصل بتائے، جو انہوں نے بڑے شوق اور دلچسپی سے سُنے اور خدا کا ہزار ہزار شکر کیا کہ اُس نے بلند نظری اور دُنیاداری کے درمیان مارکس پر کیسی رحمت کی اور اُسے اپنے برگزیدہ بندوں میں شامل کیا۔

اس سے اکنیو لیس نہایت ہی خوش ہوا۔ اُسے اُمید ہوئی کہ اب میری پیاری مصیبت زدہ بہن کو خوشی اور سلامتی پھر نصیب ہوگی۔ دیویہ کے دل میں بھی یہی خیال زور سے جوش مار رہا تھا۔ کچھ دیر کے لئے ایلیوا کی بیماری اور اُس کی متعلقہ باتوں سے اُس کی توجہ پھر گئی لیکن یہ مبارک فراموشی کی حالت دیر پا نہ تھی۔ ہر گھڑی ایلیوا کی جدائی کا خیال اُسے آستاتا تھا۔ جب بھی وہ اپنے خاوند کے پاس اُس کے ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے بیٹھتی اور اُس کے دلکش پیارے چہرے کی طرف دیکھتی، گویا اپنے آپ کو یہ یقین دلانا چاہتی ہے کہ مارکس سچ مچ حاضر ہے۔ اور میرے پریشان دماغ کو کوئی وہم نہیں۔ اور اُس کے مسیحی ایمان وخیال کی باتیں سُنتی تو اُس کے زرد لبوں پر تبسم آجاتا، اور اُس کی آنکھوں میں ایک نور سا چمکتا تھا۔ پھر اُسے ایلیوا کا خیال آتا، تو وہ تبسم اُس کے چہرے سے جاتا رہتا، اور اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے۔ اُسے خیال گزرتا تھا کہ ایلیوا پھر بھی محبت بھری نگاہوں سے اپنے باپ کے چہرے کو نہ دیکھے گی۔ وہ اس زمین پر اپنے باپ کو بھی مسیح کا اقرار کرتے نہ سُنے گی۔ جس کا اُسے یقین تھا۔ دیویہ نے بڑی کوشش سے اپنے خیالات کو ضبط کیا، اور مارکس کی تیز آنکھوں سے اپنے دل کے گہرے زخم کو چھپائے رکھا لیکن اُس زخم کا درد کم نہ ہوا۔ کئی برس درکار تھے، کہ وہ اپنی مصیبتوں اور غموں کی یاد کو بھلا سکے۔ خوشی سے وہ اتنی دیر ناواقف رہی تھی، کہ اپنے خاوند سے پھر ملنے کی خوشی اُس کی برداشت سے باہر تھی۔ اُسے تو یہ تمام واقعات خواب سے معلوم ہوتے تھے، اور دن بھر کے واقعات سے تھک کر وہ بستر پر جا لیٹی اور مارکس اور اکنیو لیس۔ لکریشیہ کی مدد سے سامان سفر کا انتظام کرنے لگے، تا کہ اگلے دن دیویہ کو اُس کی جلاوطنی سے لے چلیں۔

مارکس نے انتظام کر لیا تھا کہ جس کشتی میں وہ روم سے واپس آیا تھا، وہ یوزیرینس میں ٹھہری رہے تاکہ اُسی میں وہ اپنی بیوی اور لڑکی سمیت کارتھیج کو جائے۔ اور اُس نے اُس کشتی اور ملاحوں کو بھی ٹھہرا لیا تھا جس میں وہ خلیج سے آیا تھا تاکہ دیوییہ کو لے جانے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آئے۔

صبح ہوتے ہی مارکس نمبردار کے ہاں گیا، اور اُس کی مہربانیوں کے لئے جو اُس نے دیوییہ پر کی تھیں اُس کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ اب دیوییہ رخصت ہونے کو ہے اور اُس کی مدد چاہی کہ الیوا کی قبر کے گرد ایک مضبوط باڑ بنوائی جائے۔ نمبردار نے خود اپنے ہاتھوں سے اُس کے چاروں طرف مضبوط باڑ لگائی اور اُس کے اندر پھولوں کے گملے لگا دیئے اور اُس کی خبر گیری کرنے کا وعدہ کیا۔

اس کے بعد مارکس اپنی بیوی کو وہاں لایا اور دونوں اپنے لختِ جگر کی قبر کے پاس گھٹنے ٹیک کر رو دیئے اور دُعا کی۔ یہ وقت بڑی مشکل کا تھا، تاہم اس سے دیوییہ کو بہت تسلی ہوئی۔

بحیثیت زوجہ وہ اس وقت نہایت خوش تھی۔ اُس نے اپنے دل کے مقصد اور اپنی اُمیدوں سے بڑھ کر پا لیا۔ لیکن بحیثیت ماں وہ بڑی غمزدہ تھی۔ سب سے پہلی اور بڑی زمینی برکت تو اُسے واپس مل گئی۔ لیکن اپنی حفاظت و محبت کا پھل وہاں اپنی بیٹی جو اس رنج و دُکھ میں اُس کی رفیق اور پچھلے دنوں سے اُس کی راحتِ جان تھی، وہ وہاں کھو بیٹھی۔ کیا پیاری الیوا کی یاد بھی اُس کے دل سے مٹ سکتی تھی؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ خدا اُس کے خاندان کو شاید الیوا کے سے اور خوبصورت اور ذہین بچوں سے آباد کرے گا۔

لیکن اُس کے دل میں وُہ بھی ایلیوا کی جگہ پا نہ سکیں گے۔ نہ اس زخم کو جو ایلیوا کی موت سے اُس کے دل میں پیدا ہُوا، کبھی بھر ی سکیں گے۔ اُس نے قبر پر اپنا سر رکھ دیا، اور اُن مرجھائے پھولوں پر جو اُس پھول کی خبر دیتے تھے جو اُن کے نیچے کملایا پڑا تھا، اُس کے آنسو چھاچھم برس رہے تھے۔ لیکن وُہ تھکی رُوح، اوہ! وہ نجات یافتہ رُوح وہاں نہ تھی۔ دیویہ نے قبر سے سر اُٹھا کر صاف نیلے آسمان پر نگاہ کی اور اس خیال سے کہ ایلیوا اس وقت اپنے خدا اور برّے کے تخت کے آگے ایک شادمان خاطر فرشتہ بنی ہوگی اُس کے آنسو بند ہو گئے۔

پھر وُہ وہاں سے اُٹھ کر اپنے خاوند اور بھائی کے سہارے کانپتے کانپتے سمندر کے کنارے کی طرف چلی۔ لکریشیہ بھی اُن کے ساتھ تھی۔ گاؤں کے تمام لوگ اُنہیں الوداع کہنے کو اکٹھے ہوئے۔ بلحاظ اُس کے حُسن اور صفات حسنہ کے وہ اُسے گویا عالمِ بالا کی ایک مخلوق سمجھتے تھے۔ اور اب اُس کی بے کسی وغم کے سبب اُس سے اور بھی محبت و ہمدردی دکھانے لگے۔ پہلے تو دیویہ نے اُن کا خیال نہ کیا۔ ایک تو وُہ بڑے ادب سے دُور کھڑے تھے، دُوسرے دیویہ کی آنکھوں میں پچھلی شام کا سماں بندھا تھا، جب وُہ ایلیوا کو گود میں لئے اِدھر اُدھر ٹہل رہی تھی۔ اُس نے سمندر کے کنارے پر بڑی حسرت بھری نگاہ ڈالی۔ اس جگہ کو دیکھتے ہی جہاں ایلیوا اکثر آرام کیا کرتی تھی، اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ پھر اُس نے اُوپر آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھا کر آہستہ آہستہ کہا" میری بچی! کیا تُم مجھے دیکھتی ہو؟ کیا تُمہارا مُبارک دل اپنے والدین کو اکٹھے پا کر خُوش ہے۔ وُہ کسی وقت کے لئے نہیں، بلکہ ہمیشہ تک اکٹھے رہیں گے۔ خدا ایسا ہی کرے"۔

پھر اُس نے اپنے خاوند کی طرف جو اس وقت ان خیالات اور اُمیدوں کے اظہار سے بہت ہی متاثر ہوا تھا نگاہ کی۔ یہ اس امر کا اشارہ تھا کہ میں کشتی میں سوار ہونے کو تیار ہوں، لیکن گاؤں کے لوگوں نے اُسے کچھ دیر تک روکے رکھا۔ اُنہوں نے اُس کے چاروں طرف کھڑے ہو کر اپنے اظہار ہمدردی سے اُسے خوش کرنا چاہا، اور پھل اور پھول اُس کی نذر کئے۔ ویویا اُن کے اظہار ہمدردی سے گو خوش تو ہوئی، لیکن یہ نظارہ بڑا رقت انگیز تھا اور وہ دیر تک اس کی برداشت کرنے کے قابل نہ تھی۔ اس لئے جلدی سے کشتی میں سوار ہوگئی۔ کشتی فوراً روانہ ہوئی، اور جو لوگ کنارے پر کھڑے اپنے ہاتھ ہلا رہے تھے، نظروں سے غائب ہوگئے، اور ویویا کو دل شکن رنج و بے بیان خوشی کی یاد آتی رہی۔

....

اکیسواں باب

چار دن کی چاندنی

مجھے گُل میں نظر آئی وہ صورت جانفزا کس کی
دکھائی چشم آہو وہ چشم دل رُبا کس کی
یہ کس محبوب کی آواز میرے کان میں آئی
ہمہ تن گوش ہو کر سُن رہا ہوں یہ صدا کس کی

دیوؔیہ کے اپنی جلاوطنی سے واپس ہونے کے دُوسرے دن ہوریشس کے گھر میں ایک عجیب خُوشی کا سماں تھا۔ اُس دن دلاری بیٹی اور پیاری بہن اپنے والدین اور بھائیوں سے آملی۔ اور اپنی آزادی، خُوشی اور خاندانی سلامتی کو پھر پالیا۔ لیکن اس خُوشی میں غم بھی ملا ہوا تھا۔ دیوؔیہ بے اولاد واپس آئی تھی اور ایلیوؔا کی میٹھی میٹھی آواز اُن سنگ مرمر کے کمروں میں سُنائی نہ دیتی تھی۔ احباب ورفیق اس جلاوطن کے ملنے کو دوڑے آئے۔ دیوؔیہ کو مارسلاؔ اور اُس کے بُزرگ باپ پادری نسوڈیکسؔ کی ملاقات سے بڑھ کر کسی اور سے ایسی خُوشی نہ ہوئی۔ مسیحیوں کی ایذا رسانی کے موقوف ہونے پر وہ پھر کارتھیج میں آبسے تھے۔ اس دریافت سے دیوؔیہ کو بہت خُوشی ہوئی کہ اب وہ اُس کی ماں کے

خاص رفیق اور صلاح کار ہیں۔ پورشیا کا ایمان اُس کے خوف پر غالب آیا۔ اور وہ مسیح کی شاگرد وہ اور بپتسمہ کی رُو سے مسیح کی دینی کلیسیا میں شامل ہو گئی تھی۔

ہوریشس کا خاندان جو اپنے قومی مذہب کی پابندی و جانثاری کے لیے شہر بھر میں مشہور تھا، اب سوائے ہوریشس کے اور کوئی اپنے مذہب کا پابند نہ رہا۔ سوائے باپ کے خاندان میں کوئی اور لکڑی اور پتھر کے سامنے سر بسجود نہ ہوتا تھا۔ ہائے سوائے اُس شخص کے جسے خاندان کا مالک اور کاہن بھی ہونا چاہیے تھا، اور جس کا فرض تھا کہ مسیحیوں کے ہم زبان ہو کر کہے۔ "میں اور میرا خاندان صرف خدا ہی کی بندگی کریں گے، کسی اور جھوٹے معبودوں کے آگے قربانی نہ چڑھائیں گے۔" اُس کا سارا خاندان تو سچے خدا اور اُس کے بیٹے یسوع مسیح پر ایمان لا چکا تھا۔ صرف وُہی اب تک اپنے دیوتاؤں کی پرستش پر اصرار کرتا تھا۔ اس سے اُس کی بیوی اور فرزندوں کو کمال افسوس ہوا تاہم اُن کی باہمی محبت اور خاندانی خوشی اور امن میں کسی قسم کا فرق نہ آیا۔ اگنیلیس اور ہیولیس نے دیہی کی جلاوطنی کے دنوں میں اپنے باپ کو دینِ حق کی بابت بہت کچھ سمجھایا، اور دلائل و تفاصیل سے اُس کے قدیمی تعصب پر فتح پانے کی کوشش کی، لیکن انہیں کسی صورت کامیابی نہ ہوئی۔ پورشیا نے گو اپنے ایمان کا برملا اظہار کیا، تاہم اُس میں اتنی جرأت نہ تھی کہ اپنے خاوند کو اس طرف توجہ دلائے اور اس لیے یہی بہتر معلوم ہوا کہ ہوریشس کی موجودگی میں اس مضمون کا کبھی ذکر نہ آئے، لیکن اس سے بہتر اور مضبوط وسائل میں تامل نہ ہوا۔ دونوں ماں بیٹیوں نے تجربہ سے پالیا تھا کہ دل کی تبدیلی صرف خدا ہی کا کام ہے۔ اور وہ اُن تمام وسائل سے کام لینے پر تیار تھے جن سے شاید ہوریشس منجی کی طرف رجوع

لائے تاہم اُن کا تکیہ ان ہی پر نہ تھا۔ اُن کا توکل اپنے خُدا کی رحمت اور فضل پر تھا اور ہر روز وہ تختِ رحمت کے حضور اُس کے لیے دُعا کرتے تھے، جس کی بُت پرستی اُس مُبارک خاندان کے رنج کا باعث تھی۔

مارکس کا مکان جو مدت سے اُجڑا پڑا تھا، اب اُس کی بیوی کے لیے آراستہ و پیراستہ کیا گیا، اور وہ اس اُمید پر جا رہے کہ امن و چین اور گھر کی خوشی میں باقی عمر گزاریں۔ اُنہیں بخوبی معلوم تھا، کہ یہ ہمارے ہمیشہ رہنے کا مکان نہیں، اور کہ بے عیب اور مقدس سے مقدس زمینی برکتوں پر بھی دل لگانا اچھا نہیں۔ دُنیاوی آرام و راحت کے تمام اسباب میسر تھے۔ اور اُنہوں نے اُن سب کا بہتر استعمال کرنے کی کوشش کی۔ یہ ہمیشہ اُن کو مدِنظر رہتا تھا کہ اس دُنیا کی شان و شوکت گزر جاتی ہے، اور حقیقی دانش یہی ہے کہ ہم اپنے خزانے آسمان پر جمع کریں جو کبھی جاتے نہیں رہتے۔

مارکس پہلے تو مسیح اور اُس کے ماننے والوں کا بہت مخالف تھا۔ مگر اب اُس کا مکان کارتھیج کے مسیحیوں کے لیے ایک بڑی جائے پناہ ہو گیا۔ وہاں امیر لوگ مسیحی عبادت کے لیے جاتے اور بہادر دیویہ اور اُس کے عالی دماغ خاوند کی گفتگو اور اثرِ صحبت سے فائدہ اُٹھاتے تھے اور پسماندہ لوگ بھی جسمانی مدد اور رُوحانی نصیحت کے لیے جو اُن سے بھی دریغ نہ کی جاتی آتے تھے۔ دیر تک یہ سب خفیہ طور پر ہوتا رہا۔ گو حُکام کو مسیحیوں کو گرفتار کرنے یا اُنہیں اذیت پہنچانے کا اختیار نہ تھا، تاہم مسیحیوں کو اکٹھے ہونے کی اجازت نہ تھی۔ اور خصوصاً اعلیٰ درجہ سے جو لوگ مسیحی ہوتے اُن کی سخت مخالفت ہوتی تھی۔ اس لیے مارکس کے تبدیلِ ایمان کا واقعہ اُس کے بُت پرست دوستوں خصوصاً اُس

کے متعصب باپ فیلکس سے پوشیدہ رکھا گیا۔ مارکس کی بیوی دیویا اکثر بیمار رہتی اور اپنی لڑکی کے ماتم میں لوگوں سے بہت کم ملتی جلتی تھی۔ اس لیے کسی کو بھی شک نہ ہُوا کہ اب وہ مسیحیت سے کم دشمنی رکھتا ہے یا اپنے آبائی معبودوں کی خدمت میں ویسا سرگرم و جاں نثار نہیں۔

سکندولس اور کلاڈیس کو سُن کر بڑی خوشی ہوئی کہ اُن کا پُرانا دوست مسیح کے خادموں اور سپاہیوں کے زُمرہ میں شامل ہُوا۔ مارکس کے ایمان سے اُن کا ایمان بھی مضبوط ہُوا، اور اُنہیں بھی جُرأت ہوئی کہ عزت و بے عزتی اور نیک نامی و بدنامی میں جہاں کہیں وہ لے جائے اُسی کی پیروی کریں۔ اُنہوں نے دیکھا کہ وہی شخص جو ایسی سختی اور ظلم سے مسیحیوں کو ستاتا تھا، اب کیسا دیندار خدا پرست بندہ بن گیا ہے۔

دیویہ کی غیر متوقع آمد کے چند روز بعد اکٹیولیس اور مارسلا کی شادی مقرر تھی۔ مارسلا کو بڑی خوشی ہوئی کہ میری پیاری سہیلی دیویہ بھی اس موقع پر حاضر ہوگی۔ یہ انتظام ہُوا کہ فی الحال مارسلا اپنے باپ ہی کے ہاں ٹھہرے۔

انتظام شادی اور اپنے بھائی اور سہیلی کی خوشی سے دیویہ کا اپنا غم کچھ دیر کے لیے تو بٹ گیا، لیکن کسی طرح سے پیاری ایلیوا کی یاد اُسے بھول نہ سکتی تھی۔ کسی کوشش سے بھی اُس کے آنسو نہ رُکے۔ نہ اُس کی آہ سرد ضبط ہوئی۔ ہر موقع پر ایلیوا کی پیاری صورت اُس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی تھی۔ اپنے خاوند کی خاطر وہ خوش نظر آنے کی کوشش کرتی تھی، اور اس کوشش ہی سے اُسے فائدہ ہُوا۔ وہ اُن برکتوں کو بھی جو اُسے اب حاصل تھیں بھول نہ گئی۔ خصوصاً اُس بڑی برکت کو جس کی اُسے اُمید بھی نہ تھی اُس کا خاوند اُسے آملا۔

اور اُس کا ہم خیال اور ہم ایمان ہُوا۔ یہ خُوشی بے شک بے بیان تھی، اور اگرچہ پچھلے واقعات کی یاد اُس کی روشنی پر بادل کا سایہ ڈال دیتی تھی، تاہم صرف ایک گزرنے والا بادل تھا، اور ردیویہ کے دل میں اپنی آیندہ حالت کی نسبت خُوشی بھری اُمید اور کامل توکل پیدا ہُوا۔ گو مخالف واقعات سے اُس کی زمینی خُوشی اور سلامتی کی اُمیدیں بر نہ آئیں تو نہ آئیں اُسے یہ تو معلوم تھا کہ آسمانی خُوشی اور سلامتی ایماندار کی ایک ایسی میراث ہے جو اُس سے کبھی چھینی نہ جائے گی۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ میرا خاوند اور بیٹی بھی اس میراث میں میرے شریک ہوں گے۔ اس اُمید اور توکل سے اُس خوبصورت چہرے پر ایک عجیب رونق آ گئی، اور اُس کی خوبصورتی ایسی نکھری کہ اُس کے تمام رفیق دنگ رہ گئے۔ یہ اُس سلامتی کا اظہار تھا جو انسانی فہم سے باہر ہے، اور جو صرف مسیحی ایماندار ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اکثیولیس اور مارسلا کی شادی کا دن آ پہنچا۔ رسم نکاح خفیہ طور پر ادا ہوئی۔ لیکن مسیحی رسوم کے مطابق قدیم مسیحیوں میں عام رواج تھا کہ منگنی کے دو برس بعد شادی ہوا کرتی تھی۔ لیکن یہ کلیسیا کا کوئی قانون نہ تھا صرف ایک رواج پڑ گیا تھا۔ اس وقت اس رواج کا خیال نہ کیا گیا، اور یہی بہتر معلوم ہوا کہ ان امن و سلامتی کے دنوں میں رسم نکاح ادا کی جائے۔

پادری نموڈیکس کے مکان پر چند مسیحی دوست فراہم ہُوئے، اور دُلہن اور اُس کے باپ کے ہمراہ اُس گرجا میں جو کھنڈرات میں تھا۔ وہاں اکثیولیس اور اُس کا سارا خاندان موجود تھا۔ ہوریشس بھی اس محبت کے باعث جو اُسے اپنے بیٹے سے تھی اور باقعبادہ اُس بچی عزت کے جو وہ پادری نموڈیکس کی کرتا تھا اپنے تمام تعصب چھوڑ کر اس

مسیحی رسم میں شامل ہُوا۔ فلوتنہ اور اُس کا خاوند ریوڈ کیلس بھی گو وہ بت پرست فیلکس کے غلام تھے، بطور معزز مہمانوں کے شامل جلسہ ہوئے۔ مارسلا کا سابقہ جو اپنے باپ کی مصیبت اور شہادت کے موقع پر فلوتنہ سے پڑا تو اس سے ان دونوں میں سچی محبت پیدا ہوگئی۔ یہ کنیز صرف خدا پرست اور مہذب مسیحی نہ تھی بلکہ وہ اپنی پیدائش اور تربیت سے ایک صاحبِ ثروت اور خوش اطوار خاتون تھی۔ ریوڈ کیلس بھی ان تمام باتوں میں اپنی بیوی کے ہم پلہ تھا۔ اور جس ہوشیاری اور دیانت داری سے وہ اپنے فرائضِ منصبی کو انجام دیتے تھے اس سے مسیحیوں میں اُن کی عزت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ اس وقت مارکس کے دل میں خیال گزرا کہ دونوں کو غلامی سے آزاد کروانا میرا فرض ہے گو وہ تمام مشکلوں سے آگاہ تھا۔ اس لئے اُس نے باپ کو یہ بتانا مناسب نہ جانا کہ کیوں میں اُن کے حال میں ایسی دلچسپی لیتا ہوں۔ مارکس اور ہوریشس دونوں پرانے کارتھیج کے کھنڈرات میں اس مقدس جگہ الگ الگ راستوں سے آئے تھے تاکہ بت پرست گورنمنٹ یا عام لوگوں کو کسی قسم کے شُبے کا موقع ہی نہ ملے۔

سب لوگ ٹوٹی پھوٹی سیڑھیوں سے نیچے اُتر کر تاریک زمین دوز گرجا میں جو مشعلوں سے کسی قدر روشن تھا داخل ہوئے۔ واجب العزت بشپ اور اُس کے رفیق اُن کے منتظر کھڑے تھے۔ جب دیویہ اُس مکان پر آئی جہاں اُس نے اپنی مرحوم بیٹی کے ساتھ بپتسمہ پایا اور مسیح کی کلیسیا میں داخل ہوئی تھی، تو اُس کا دل بھر آیا۔ اس مبارک موقع کے بعد وہ پھر کبھی اس گرجا میں نہ آئی تھی۔ اور اب اس چھوٹے سپاہی کی تصویر اُس کی آنکھوں کے آگے پھر گئی جس نے خداوند یسوع کی خادمہ اور سپاہی ہونے کا وعدہ کیا۔

اور اب آسمان میں اُس کی شفاعت یافتہ جماعت میں شامل ہو گئی تھی۔ کیا اس نے جلال تبدیلی کے لیے اُسے کچھ افسوس ہو سکتا تھا؟ انسانی سرشت تو فطرور افسردہ تھی لیکن نیا دل خوش وخرم تھا۔

نکاح کی رسم فوراً شروع ہوئی۔ قرمزی کپڑا جو کنواری عورتیں اوڑھا کرتی تھیں، اُس کی سہیلی دیوبیہ نے مارسلا کے سر سے اُڑھا دیا اور دُلہن کے لیے خوبصورت گھونگرو دار بال اُس کی خوبصورت گردن اور شرمیلی پیشانی پر عجیب ادا سے بکھرے تھے۔ پھر ایک کمخواب کی سفید چادر جو پورشیا نے تحفہ دی تھی اُس کے سر پر ڈالی گئی، اور اُس کا سارا بدن ڈھانپا گیا۔ پھر وہ بشپ کے سامنے اپنے منسوب خاوند کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔ بشپ نے پرانے زمانے کے دستور کے مطابق اُن دونوں کو چند نصائح کے کلمے سنائے۔ پھر وہ رفاقتِ اقدس میں شامل ہوئے، اور بشپ نے یہ کہہ کر کہ اب تم خاوند اور بیوی ہو اُن کے ہاتھ باہم ملائے اور انہیں برکت دی۔ رسم کے اختتام پر پھولوں کے ہار اُن کے گلے میں ڈالے گئے۔ اور دیوبیہ اور فلوسنہ نے اُن کے سروں پر پھولوں کے سہرے پہنائے۔ جو بوجہ اپنی شیرینی اور خوبصورتی اُن کی پاکدامنی اور نیکی کا نشان تھے۔ اسی لباس میں وہ تاریک گرجا سے باہر نکلے۔ لیکن اسی حالت میں شہر کو جانا مناسب نہ سمجھا۔ کھنڈرات کے دامن پر پہنچ کر پھول اور سہرے اُتارے اور الگ الگ ہو کر گھروں کو چلے۔ مارسلا اور اُس کا خاوند اور باپ تو اپنے گھر کو گئے۔ اور باقیوں نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی۔ شام کو پادری تھیوڈیکس کے مکان پر تمام احباب پھر ضیافت کے لیے جمع ہوئے۔ ضیافت میں شراب نام کو نہ تھی لیکن ہر طرح کی خوشی کے سامان موجود تھا،

اور سب زندہ دلی سے اس خوشی میں شریک ہوئے۔ ناچ، مطرب اور بھانڈ اور بیہودہ رسومات کو جو بُت پرستوں کی مجالس کا خاصہ ہوا کرتا تھا ذرا دخل نہ تھا۔ لیکن اُن کی خوشی کسی سے کم نہ تھی، چونکہ اُن کے دل دُنیاوی چیزوں پر لگے نہ تھے۔ وہ زندگی کی طبعی اور تمدنی برکتوں سے کم لطف نہ اُٹھاتے تھے۔ چونکہ وہ جانتے تھے کہ ایک دن ہم کو اس دُنیا میں اپنے عزیز واقارب سے جُدا ہونا ہے وہ اُن سے کم محبت نہ کرتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اپنے مُنجی کے حضور یہ سب عزیز ہم سے پھر آ ملیں گے۔ مسیحی مذہب سلامتی اور خوشی کا مذہب ہے۔ مسیح کی حضوری سے رُوح میں ایک ایسا نُور پیدا ہوتا ہے جس سے اس دُنیا کی ہر ایک شے اور آنے والی دُنیا کی ہر ایک اُمید روشن نظر آتی ہے۔ یہی ان خوشیوں کا منبع و چشمہ ہے، جن سے کبھی مایوسی نہیں ہوتی اور جو کڑوا اثر پیچھے نہیں چھوڑ جاتیں۔ یہ گویا آسمان کی خوشیوں کا پہلے ہی سے ذائقہ چکھ لینا ہے۔ اس سے زندگی کے معمولی اور روزمرہ کاموں میں ایک آسمانی رنگ آ جاتا ہے۔ اے سب لوگو جو اُس کی قدرت پر شک کرتے ہو، آؤ اس کا تجربہ کرو۔ تُم سچے مذہب اور سچی خوشی کو ہم معنی و مترادف الفاظ میں پاؤ گے۔

اکثر قدیم مسیحیوں کا یہی مُبارک تجربہ تھا۔ عموماً وہ سچے مسیحی ہوتے تھے اور اُن کا ایمان زندہ تھا۔ اُن کا ایمان بے شک زندہ تھا، کیونکہ اُس سے اُنہیں رُوحانی زندگی ملتی تھی، اور وہ لوگ اچھے کاموں میں بہت سرگرم رہتے، اور خُدا کی تمجید اور اپنے بھائیوں کی دُنیوی اور ابدی بہبودی کا اُنہیں ہر دم خیال رہتا تھا۔

ان سچے ایمانداروں کی جماعت میں عموماً مسیحی عورتیں اپنے اعمالِ حسنہ اور خیرات کے لیے ممتاز تھیں۔ خصوصاً شریف دیویہ، مارسلا اور فلوتہ کے نام کو کارتھیج کا ہر

ایک غریب اور مصیبت زدہ دکھا دیتا تھا۔ اُن کی خیرات اور مہربانی اپنے ہموطنوں تک ہی محدود نہ تھی بلکہ وہ اُن بُت پرستوں پر بھی" جو موت کے سایہ اور تاریکی میں رہتے تھے" مہربانی کیا کرتی تھیں۔ کئی موقعوں پر اُن کی ہمدردی و مہربانی سے اُن بُت پرستوں کے دل سے تعصب و بدگمانی دُور ہوگئی۔ چند موقعوں پر تو اُن کی محبت کی محنت کا یہ اجر ملا کہ اُن کے سچے ایمان کا بیج چند دلوں میں بویا گیا، اور انہوں نے اُسے جڑ پکڑتے اور بڑھتے دیکھا۔ کسی اور خوشحال کلیسیا سے درخواست کی جاتی تھی۔

نوٹ: خیرات و جان نثاری کی صدہا مثالوں میں سے یہاں صرف ایک کا ذکر کرتے ہیں ایک وحشی قوم نسوتیا کے کئی مسیحی مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے لے گیا۔ ان کلیسیاؤں میں اتنا روپیہ دینے کی توفیق نہ تھی جو ان کی رہائی کے لیے مطلوب تھا۔ اس لیے اسکندریہ کی کلیسیا سے مدد کی درخواست کی گئی۔ وہاں کے بشپ سپرین نے یہ سنتے ہی ان مصیبت زدوں کے لیے چندہ جمع کرنا شروع کیا اور قریب بارہ ہزار روپیہ جمع کر کے نسوتیا کی کلیسیا کو بھیجا اور ایک خط میں بڑی ہمدردی اور مسیحی محبت کا اظہار کیا۔

اسی زمانہ کی ایک اور معتبر مثال سے ایک شخص کی خود نثاری اور خیرات کا پتہ لگتا ہے۔ ان ایذا رسانیوں کے دنوں میں جو لوگوں نے اٹلی میں کیں، کئی لوگ گرفتار ہو کر افریقہ میں بیچے گئے۔ پولینس نامی ایک دولت مند شخص نے سینکڑوں کو آزاد کیا۔ لیکن اس کی شاہانہ دولت بھی اس قابل نہ نکلی کہ یہ تمام غلام آزاد کیے جاتے اور بعض مجبوراً غلامی میں رہے ان میں ایک جوان اپنی بیوہ ماں کا ایک ہی بیٹا تھا۔ اس کی مصیبت زدہ ماں مامتا کی ماری مشقتیں جھیلتی سختیاں اٹھاتی پولینس کے پاس آئی اور رو رو کر اس کی منت کرنے لگی کہ میرے دُلارے میری آنکھوں کے تارے میرے جگر کے ٹکڑے کو غلامی سے چھڑوا دے۔

ہمدردی کے آنسوؤں سے پولینس نے اُسے یقین دلایا کہ جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب صرف ہو چکا اور اب تمہاری طرح بالکل مفلس اور نادار ہوں۔ لیکن خود اس کی جگہ بدلہ دے کر اسے چھڑوانے کو تیار ہوں۔ یہ کہتے ہی وہ اس عورت کو ساتھ لے جہاز پر روانہ ہوا۔ اور افریقہ پہنچ کر اس شہزادے کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس کے پاس وہ جوان غلام تھا۔ اور عرض کیا کہ اس جوان کے بدلے میں خدمت کو تیار ہوں۔ شہزادے نے منظور کیا، اور خوش و خرم ماں بیٹا وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور یہ شریف عالی حوصلہ محسن کئی برس تک اسی سخت مصیبت میں رہا۔ حتیٰ کہ ایک دن شہزادے کو اصل معاملے سے واقفیت ہوئی اور حیران ہو کر پولینس کو آزاد کر دیا۔ (از تواریخ بنگھم صاحب)

محتاج اور غریبوں کی مدد کا انتظام صرف ذاتی خیرات پر ہی نہ چھوڑا گیا۔ بلکہ ساری جماعت غریبوں کی مدد کو نہ صرف اپنا فرض سمجھا کرتی بلکہ خوش قسمتی خیال کیا کرتی تھی۔ اور وہ اُن کی بھی مدد کرتے تھے جو کو مسیح کے نام سے نفرت رکھنے پر اپنے دولت مند ہموطنوں سے کسی قسم کی ہمدردی اور مدد نہ پاتے تھے۔ خیرات کا یہ طریق تھا کہ ہر سبت کے دن عبادت کے بعد غریبوں، بوڑھوں، بیماروں اور بیکسوں کی فہرست پر غور کیا جاتا اور اُن کی مدد کا انتظام کیا جاتا تھا۔ اُنکے اخراجات ایک ایسی رقم سے دیئے جاتے تھے، جو ساری جماعت کے چندہ سے جمع کی جاتی تھی۔ کلیسیا کے ہر ایک شریک کو مجاز تھا کہ کسی ایسے محتاج بھائی یا بہن کا نام پیش کرے جس کی بابت اُسے ذاتی علم ہو۔ ایسے شخصوں کی فوراً مدد کی جاتی تھی، اور جب کبھی کلیسیا کو کوئی ایسی ضرورت آ پڑتی جس کی وہ خود متحمل نہ ہو سکتی تو کسی اور خوشحال کلیسیا سے درخواست کی جاتی تھی۔

جب کبھی کسی وجہ سے گرجا میں فراہم ہونا مناسب اور قرینِ مصلحت نہ ہوتا تو کسی دولت مند شریک کے مکان پر عبادت کی جاتی تھی۔ ایسے موقعوں پر عبادت کے لئے صرف ایک کمرہ الگ کیا جاتا اور اُس کی آرائشی اسباب میں کسی قسم کی تبدیلی نہ کی جاتی تھی۔ ہاں میز پر ایک صاف کپڑا بچھایا جاتا اور اُس پر بائبل مقدس کی ایک جلد رکھی جاتی تھی۔ میز کے پاس خادم الدین کے لئے ایک کرسی اور لوگوں کے لیے بنچیں لگائی جاتی تھیں۔ اور سادہ عبادت گاہوں میں آس پاس کے مسیحی شامل ہوتے اور خاندانی خلوت میں عبادت کرتے تھے۔ یوں فرمان کی خلاف ورزی بھی نہ ہوتی تھی۔ کیونکہ مطلب یہی تھا کہ مقام عام میں مسیحی فراہم نہ ہوں اور ظاہراً اپنے ایمان کا اظہار نہ کریں۔

مارکس کے عالی شان مکان میں مسیحی اکثر فراہم رہتے تھے کیونکہ وہاں اُن کا پیارا پادری نموزیکس اکثر عبادت کرایا کرتا تھا۔ بشپ بھی اکثر آ کر لوگوں کو مسیحی تجربے کی باتوں سے حوصلہ دلاتا اور خوش کیا کرتا تھا اور دیویہ کی نیک اطواری اور اُس کے شریف خاوند کی دریادلی سے سب لوگ اُس کے گھر کو اپنا ہی گھر جانتے تھے۔

جُولیس اور اُس کی ماں پورشیا کی مسیحی رفاقت کا صرف یہیں موقع ملتا تھا۔ گو ہورینشس اپنے خاندان کے آبائی مذہب چھوڑ دینے پر اب غصہ کی بجائے صرف رنج کا اظہار کرتا تھا، تاہم اُس نے سوائے اُن جلسوں کے جو مارکس کے مکان پر ہوں کسی اور میں شریک ہونے کی اُنہیں اجازت نہ دی۔ وہ خود بھی اپنے مذہب اور طریق بُود و باش پر عوام کی توجہ دلانا نہ چاہتے تھے۔ جُولیس کو تو ہر کوئی مسیحی جانتا تھا کیونکہ اُس پر ایک دفعہ الزام آ چکا تھا۔ مگر جو رنج و مصیبت دیویہ کے باعث خاندان پر آئی۔ اُس کا غم ابھی تک دل پر تھا۔ وہ کسی جلد بازی یا نادانی سے اپنے ایمان کا اظہار بالکل قرین مصلحت سمجھتے۔ ایذا رسانی کی موقوفی پر اُس خاندان کے صاحب ایمان بندے بڑی شکر گزاری سے فراہم ہوتے اور مسیحی رفاقت و عبادت میں شریک ہوتے تھے اور اُنہوں نے اچھا کیا کہ اُس رُوحانی سلامتی اور امن کے دنوں میں الٰہی علم اور قوت کا خزانہ جمع کیا کہ آئندہ آزمائشوں اور تکلیفوں کے وقت جو رحیم خدا کو اُن پر بھیجنی منظور ہوں کام آئے۔ اُن دنوں میں کون کہہ سکتا تھا کہ کب یہ آزمائشیں اُن کا حصہ نہ ہوں گی اور کیسی تکلیفیں اُن پر نہ آئیں گی۔ نجات کے بڑے کپتان کے ہر ایک سپاہی کا فرض تھا کہ اپنی زرہ بکتر پہنے اور جنگ کے تمام ہتھیار صاف اور تیار رکھے۔ وہ کلیسیا جو مارکس کے مکان میں تیار تھی کہ جو وسائل

فضل اُس کی پہنچ میں تھے، اُن سے پورا پورا فائدہ اُٹھائے۔

ایک شام کا ذکر ہے دیویہ اور مارسلا غریبوں اور محتاجوں کو دیکھنے گئی تھیں۔ کام میں اُنہیں وقت کا خیال نہ رہا، یہاں تک کہ اُس عبادت کا وقت ہو گیا جو سبت کی تیاری کے لیے سنیچر کی شام کو ہُوا کرتی تھی۔ اس پر وہ دیویہ کے مکان کو جہاں عبادت ہُوا کرتی تھی بھاگی آئیں اور سیدھی کمرۂ عبادت کی راہ لی۔ چپکے سے دروازہ کھول کر جماعت کے ساتھ وہ گھٹنے ٹیکنے کو تھیں کہ دیویہ کو ایک ایسی صورت نظر آئی کہ اُس کے قدم وہیں کے وہیں رُک گئے، اور اُس کے لبوں سے بے اختیار آہ نکلی، اور اُس کے سارے بدن پر کپکپی شروع ہو گئی۔ اُسے خیال گزرا کہ ایلوا کی رُوح میرے سامنے کھڑی ہے۔ اُس خوبصورت بچہ کی شباہت جو اُس کے خاوند کے ساتھ گھٹنے ٹیکے تھا ایلوا سے بالکل ہوبہو ملتی تھی۔

دُوسری بار نظر ڈالنے سے معلوم ہُوا کہ لڑکی نہیں بلکہ لڑکا ہے اور یہ بھی کوئی اجنبی۔ لیکن اُس کی شباہت ایلوا سے ملتی جلتی ضرور تھی۔ وہ حیران تھی کہ یہ لڑکا کون ہے۔ جماعت کے ساتھ گھٹنے ٹیک کر اُن تمام پریشان کر دینے والے خیالوں کو دل سے ہٹانے کی کوشش کی اور اُس پاکیزہ اور پُرجوش دُعا و مناجات میں جو پادری نموڈیکس کر رہا تھا اور جس میں اُس کے آنے سے کچھ ہرج نہ ہُوا، رُوح اور آواز دونوں سے شامل ہُوئی۔ عبادت حسبِ معمول ہوتی رہی۔ اور جب ساری جماعت نے ہم آواز ہو کر آخری زبور گایا، تو اُس اجنبی لڑکے کی صاف شیریں اور بلند آواز سے دیویہ کے کانوں اور دل پر کچھ ایسا اثر ہُوا کہ اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو نکل پڑے۔ وہ زبور ایلوا کو نہایت دل پسند تھا۔ اور اپنی آخری بیماری میں وہ اُسے اکثر گایا کرتی تھی۔ اس لیے اُس لڑکے سے

اُسے ایک ذاتی محبت اور ایک عجیب اُلفت ہو گئی، کیونکہ وہ اُسے الیوا کی یاد دلاتا تھا۔

ہیلیلو یاہ کی بلند آواز گونج کر بند ہو گئی اور پادری صاحب کے کلمات برکت کے بعد جماعت چپکے سے رخصت ہوئی۔ دیو یہ جلدی سے اپنے خاوند کے پاس جسے ابھی تک اُس کے آنے کی آگاہی نہ ہوئی تھی جا کھڑی ہوئی، اور اُس لڑکے کی پیشانی پر جو بڑے پیار سے مارکس سے لپٹا تھا جھک کر بوسہ دیا اور پوچھا۔

مارکس! یہ لڑکا کون ہے جو مجھے ہماری فرشتہ صفت لڑکی کی یاد دلاتا ہے؟ اور اُس کی پیشانی سے گرہ دار بالوں کو ہٹا کر وہ بڑی محبت بھری نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگی اور ایک آہ مار کر کہا۔ ہاں یہ ویسا ہی جوان اور خوبصورت اور بھولا بھالا ہے۔ کاش اس کے والدین کو اس کی جدائی کا صدمہ اُٹھانا نہ پڑے۔

مارکس۔ اس کے والدین نہیں ہیں اور اب ہمیں اُن کی جگہ کو پورا کرنا ہے۔ یہ میرا ذی دوست اور اُستاد کیمیلس ہے۔ جب میں نے اس کے دادا بشپ زیفرینس کے ہاں اُسے پہلی بار دیکھا، تو تمہاری طرح اس کی صورت سے میں بھی متحیر ہوا۔ واجب العزت پیارا بشپ پچھلے مہینے اپنے آسمانی آرام میں داخل ہوا اور اس لڑکے کو جو زمین پر اُس کا سب سے بڑا خزانہ تھا۔ میرے سپرد کر گیا ہے۔ دیو یہ مجھے اپنے دوست کے اس اعتبار اور محبت کے ثبوت سے بہت خوشی ہوئی۔ مجھے اُمید ہے خدا کے فضل سے میں اپنے کو اس اعتبار کے ناقابل ثابت نہ کروں گا۔ مجھے یقین ہے تم میری مدد اور ہمدردی کرو گی کہ اس یتیم لڑکے کو تسلی دوں، اور تقدسیت کی اس راہ پر اُس کی ہدایت کروں، جس پر اس کے دادا نے اسے چلنا سکھایا ہے۔

دیوتیہ نے بڑے شوق سے کہا میں اس کی ماں کی جگہ ہوں گی، اور اس پیارے بچے کو جس کی آنکھوں سے اپنے صدمہ کو یاد کر کے آنسو بہہ رہے تھے، گلے لگا لیا اور پھر کہنے لگی۔ میں اس کی ماں کی جگہ ہوں گی۔ اور اگر خدا میری ایلیو اکو سلامت رکھتا تو جو تعلیم و تربیت میں اُسے دیتی وہ آج سے میرے پیارے ٹیکیلس میں تمہیں دوں گی۔ کیا تم اس کے بدلے میں مجھ سے محبت کرو گے؟

لڑکے نے اُسے بہ نگاہ شوق دیکھا اور اپنے آنسوؤں میں سے مسکرا کر اُس کا ہاتھ پکڑ کر جواب دیا۔

ہاں میں آپ سے بہت محبت کروں گا۔ آپ خوبصورت ہیں، اور بڑی نیک معلوم ہوتی ہیں۔ میں اکثر خواب میں آپ جیسی آنکھیں دیکھتا ہوں، جو مجھے بہ نگاہ مہربانی دیکھتیں اور ایسی شیرینی سے ہنستی ہیں۔ میری انا کہا کرتی ہے یہ میری ماں ہے جو مجھے خواب میں دیکھنے آتی ہے۔ اب سے میں آپ کو اپنی ماں سمجھوں گا اور کپتان صاحب کو تو میں روم ہی میں پیار کرتا تھا۔ وہ مجھ پر بڑے مہربان تھے۔ مجھے خداوند یسوع مسیح کی باتیں سناتے تھے اور میرے دادا جان کو ظالم سپاہیوں سے رہائی دی تھی۔ میں اُن سے ہمیشہ محبت کروں گا۔

مارکس نے بڑی نرمی سے کہا پیارے بیٹے اب سے مجھے کپتان نہ کہو بلکہ مجھے باپ کے نام سے پکارو۔ اس خوبصورت خاتون کو اپنی ماں جانو اور اب سے یہ گھر تمہارا ہوگا۔ مجھے اُمید ہے تم یہاں خوش رہو گے۔

لڑکے نے بڑے شوق سے کہا۔ ہاں میں یہاں بہت خوش رہوں گا۔ پھر دفعۃً

گویا کوئی بھولی بات اُسے یاد آ گئی اور پُوچھنے لگا۔ آپ نے ذکر کیا تھا کہ آپ کی بچی میری ہم عمر ہے۔ ہاں ایلیوا کہاں ہے جس کا آپ زوما میں ذکر کیا کرتے تھے؟ کیا وہ بھی میری بہن ہوگی؟

دیوتیہ منہ پھیر کر رونے لگی اور مارکس نے نرمی سے کہا میرے پیارے کیمیلس! ایلیوا آسمان کو چلی گئی ہے۔ خدا نے اُس سے محبت کی اور اُسے اپنے پاس بُلا لیا۔ اور وہ اپنے منجی کے حضور ہے جس پر وہ ایمان رکھتی اور محبت کرتی تھی۔ مقدس فرشتوں کے ساتھ خوشی کرتی ہے۔ وہاں وہ تمہاری بہن ہوگی، گو اس دُنیا میں تمہاری رفیق نہیں ہو سکتی۔ تمہیں اپنی ماں کو تسلی دینی چاہیے کہ اُس کا غم بھول جائے۔ اس اثنا میں مارسلا اور اکیولیس وہاں آ کر لڑکے سے زوما کا حال پُوچھنے لگے۔ اکیولیس نے اُسے بشپ کے مکان میں دیکھا تھا اور کیمیلس نے خوشی سے اپنے پُرانے دوست سے پھر تعارف پیدا کر لیا۔ تھوڑی دیر میں وہ برآمدوں اور فراخ کمروں میں ہولیس اور اکیولیس سے بشوق کھیلنے لگا۔ بچپن کا غم والم کیسی جلدی گزر جاتا ہے۔

نوٹ: زوما کے بشپ زیفرینس کی موت ۲۱۷ء میں ہوئی۔ بیس برس تک وہ کلیسیائے زوما کا نگہبان رہا۔ اور ان بدعتوں کے دُور کرنے سے جو اُس وقت عام ہو گئی تھیں اور دُور اندیشی، دانائی اور سرگرمی سے اُس نے بڑی عزت پائی۔ اُس نے ایمان کی پاکیزگی کو برقرار رکھا۔ اور پادریوں کے انتظام کی اصلاح کی۔ پیٹری پاسین کی بدعت سب سے زیادہ تکلیف دہ تھی جس کا اُسے مقابلہ کرنا پڑا۔ اس فرقہ کا بانی پرکسیس تھا جو الوہیت کے ایک ہی اقنوم کو مانتا تھا۔ بڑے بحث و مناظرہ کے بعد بشپ زیفرینس آخرکار اُسے راہِ راست پر لایا۔ اُس نے ظاہرا توبہ کی اور اپنی غلطی کا اعتراف اور بشپ کی سزا کو قبول کیا۔

بائیسواں باب

آغازِ شہادت

اس دُنیا کی شان ترک کرنا منظور
وہ کانٹوں کا تاج سر پہ دھرنا منظور
انکار مسیح نہ کروں گا ہرگز!
اس ننگ کے جینے سے تو مرنا منظور

مہینے گزر گئے اور وہ تسلی و خوشی میں گزرتے رہے۔ دیوتیہ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اس کی تعلیم و تربیت اور اپنے متبنّے بیٹے کیکیلس کی محبت و الفت میں وہ ایسی مصروف و خوش تھی کہ اِیمّا کی موت سے جو زخم اُس کے دل میں پیدا ہوا تھا وہ اب بھر گیا۔ اپنے اصول سوتی کی یاد سے اسے افسوس تو ہوتا تھا۔ لیکن آگے کو اُسے اُمید جان نواز پیدا ہوگئی اور اب اُس صدمے کی تلخی جاتی رہی۔

لیکن اُس کے آسمانی باپ کی مرضی نہ تھی کہ دیوتیہ دیر تک اِس دُنیا میں خوش رہے۔ صاف فضا پر سیاہ بادل آنے شروع ہو گئے، اور اُمیدوں کی روشنی مٹانے کو طوفان اُٹھنے لگے۔

ابھی تک مارکس کے بدعتی اور متعصب باپ کو اُس کے مذہب کی تبدیلی پر کچھ

طب نہ ہوا تھا۔ فیلکس یہ تو جانتا تھا کہ اب میرا اپنا مسیحیوں کی ایذا رسانی میں کچھ حصہ نہیں لیتا اور نہ عام تماشاؤں اور بُت پرست رسومات میں شامل ہی ہوتا ہے۔ لیکن اُس نے اپنے زعم میں اس تبدیلی کی وجہ یہ ٹھہرائی کہ گورنمنٹ نے مسیحی رعایا کی طرف سے اپنی حکمت عملی بدلی ہے، اور ظاہرا ایذا رسانی کا حکم موقوف ہو گیا ہے۔ علاوہ ازیں دیویہ اور اُس کے مسیحی بھائی جُولیس کی خاطر شاید وہ بُت پرستوں کی مجالس میں نہیں جاتا۔ اُسے اکٹیویس اور اُس کی ماں کے مسیحی ہونے سے بھی آگاہی نہ تھی بلکہ وہ تو اس خیال میں تھا کہ ہوریشس کی طرح اُس کی بیوی بھی افسردہ ہے۔

یہ نئی تعلیم لوگوں کے دلوں میں ایسا گھر کرتی جاتی اور اُن کے اپنے ہی خاندان میں ایسا زور پکڑتی گئی کہ وہ اپنے بیٹے کے مکان پر بہت کم جاتا تھا۔ دیویہ کی صورت ہی سے وہ بیزار تھا۔ سچ پُوچھو تو دیویہ کی اطمینان بھری نگاہوں کو دیکھتے ہی اُس کا سینہ شرم سے بھر جاتا تھا کہ ہائے میں نے اس بے چاری پر کیا کیا تکلیفیں ڈالیں۔ اُس نے ہوریشس کے ہاں بھی جانا چھوڑ دیا تھا، کیونکہ اُس کی بہو وہاں اسے اکثر ملا کرتی تھی۔ مزید برآں جُولیس کے دیکھتے ہی جس کی تباہی کا وہ منصوبہ باندھ چکا تھا۔ اس کے دل میں درد انگیز خیال پیدا ہوتے تھے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ اُسے مارکس اور دوسروں کے تبدیل مذہب سے آگاہی نہ ہوئی اور اتفاق سے ان باتوں کی خبر ملی۔

شہنشاہ نے اس اُمید پر مسیحیوں سے مہربانی شروع کی تھی کہ مخالفت و ایذا رسانی کے موقوف ہونے پر وہ اپنی ضد اور جرأت کے اظہار سے باز رہیں گے۔ یُوں اس نئی تعلیم کا اُنہیں خیال بھی نہ رہے گا اور بہت کم لوگ مسیحی ہوں گے۔ اُس کا یہ خیال غلط

ثابت ہُوا، اور اُسے سخت مایوسی ہُوئی۔ ملک کے چاروں طرف سے یہی خبریں آئیں کہ یہ مذہب روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے اور کئی پروکونسلوں اور مجسٹریٹوں نے جو خونریزی اور مسیحیوں کے مال ضبط کرنے کے خواہاں تھے اور جنہیں مسیحیوں کی بے عیب پاکیزہ زندگی کو دیکھ کر اپنی بے دین زندگی سے شرم آتی تھی اُس کی منت کی کہ اپنے پہلے حکم کو پھر بحال کرے۔

ان حاکموں میں جنہوں نے شاہ سویرس کے غصہ کو برانگیختہ کرنے کی کوشش کی، پروکونسل سیٹرنینس اور اُس کا دوست اور صلاح کار فیلکس سب سے زیادہ زور دیتے تھے۔ کم بخت فیلکس کو کیا معلوم تھا کہ وُہ اپنے ہی خاندان پر ہلاکت وتباہی لانے کے منصوبے باندھ رہا ہے۔

ان اطلاعات اور درخواستوں کے سبب شہنشاہ نے اپنی حکمت عملی بدل دی اور پھر سختی سے کام لینے کا حکم دیا۔ یہ اُس کے مزاج کے مطابق بھی تھا۔ اُس نے اجازت دی کہ پھر مسیحیوں کی جابجا تلاش کی جائے اور تمام مسیحی عبادتوں کی جو خواہ مقام عام میں ہوں خواہ خلوت میں جمع ہوں، خلاف قانون اور مستوجب سزا ٹھہرایا جائے۔

اس حکم کے نافذ ہونے ہی کی دیر تھی، کہ حاکموں نے اپنے ذاتی عناد و کاوشوں کو نکالنا اور لوگوں کو لُوٹنا اور ستانا شروع کر دیا۔ دیوتاؤں کی خوشنودی اور بادشاہ کی عزت کے نام سے ایسے ایسے ظلم وستم کیے گئے جن کے ذکر سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ خدا کے مقدسین پھر ستائے گئے، لیکن وُہ زمین سے دُور نہ ہُوئے۔

فیلکس کا مطلق یہ ارادہ نہ تھا کہ اپنے بیٹے یا ہوریشس کے خاندان پر کسی قسم کی

اور مصیبت لائے۔ اُسے خیال رہا کہ اُن کے گھروں کی تلاشی نہ لی جائے۔ اور انہیں یہ بھی تنبیہ کی کہ اپنے مسیحی رشتہ داروں کی سلامتی چاہتے ہو تو انہیں کسی عبادت میں شریک ہونے سے روکے رکھو۔ ہوریشس نے شکر گزاری سے اس تنبیہ کو نگاہ میں رکھا اور اپنے بیٹے اور بیوی کو سمجھایا کہ جب تک ایذا رسانی اور تفتیش کا یہ پہلا جوش ختم نہ ہولے کسی عام عبادت میں شامل نہ ہوں۔ انہوں نے بھی اُس کا کہنا نہ مانا۔ مارکس نے اپنے باپ کی نصیحت کی پرواہ نہ کی اور نہ صرف حسبِ معمول اپنے گھر میں مسیحیوں کے مجمع ہی فراہم کرتا رہا، بلکہ دیویہ اور کیمیلس سمیت اکثر اتوار اور دیگر تقریبوں پر گرجا کی عبادت میں شامل ہوتا رہا۔

اُن میں سے ایک تقریب اُس کے ننھے بیٹے کے بپتسمہ پانے کی تھی۔ اُس کی بڑی آرزو تھی کہ اُس کا بپتسمہ ساری جماعت کے رُوبرو اُسی مقام پر ہو جہاں دیویہ اور ایلوا نے بپتسمہ پایا تھا۔ اتوار کی شام اُس رسم کے لیے مقرر ہوئی۔ بشپ نے خود بپتسمہ دینا منظور کیا۔ مارسلا اور اُس کا باپ اور خاوند گواہ مقرر ہوئے۔ لکریشیہ وہی وفادار جاں نثار لکریشیہ ابھی تک دیویہ کی خدمت میں تھی۔ اور اب اُس بچے کی انا تھی۔ وہ ابھی تک اپنے بُت پرستی کو پیروی جاتی اور تمام رسومات کو بجالاتی تھی۔ لیکن اپنی مخدومہ کے مذہب پر کبھی بُرا نہ مناتی تھی۔ بلکہ ایذا رسانی کے پھر شروع ہو جانے پر بہت افسوس کرتی تھی۔ دیویہ کو بھی اُس سے ایک اُنس ہو گیا تھا اور وہ اُس کی تبدیلیٔ دل کے لیے اکثر دُعا کرتی اور اُمید بھی رکھتی تھی اس واقعہ سے تو اُس کی اُمید اور بھی بڑھ گئی، جب لکریشیہ نے خواہش ظاہر کی کہ خود بچے کو گرجا میں لے جائے تو اس سے ظاہر تھا کہ گو اس نے ابھی تک

صداقت کو قبول نہ کیا مگر اُس کا تعصب بالکل دُور نہیں تو کم تو ضرور ہو گیا تھا۔

عبادت کا وقت آ پہنچا اور مارکس اور دیوپیہ، کیلس، انا اور چھوٹے بچے کو لے کر گرجا گھر آئے۔ ساری جماعت اور دھرم کے ماں باپ اُن کے منتظر تھے۔ شام کی معمول کی عبادت ادا کی گئی اور بپتسمہ کی رسم شروع ہوئی۔ دھرم کے ماں باپ نے بچے کے نام سے وعدے کیے۔ پھر لڑکے کو پانی میں غوطہ دیا گیا۔ بشپ نے لڑکے کو گود میں اُٹھایا۔ اور جان اوینس کا نام دے کر باپ بیٹے اور روح القدس کے نام سے بپتسمہ دیا۔

انا بچہ کو گود میں لے کر اُس پر ایک سفید جامہ جو پاکیزگی کا نشان تھا، ڈالنے ہی کو تھی کہ سیڑھیوں پر ایک آہٹ سی سنائی دی اور بڑی آواز سے دروازہ کھلا اور حیرت زدہ جماعت کے سامنے پروکونسل اور فیلکس آ کھڑے ہوئے۔ کچھ دیر تک تو سکتے کا عالم رہا۔ یہ حاکم اُس جماعت کی نسبت کم مضطرب اور حیران نہ تھے۔ فیلکس نے ایک ہی نگاہ میں اُس نے تمام سماں اور اُس خطرے کو دیکھ لیا۔ وُہ سمجھ گیا کہ اب میرے ہی خاندان پر کیا کچھ تباہی آنے کو ہے۔ تب اُسے سخت افسوس ہُوا کہ ہائے اس ایذا رسانی کے پھر شروع کرنے میں میں نے کیوں حصہ لیا۔ وُہ پروکونسل سیزنیس کو ساتھ لے کر پیچھے ہٹنے ہی کو تھا لیکن وُہ جوشیلے سپاہی جو ننگی تلواریں اور جلتی مشعلیں لئے پیچھے آ رہے تھے کب ٹلنے والے تھے۔ اگرچہ پروکونسل اپنے دوست کی خاطر دست بردار ہو جانے پر راضی بھی کیوں نہ ہو جاتا۔

فیلکس اُنہیں روکنے کی کوشش کرتا ہی رہ گیا۔ پر سپاہیوں نے آگے بڑھ کر بشپ اور جماعت کے چیدہ چیدہ ممبروں کو گرفتار کر لیا۔ سیزنیس نے دروازہ بند کر کے

تمام حاضرین کے نام قلمبند کیے۔

بعدازاں اُس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ملزموں کو چھوڑ کر جا سے باہر جائیں۔ اُنہوں نے مجبوراً اس حکم کی تعمیل کی۔ اُنہیں تو یہ اجازت پانے کی امید تھی کہ ان سب کی لوٹ مار کر کے شہر کے قید خانے میں ڈالیں۔ جب یہ وحشی سپاہی گرجا سے باہر چلے گئے تو پروکونسل سٹیرنینس نے جماعت سے مخاطب ہو کر اُنہیں لعن طعن کی کہ تم کیسے ناوفادار اور احمق ہو کہ شہنشاہ کے ایک ایسے حکم کی خلاف ورزی کر کے اُس کا غضب اپنے اوپر لا رہے ہو۔ شاہ سویرس نے نرمی اور تحمل سے تمہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔ لیکن تمہاری ناقابلیت اور احسان فراموشی کے سبب اُس نے پھر مجبوراً سختی اختیار کی اور مجسٹریٹوں کو حکم دیا کہ ان قوانین پر عمل درآمد کرائیں اور جو کوئی اُن کی خلاف ورزی کرے اُسے سخت سزا دیں جو لوگ مدت سے مسیحی ہیں اور پہلے کبھی سزایاب نہیں ہوئے، اُن پر تو فی الحال سخت جرمانہ کیا جائے گا۔ اور اگر وہ پھر بھی اس جرم کے مرتکب ہوئے تو اُنہیں سخت سزا دی جائے گی۔ بعدازاں اُس نے جرمانے کی رقم بتائی اور اطلاع دی کہ جب تک جرمانہ ادا نہ ہو، اُن کا بشپ زیر حراست رہے گا۔

پھر اُس نے مارکس اور اکٹیولیس کو خطاب کر کے بڑے غصہ اور حیرانی کا اظہار کیا کہ افسوس ایسے نامی افسر جنہوں نے شہنشاہ کے ہاتھوں ایسی عزت پائی اور قومی مذہب اور فخر کی پاسداری میں ایسی سرگرمی دکھائی ایسے وہم کے غلام ہوں اور اپنے شاہی محسن کے قوانین کی خلاف ورزی کر کے بُرا نمونہ دکھائیں۔ مذہب ناصری کے شاگرد ہونے کے باعث تم ایسی سزا کے مستوجب ٹھہرے کہ ضبطِ جائیداد اور جلاوطنی کی سزا کافی نہ

ہوگی۔ لیکن فیلکس اور ہوریشس کی خاطر تم سے نرمی کی جائے گی۔ فی الحال تمہیں اس شرط پر چھوڑ دیتا ہوں کہ کارتھیج ہی میں رہو اور میری طلبی پر حاضر ہو۔ میں شہنشاہ و ملکہ کو اس کا خط اور یافت کروں گا اور زور لگاؤں گا کہ سویرس تمہاری اس پہلی خطا سے جو مجھے امید ہے تمہاری آخری خطا ہوگی درگزر کرے۔

ان جوان افسروں نے اپنے بچاؤ میں کچھ نہ کہا۔ اور پروکونسل سیڑھیوں پر چڑھتا ہوا رخصت ہوا۔ فیلکس اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ اسے اپنے بیٹے سے بولنے کی ہمت بھی نہ ہوئی۔ صرف اسے بہ نگاہ شوق دیکھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اس کا بیٹا اپنی غلطیوں کو چھوڑے اور میری طرح اپنے ملک اور آباؤ اجداد کے مذہب کی طرف پھر آئے۔ سیڑھیاں چڑھتے ہی پروکونسل نے دو افسروں کو مامور کیا کہ بشپ کو گرفتار کر کے قید خانے میں لے جائیں۔ ساری جماعت اپنے بشپ کے چوگرد الوداع کہنے اور اس سے برکت لینے کیلئے کھڑی ہوئی، اور اسے یقین دلایا کہ آپ کو زیادہ دیر تک حراست میں نہیں رہنا پڑے گا۔ جب تک ہم زرِ مطلوبہ دے کر آپ کو چھڑا نہ لیں ہمیں چین نہیں آئے گا۔

بوڑھے دلیر بشپ نے اپنی جماعت کی محبت اور عزت افزائی کیلئے کلیسیا کے ساتھ شکرگزاری کا اظہار کیا اور انہیں سمجھایا کہ آخر تک ایمان میں مضبوط رہو اور خدا پر توکل رکھو۔ اتنے میں سپاہی اسے گرفتار کر کے لے گئے اور اس کی دعاؤں اور برکتوں کے جواب میں کفر بکنے اور ہنسی ٹھٹھا کرنے لگے۔

اس کے رخصت ہونے پر جماعت نے مشورہ کیا کہ کسی طریقہ سے یہ رقم مطلوبہ جوان کی حیثیت سے بہت بڑھ کر بھی جمع کی جائے۔ بہت سے طریقے زیرِ بحث

آئے کہ چند ہفتوں ہی میں یہ رقم جمع کی جاسکے۔ مارکس اور اکنیولیتس نے اس رقم کا بڑا حصہ اپنے ذمے لیا۔ پادری تھوڈیکس نے کلیسیا کے آئندہ نظام اور دیگر معاملات کی طرف بھی انہیں توجہ دلائی۔ دیویہ اور مارسلا الگ کھڑی ایک دوسرے کو تسلی دیتے لگیں اور اپنی آنے والی مصیبتوں کے خیال سے جوان کے دل میں بے چینی ہو رہی تھی اسے دور کرنے کی کوشش کی۔ شاہ سویرس سے انہیں نرمی کی کوئی اُمید نہ تھی۔ پروکونسل نے بڑے بڑے وعدے کئے تھے۔ یہ بہادر عورتیں جو خود مختلف تکلیفوں اور موت کا سامنا کر چکی تھیں، اب اس خیال ہی سے کانپ اُٹھیں کہ ہائے ہمارے خاوندوں پہ کیا مصیبت آئے گی۔

تمام لوگ ایک بوجھل دل سے اپنے اپنے گھروں کو رخصت ہوئے اور بشپ کی گرفتاری کے دوران گرجا میں عبادت کے لیے پھر فراہم نہ ہوئے لیکن ہر روز چار چار، پانچ پانچ مسیحی مختلف مکانوں میں جمع ہو کر دعا و مناجات کرتے رہے، اور اُن مکانوں میں خدا کی ایسے شوق سے عبادت ہوتی اور اُس کا کلام ایسے پُر اثر طور سے پڑھا جاتا تھا۔ جیسے کسی عالیشان عبادت گاہ میں جو اُس کے نام سے تعمیر کی گئی ہو۔ رفتہ رفتہ مارکس اور اکنیولیتس کی جرأت و ایمان کو اُن کی جانثار بیویوں نے اور بھی بڑھا دیا اور اپنی سب فکریں اُس پر ڈال دیں جو سب کی فکر رکھتا ہے اور خدا پر نظریں لگائے نتیجہ کے منتظر ہوئے۔ سچ ہے۔

مجھ کو کیا فکر مجھے جبکہ ہے میری سب فکر

جب نگہبان ہو تو خوف کا پھر وہاں کیا ذکر

جو قاصد شاہ سویرس کے حضور اطلاع کرنے گیا تھا کہ دو سرکاری افسر شاہی

مذہب سے منحرف ہو گئے ہیں، وہ کارتھیج میں واپس آ پہنچا اور مارکس اور اکینویس پروکونسل کی عدالت میں طلب کیے گئے۔

بڑے افسوس سے جو نا معلوم بناوٹی تھا یا حقیقی، پروکونسل نے انہیں اطلاع دی کہ شہنشاہ اس جرم کو بڑا سنگین سمجھتا اور معافی دینے سے قطعی انکار کرتا ہے۔ لہٰذا اس صورت میں تم اپنی غلطیوں کو بالکل چھوڑ دو۔ شاہ سویرس کا مقصد صرف لوگوں اور خصوصاً ملازموں کو مسیحی ہونے سے روکنا ہے، اور اس لئے اس نے ٹھان لیا ہے کہ سپاہ میں سے جو لوگ مسیحی ہوں انہیں سزا دے، تا کہ اوروں کے لئے عبرت ہو۔ بادشاہ نے امید ظاہر کی کہ مارکس اور اکینویس اس کی پدرانہ نصیحت کو سن کر اپنے اپنے کام پر واپس آ ئیں گے تو اس صورت میں اُن کی تقصیر سے قطعی درگزر کیا جائے گا اور بڑے جلیل عہدے انہیں عطا ہوں گے، لیکن اگر وہ اپنی بدعت اور ہٹ دھرمی پر اڑے رہیں تو قانون کی پوری سزا سے کام لیا جائے گا۔

پروکونسل سیٹرنینس نے شہنشاہ کا جواب سنا کر سویرس کا ایک ذاتی خط مارکس کو دیا، اور اُس کے پڑھنے تک خاموشی سے منتظر رہا۔ شہنشاہ نے رسالہ پریٹورین کی سپہ سالاری اُسے پیش کی۔ بڑے مشفقانہ الفاظ سے مارکس کو خطاب کیا اور اسے اپنا دوست اور بچانے والا ٹھہرایا اور اُس کی منت کی کہ اپنے ان نئے بیہودہ خیالوں کو چھوڑ کر پھر وہ پہلے سا شریف بہادر رُومی سپاہی بنے۔ اور لوگوں اور دیوتاؤں کے نزدیک مقبول ٹھہرے۔ لیکن وہ خط ایک دھمکی سے ختم ہوا جس میں سویرس کے مزاج کی تندی ظاہر ہوتی تھی، اور مارکس نے اپنی قسمت کا فیصلہ پڑھ لیا۔

مارکس نے وہ چٹھی اکنیولیس کے ہاتھ میں دے دی اور اُس کے چہرے پر ایک عجیب تبسم ظاہر ہوا۔ اس سے سیٹرنیئس کو اُمید سی ہوگئی اور کہا شہنشاہ کی چٹھی کا کیا جواب دیتے ہو۔ مارکس نے بلا تامل جواب دیا۔ جناب شہنشاہ سے کہہ دیجیے۔ میں ایک ایسے آقا کی خدمت کرتا ہوں جس کی خدمت کی تکریم اور انعام شہنشاہ کے انعام و اکرام سے ایسے ہی بڑھ کر ہیں، جیسے آسمان زمین سے بلند و اعلیٰ ہے اور کیا میں ایسا کمینہ ٹھہروں کہ اپنی نجات کے کپتان کو جس نے مجھے اپنے خون سے خریدا، چھوڑ کر باقی ہوں۔ اُس سے مجھے از حد شرمندگی ہوگی اور میں اس طور پر زندہ در گور ہونا شاہی عتاب اور اذیتوں سے سخت اور بدتر سمجھتا ہوں۔

پروکونسل سیٹرنیئس چونک اُٹھا۔ اُسے ہرگز یہ اُمید نہ تھی کہ شہنشاہ کی منت اور وعدے سے ایسے صاف طور پر انکار کیا جائے گا۔ اس لیے تسکین بخش جواب کی اُمید پر وہ اکنیولیس کی طرف پھر متوجہ ہوا۔ لیکن یہ دونوں نوجوان ایمان میں ایک ایسے مضبوط تھے، اور اُن کا ارادہ بھی ایک تھا۔ اکنیولیس نے بھی وُہی جواب دیا۔

دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ پروکونسل کی سچ مچ آرزو تھی کہ اکنیولیس کسی طرح اس سزا سے بچ نکلے۔ مارکس کے بارے میں بھی وُہ یہی ظاہر کرتا تھا، خصوصاً اس لیے کہ وہ جانتا تھا کہ شہنشاہ بھی انہیں بچانا چاہتا ہے اور یہ سُن کر خوش ہوگا کہ میری کوششوں سے وُہ راہِ راست پر آئے ہیں لیکن اپنے ظالم اور بدلہ لینے والے دل میں وُہ خوش تھا کہ اپنے قدیمی رفیق اور پُرانے دوست فیلکس کو صدمہ پہنچانے کا موقع ملا۔ ان دونوں شخصوں میں ایک پوشیدہ رشک پیدا ہوگیا تھا۔ بڑوں کی دوستی چند روزہ ہے۔ وُہ ظاہر میں ایک

دوسرے سے اچھی طرح ملتے اور اکٹھے بیٹھتے تھے لیکن باہمی دلی خلوص جاتا رہا تھا۔ ایک دوسرے پر شک کرتے تھے اور جھوٹی اطلاعات اور باتوں سے شہنشاہ کی نظروں سے گرانے کے خواہاں تھے اور ان کے یہ شک بے جا نہ تھے۔ فیلیکس پروقونسل سیٹرنینس کی رسوائی سے خوش ہوتا، کیونکہ اس کے عہدے اور عزت کے حاصل کرنے کی اُسے تمنا تھی۔ اور پروقونسل بھی اپنے اس ماتحت مجسٹریٹ کی بلند نظری سے واقف تھا اور اس کے منصوبوں کو توڑنے میں اس نے کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اُسے اپنے قریبی دوست کے بیٹے کو یسوع کے پرستاروں میں پا کر بہت خوشی ہوئی۔ اور اُس خط میں بھی جو اس نے شہنشاہ کی طرف بھیجا، خلاف وعدہ اس نے مارکس کے قصور کو بہت بڑا کر کے دکھایا۔ اور سویرس کو یہ بھی یاد دلایا کہ فیلیکس بھی ایک موقع پر اپنے دیوتاؤں سے انکار کر چکا ہے۔ اور اب بھی شاید وہ ایک جھوٹا دوست ہے جس پر کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔ نہ تو اکنیولیس اور نہ اپنے راست رو اور شریف دوست ہوریشس سے اُسے کوئی ذاتی کاوش تھی۔ سو اس کے حق میں اس نے سفارش کی۔ اسی لئے اکنیولیس کی سزا خفیف تھی۔

پروقونسل سیٹرنینس نے اُن تمام دلیلوں سے کام لیا جو ایک دُنیادار اور بلند نظر شخص پر اثر کر سکتی ہیں اور ان جوان مسیحیوں کو سمجھایا کہ آسمانی اُمیدوں سے منہ موڑ کر اپنے آپ کو دُنیاوی شرمسار اور سزا اور ہلاکت سے بچائیں۔ جب اُس کی تمام کوششیں بے سود ہو گئیں تو اس نے فیلیکس اور ہوریشس کو جو اس کے کمرے میں متفکر و حیران تھے بلا کر کہا اپنے بیٹوں کو سمجھائیں کہ وہ شہنشاہ کی نیک سلوکی کو منظور کریں۔

فیلیکس تو بڑے غصہ اور بلند آواز سے اپنے بیٹے کو سمجھانے لگا، لیکن ہوریشس

خاموش تھا۔ اُس نے اکنیوتیس کا ہاتھ پکڑ کر آبدیدہ نگاہ سے اُس پر نظر ڈالی کہ جس سے غصہ کے بجائے محبت اور آفرین ٹپکتی تھی۔ اُس کے بیٹے نے بھی اپنی نگاہ سے شکرگزاری کا اظہار کیا۔ دونوں نے دیکھ لیا کہ اُن کے بیٹوں پر کچھ اثر نہیں ہُوا۔ اور سیلز نیتس نے بھی پہچان لیا۔ پھر اُس نے شہنشاہ کی چٹھی اُٹھا کر سزا کا فتویٰ سنایا۔ حکم تھا کہ اگر ملزم کہا نہ مانیں تو اُس پر فوراً عمل کیا جائے۔ اکنیوتیس کی سزا یہ تھی کہ رُومی سپاہ سے موقوف، بھاری جرمانہ اور آرمینیا میں جلاوطن۔

اس شریف اور عالی حوصلہ جوان نے تسلیم و رضا کے اظہار کے لئے اپنا سر جھکا دیا، اور ایک لفظ بھی اُس سزا کی مخالفت میں مُنہ سے نہ نکالا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ امر بے سُود ہے۔ وہ ہر ایک واقعہ کو یُوں دیکھا کرتا تھا کہ گویا خدا کی طرف سے آتا ہے، اور اپنے مالک کے لیے مصیبت اُٹھانا سچی کا استحقاق و فخر سمجھتا تھا۔ لیکن اُس کے بوڑھے باپ کے خیالات ایسے نہ تھے کہ اُسے حوصلہ و تسلی دلاتے۔ بیٹے کی جلاوطنی کی سزا سُنتے ہی اُس کا دل بھر آیا کہ آہ! اب اُس سے ہمیشہ کی جُدائی ہے۔ سو وہ اکنیوتیس کے سامنے جھک کر زار زار رونے لگا۔ لیکن اُس کے ارادے سے باز رکھنے کی اُس نے مطلقاً کوشش نہ کی۔

پروکونسل اب مارکس سے جو ہوریشس سے ہمدردی کرنے میں اپنی حالت بھول گیا تھا مخاطب ہُوا۔ مارکس تُمہیں معلوم ہو جائے کہ شہنشاہ نے ٹھان لیا ہے کہ قانون کے مضبوط قوانین سے بغاوت اور بدعت کو دُور کرے۔ اکنیوتیس تو سلطنت کے وفادار سپاہیوں میں خدمت کرنے کے ناقابل اور رُومی شہری ہونے کے نالائق ٹھہرا۔ سویرس نے اُسے ایک ایسے علاقے میں بھیج دیا ہے، جہاں اُس کے بڑے نمونے سے کوئی تبدیلی

واقع نہ ہوگی۔ وحشی، آرمینی، ناصری کی بیہودگیوں کو فوراً مان نہ لیں گے۔ لیکن تمہارا جرم سخت اور تمہاری قانونی خلاف ورزی کی ذمہ داری بھاری ہے۔ تم نے نہ صرف اپنے پاکیزہ وقدیمی مذہب کو چھوڑ کر اس بیہودی ناصری کی ہیکل میں عبادت ہی کی، بلکہ تم نے قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے مکان میں مسیحیوں کو عبادت کے لئے فراہم ہونے دیا، اور ان کی بغاوتوں کو فروغ دیا۔ کون نہیں جانتا کہ یہ فرقہ ہر کہیں بغاوت کے خیال پھیلا رہا ہے۔ شاہ سویرس کو کہنے سے پیشتر میں نے یہ سب باتیں دریافت کر لی تھیں اور میں اپنے لائق دوست فیلیکس کے بیٹے پر مہربانی دکھانا چاہتا تھا۔ میں نے اپنا فرض جانا کہ شہنشاہ کو اس معاملے کی پوری اطلاع دوں۔

یہاں سکٹر نیئس نے اس شخص کی طرف نگاہ کی، جسے ابھی اس نے دوست کہہ کے پکارا تھا، اور اس کے لبوں سے وہ تبسم ظاہر ہوا جو فتح یاب کینہ کا تبسم ہے۔ فیلیکس نے بھی ایک نفرت انگیز نگاہ سے جسے وہ ضبط نہ کر سکا اس پر نظر ڈالی۔ پروکونسل نے بحث ختم کر دی۔

مارکس تم پر موت کا فتویٰ طے ہوا ہے۔ موت بھی ایک سخت طریق سے لیکن میں ایسی موت سے تمہیں بخوشی بچانا چاہتا ہوں، اس کے باوجود کہ تم نے اپنے منفی خیالات کو ایسے زور سے ظاہر کیا ہے۔ میں تین ہفتہ تک اس سزا کو ملتوی رکھتا ہوں۔ اس اثنا میں تم بطور شاہی اسیر رہو گے اور تمہاری بیوی اور خاندان کو تم سے ملاقات کرنے کی اجازت ہوگی، کہ تمہیں اس ارادے سے باز رکھیں۔

مارکس نے بڑے استقلال سے جواب دیا۔ اس عنایت کے لئے میں آپ کا شکر

گزارہوں، بس کچھ اور نہیں چاہتا۔ عزت کے ساتھ میری جاں بخشی کرنا آپ کے اختیار میں نہیں، اور بغیر عزت کے زندگی ایک ایسا بار ہو جائے گی جسے میں اُٹھا نہ سکوں گا۔ پھر کانپتے لبوں سے اپنے سُسر ہوریشس سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ ایڈیو کو پیغام پہنچا دینا۔ اُس سے بہ شفقت و نرمی سلوک کرنا۔ بے چاری کا دل آگے ہی زخمی ہو چکا ہے۔ لیکن ذرا بھی بے اُمید نہ ہونے دینا۔

ہوریشس نے چُپ چاپ اپنا سر ہلایا اور اپنے بیٹے کے سہارے عدالت گاہ سے رخصت ہوا۔ اکیولیس، مارکس کے کان میں کہتا گیا۔ میں ابھی تم سے ملوں گا۔ اکیولیس زیرِ حراست نہ رکھا گیا۔ اُس کی سزا ایسی نہ تھی، کہ وہ بھاگ کر بھی اُس سے بچ سکتا اور پھر اُس سفر کے لیے تیاری درکار تھی۔ جب وہ چلے گئے تو فیلکس نے بیٹے کے پاس جا کر رخصت لینی چاہی۔ لیکن غم غصب اور نا اُمیدی سے اُس کی زبان سے لفظ تک نہ نکلا۔ اس کی آنکھوں سے گویا آگ برس رہی تھی۔ اُس نے پروکونسل کی طرف ہاتھ ہلا کر اس کی جھوٹی دوستی پر لعن طعن کی، اور عدالت گاہ سے بھاگ گیا۔ مارکس حراست میں رکھا گیا۔ جہاں سامان آرام و راحت مہیا تھے، وہاں وہ اپنی آئندہ حالت کی بابت فکر کرنے لگا۔ لیکن وہ بالکل تنہا نہ تھا۔ ایک رُوحانی صلاح کار اُس کے ساتھ تھا۔ اور جب اُس نے اُس انعام کی قدر پہچانی جو اُس کے سامنے دھرا تھا اور جسے وہ حاصل کرنے کے لیے اپنی بڑی قربانی گزارنے کو تھا تو اُس کا ارادہ اور بھی مضبوط ہو گیا۔ اُس نے دیکھ لیا تھا کہ میں کیسی صلیب اُٹھانے پر تیار ہو رہا ہوں۔

تیئسواں باب

اِنتظارِ مرگ

اے میرے بیٹے! خداوند کی تنبیہ کو ناچیز نہ جان اور جب وہ تجھے
ملامت کرے تو بیدل نہ ہو۔ کیونکہ جس سے خداوند محبت رکھتا ہے
اُسے تنبیہ بھی کرتا ہے۔ (عبرانیوں ۱۲: ۵-۶)
کیونکہ وہ بنی آدم پر خوشی سے دُکھ مصیبت نہیں بھیجتا۔ (نوحہ ۳: ۳۳)

ہوریشس اور اُس کا بیٹا اگنیوشس، مارکس کے مکان کو چلے کہ مصیبت زدہ دیویہ کو سارا حال بتائیں۔ مارسلا بھی وہیں مغموم و پریشان بیٹھی تھی کہ اُن دونوں مسیحی سپاہیوں کے سیزیٹس کی عدالت میں طلب کئے جانے کا نتیجہ بغور سنے۔ جس وقت ہوریشس اور اگنیشس دیویہ کے کمرے میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دونوں گھٹنوں کے بل اوپر سے اُس قوت کو طلب کر رہی ہیں، جو اُن میں نہ تھی۔ دروازے کے کھلتے ہی وہ چونک کر اُٹھ کھڑی ہوئیں اور پریشان اور آبدیدہ ہو کر انہیں دیکھنے لگیں اور اُن دونوں کے چہرے کا رنگ آن کی آن میں بدل گیا۔ مارسلا نے جو اپنے خاوند کو آزاد اور بے حراست پایا تو کچھ دیر کے لیے سب کچھ بھول کر اُس کی طرف لپکی اور خوشی اور شکر گزاری کا نعرہ مار کر اُس کے سینے سے جا لگی۔ لیکن دیویہ اپنے پیارے مارکس کے لیے یونہی چشم براہ رہی وہ

اُسے کہیں نظر نہ آیا۔ اُس کا دل اندر ہی اندر ٹوٹنے لگا اور اُس کی آنکھوں کے آگے تاریکی چھا گئی۔ اُسے بولنے کی ہمت نہ رہی، اور جب اُسے اپنے باپ کے فرزدہ چہرے سے اپنے فکروں اور خیالوں کے رُو براہوتے پایا تو اُس کے زرد ہونٹوں پر لرزہ طاری ہو گیا۔

ہوریشس نے نزدیک ہو کر اپنے بازوؤں سے اُسے سنبھال لیا، اور اُس کے گرتے بدن کو تخت پوش پر بٹھایا۔ اور اُس خوبصورت شیریں چہرے سے اُس کی رُوح کی جانکنی کو عیاں پاکر اُس کے رُخساروں سے آنسو رواں ہو گئے۔ اُسے کلام کی جرأت نہ رہی لیکن دیوتیہ بڑی کوشش سے اُٹھی اور اُس کے دونوں ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر بڑی حسرت بھری نگاہوں سے اُسے دیکھا اور بڑی کوشش سے ضبط کرتے ہوئے آہستگی سے کہنے لگی۔

ابا جان! مجھے سب حال بتایئے۔ میں برداشت کرسکتی ہوں۔ کیا اُنہیں موت کی سزا ملی؟

ہوریشس نے جواب دیا۔ میری بیٹی فی الحال تو حکم بڑا سخت ہے اور مارکس کی درخواست کے خلاف کہ اُسے کسی قسم کی اُمید دلائی نہ جائے اُس نے یہ بھی کہا شاید یہ سزا معاف ہو یا کم کی جائے۔

اس جاں نثار بیوی نے اپنے باپ کے چہرے پر ویسے ہی پُرحسرت نگاہ کے ذرم غیر معمولی آواز سے پُوچھا ابا جان کس شرط پر۔

ہوریشس نے ذرا تامل سے کہا۔ اس شرط پر کہ شہنشاہ کے فرمان کی تابعداری کرے۔

دیو بیہ نے پھر پوچھا کیا کوئی اور اُمید نہیں؟

اور اُس کے باپ نے اُس کی دل شکن نگاہ سے مُنہ پھیر کر غمناک لہجہ میں کہا۔

افسوس مجھے خوف ہے کہ کوئی اور اُمید نہیں۔

اُس کے سینہ سے بے اختیار آہ نکلی اور کہنے لگی تو پھر میرے مارکس کو کیا ہوا۔ میرا شریف خاوند مجھ سے پیشتر قبر میں جائے گا اور آسمان میں اپنے اجر کو پائے گا؟ میں بھی جلدی اُس کی پیروی کروں گی۔

تھوڑی دیر تو وہ چپ رہی۔ اُس کا دل اُس کو جواب دے گیا۔ غم کا طوفان چڑھ آیا اس سے اُس کے پراگندہ دماغ کو کچھ آرام ہوا اور وہ خبط الحواس ہونے سے بچ گئی۔ وہ نہایت ماندہ ہو کر گر پڑی اور دیر تک چُپ چاپ بے حس وحرکت پڑی رہی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور اُس کے ہاتھ یُوں بندھے تھے جیسے دُعا کر رہی ہو۔ کوئی بھی اُس کا مخل نہ ہوا۔ کون ایسی روح کو تسلی دے سکتا تھا۔ سوائے خدا کے کوئی اور نہیں اور وہ اُسی سے باتیں کر رہی تھی۔ اُس نے اپنی روح کو اُس کے حضور بے فائدہ پیش نہ کیا۔ جس فضل اور قوت اور تسلیم و رضا کے لیے وہ دُعا کرتی تھی، اُسے مل گیا۔ اور دیو بیہ کو توفیق ملی کہ اپنے آپ کو اور اپنے خاوند کو اپنے موعودہ خدا اور نجات دہندہ کے ہاتھوں سونپ دے اُسے یہ بھی توفیق ملی کہ اپنے دیگر عزیزوں کی حالت کا بھی خیال کرے۔

اپنی جگہ سے اُٹھ کر اُس نے مارسلا اور اکٹیولیس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑی محبت سے کہنے لگی۔

میرے پیارے بھائی اور بہن، میں بڑی خود غرض ہوں۔ میں نے صرف اپنے

غم ہی کا خیال کیا اور آپ کی خوشی کو بھلا دیا ہے۔ اکنیولیس تم آزاد ہو۔ میں تم سے اتنا بھی نہیں پوچھتی کہ تم نے اپنی آزادی کس کمینہ پن سے تو حاصل نہیں کی جس کی مجھے تم سے اُمید نہیں۔ لیکن یہ تو بتاؤ تم سے کیوں ایسا نرم سلوک ہوا، اور اُسے ہاں اُسے جو صرف تمہارے تصوّر میں شریک تھا ایسی سخت سزا ملی۔

اکنیولیس: میں صرف اس لئے آزاد ہوں کہ آرسینیا کے جنگلوں میں عمر بھر کی جلاوطنی کی تیاری کروں۔ میں اپنی سزا سے خوش ہوں، کہ مارسلا کے لئے میری جان بخشی ہوئی۔ لیکن کاش میں آزاد ہوتا۔ ہائے مجھے آزادی ہوتو ابھی ایک منٹ ضائع کئے بغیر روم کو بھاگ جاؤں اور شہنشاہ کی منت کروں اور اُسے یاد دلاؤں کہ مارکس کا اُسے کیسا ممنونِ احسان ہونا چاہیے۔ کیا وہ ایسے شخص کی زندگی یوں ہی لے سکتا ہے جس کی جرأت اور استقلال سے وہ خود قتل ہونے سے بچا! آہ نا ممکن ہے اوہ پیاری بہن مجھے یوں تم سے کلام نہ کرنا چاہیے، مجھے تو کوشش کرنی چاہیے کہ تمہیں آنے والی مصیبتوں کے لئے تیار کروں۔

دیوییہ: اکنیولیس میں تیار ہوں جو کچھ میرا خدا بہتر سمجھتا ہے کہ میری زندگی کے اُن چند دنوں میں مجھ پر مصیبت لائے، اُسے برداشت کرنے کو تیار ہوں۔ غم گو انسان کو آہستہ آہستہ مارے پر وہ مارتا ضرور ہے میں جلدی اپنے خاوند اور لڑکی کے ساتھ وہاں ہوؤں گی جہاں تمام آنسو پونچھے جاتے اور جہاں غم نہیں۔ لیکن یہ تو بتاؤ، کیا میں اس پیاری صورت کو زمین پر پھر کبھی نہ دیکھوں گی۔ ہائے کیا وہ پیارا چہرہ پھر کبھی مجھے اپنے تبسم سے خوش نہ کرے گا، جب تک کہ ہم اپنے شفیع کی مبارک رفاقت میں باہم پھر نہ ملیں۔

اکنیولیس: نہیں دیوییہ۔ پروکونسل ایسا نامہربان نہیں۔ اُس نے بیوی اور دوستوں

کو اُسے ملنے کی اجازت دی ہے۔ اور یہ اِس اُمید پر ہے کہ اُن کی کمزوری اُس کی دلیری پر غالب آئے اور وہ محبت جو اُسے اپنی بیوی اور باپ سے ہے۔ مسیح کی محبت سے مضبوط ثابت ہو۔

دیویہ: تو پھر وہ نہ مارکس اور نہ ہی اُس کی بیوی سے واقف ہے اور اب اُس کی ذاتی شجاعت اور مزاج اُس کے چہرے سے ظاہر ہُوا۔ اس کے ساتھ ہی خدا کی مدد موعودہ پر ایمان کامل پایا جاتا تھا اور وہ کہنے لگی۔ اوہ اُسے ذرا بھی معلوم نہیں کہ مسیح کی محبت وہ وفاداری کیا ہے جو غریب، کمزور و نحیف بندوں کو توفیق دیتا ہے کہ موت کے خطرے کو باتوں میں اُڑائیں۔ اور بڑے صبر سے دُنیاوی نقصان کو ہیچ سمجھیں۔ اُس کا مدعا اور خیال کچھ ہی کیوں نہ ہو، میں اُس کی اجازت کو شکر گزاری سے قبول کرتی اور خدا کی مدد سے مارکس کی تاریک اور پُر خار راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالوں گی، بلکہ اُس کی آزمائش کے تمام وقتوں میں اُس کی رفیق اور مددگار ٹھہروں گی۔ مجھے معلوم نہ تھا میں ایسی زورآور اور توانا ہو سکتی ہوں۔ دیویہ کے دردمند رشتہ دار اُس کی مقدس توکل کی باتیں سن کر حیران رہ گئے اور اُس کے چہرے کی طرف بڑے پیار اور حیرانی سے دیکھنے لگے ہاں اس چہرے کی طرف جو آسمانی محبت اور اُمید سے منور تھا۔ ہورینشس کو تو اُس کی دلیری و ثابت قدمی ایک معجزہ معلوم ہُوئی لیکن اکنیولیس اور مارسلا جانتے تھے کہ اُس کی یہ قوت کہاں سے آتی ہے، اور اُنہوں نے خدا کا شکر کیا، اور حوصلہ پکڑا کہ اپنی ہلکی مصیبتوں کو اسی دیندارانہ شجاعت سے برداشت کریں۔

دیویہ پھر کہنے لگی۔ میں ابھی اپنے خاوند کے پاس جاتی ہوں ہر ایک گھنٹہ اور ہر

بہت قیمتی ہے۔ آؤ اکنیولیس مجھے اُس کے کمرے میں لے چلو اور مارسلا میرے ابا جان کے ساتھ جاؤ۔ میری ماں اور ہولیس سے کہہ دینا کہ جس بات کا ہمیں کھٹکا تھا وہی واقع ہوئی ہے۔ اُن سے کہو کہ مارکس اور اُس کی بیوی کے لیے دعا کریں۔

نقاب اوڑھ کر اپنے بھائی کے بازو پر سہارا کئے دیویہ قید خانے کے دروازے پر آ پہنچی۔ سپرنٹنڈنٹ کے حسب حکم وہ مارکس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ اکنیولیس باہر کے کمرے میں بیٹھا رہا۔ اُس نے بہتر نہ جانا، کہ اس غم آگیں ملاقات میں مخل ہو یا جو گفتگو ملزم خاوند اور اُس کی اعلیٰ حوصلہ جاں نثار بیوی کے درمیان ہو رہی تھی اُس میں رُکاوٹ ڈالے۔

آدھے گھنٹے کے بعد دروازے پر دستک سنائی دی۔ دروازہ کھلنے پر مارکس نے نکل کر اکنیولیس کو اندر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ غمگین دروازہ پھر بند ہوا، اور تینوں مسیحی رشتے دار اکٹھے ہوئے۔ اکنیولیس اپنی بہن کی اعلیٰ حوصلہ اور مضبوط دلی سے بخوبی واقف تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ وہ کیسی صادق و دیندار اور ہر ایک بات میں کیونکر خدا کے ہاتھ کو دیکھتی اور اُس کی مرضی کو تسلیم کرتی ہے۔ اُسے یقین تھا کہ وہ ایسے خیالات اور جذبات دل کا اظہار نہ کرے گی جن سے اُس کی مصیبتوں کی تلخی اور بھی بڑھے، یا اُس کے اعلیٰ کردار کی اُستواری میں فرق آئے۔

اس دردانگیز ملاقات کے وقت بھی اُس کو مستقل مزاج دیکھنے کی اُسے اُمید تھی۔ لیکن وہ اس فوق الخلقت مقدس خوشی اور فتح مندی کا نشان جو اُس کے چہرے سے عیاں تھا دیکھنے کو تیار نہ تھا۔ بیشک اُس کے چہرے پر آنسوؤں کے نشان ظاہر تھے۔ ان

ظاہر تھا کہ اُس کے دل میں کیا کیا کشمکش ہو چکی تھی، لیکن آسمانی ایمان اور اُمید کے سامنے یہ سب خیال جاتے رہے تھے۔ اور اس غم واندوہ کے بعد ایک ایسی سلامتی چھا گئی تھی جو اس دُنیا کی نہ تھی۔ اُس نے اُٹھ کر اپنے بھائی کا ہاتھ جو اُس کی نسبت زیادہ کانپ رہا تھا پکڑ لیا۔ اور بڑے جوش سے ملا کر کہا اکنیولیس میں جانتی تھی۔ میں جانتی تھی میرے خاوند کا ایمان جاتا نہ رہے گا۔ سخت مصیبت میں بھی خدا کا شکر کر سکتی ہوں کہ میں نے دھوکا نہ کھایا۔ یہاں اس دُنیا میں ہمیں شاید ایک دُوسرے سے جدا ہونا پڑے لیکن یہ جدائی صرف کچھ دیر کے لئے ہے ہم جلد باہم ملیں گے، پھر جدائی کے صدمے ہمیں کبھی اُٹھانے نہ پڑیں گے۔ اور اکنیولیس مصلوب اور جی اُٹھے ہوئے خداوند کے مومنین کو یہ کیسی مبارک اُمید عطا ہوئی ہے۔

اکنیولیس: میری بہن اُس پر یقین و اُمید کے لئے جو اس وقت بھی تمہیں سنبھالے ہے خدا کا شکر ہو اور اس مضبوط ایمان کے لئے بھی جو اُس نے ہمارے پیارے مارکس کو دیا، خدا کے مُبارک نام کا ہزار ہزار شکر ہو۔ دیویہ! مجھے اس پر بھی شک نہ ہوا۔ گو انجیل پر ایمان لانے میں وُہ ہم سے پیچھے رہا، لیکن رُوحانی نشوونما اور آسمانی نعمتوں کی ترقی میں وُہ ہم سے سبقت لے گیا۔ اور یہاں اُس نے مارکس کی طرف پھر کر اور اُس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ مسیح میں میرے پیارے بھائی! اس مصیبت میں تُمہاری ایسی شجاعت اور اطمینان کے اظہار سے میں نادم وشرمسار ہوں میں ایسے ہلکے بوجھ کے اُٹھانے سے ڈرتا ہوں۔

اوہ! اگر ہم دونوں کو اکٹھے جلاوطنی میں جانا پڑے تو میرے دل سے یہ غم کا بار

کیسا اثر جائے۔ آرمیدیا کے جنگلوں میں بھی ہم کیسے خوش وخرم رہیں اور جنگل میں ایک چھوٹی سی کلیسیا ہے۔ اب ہمیں اُس پُر جلال وقت کا چشم براہ ہونا چاہیے، جب ہم نے عہد کے درمیانی کے حضور کامل کیے ہوئے راستبازوں کی رُوحوں کے ساتھ اکٹھے ہوں گے۔ خدا معلوم ہمیں بھی شہادت کی تنگ اور خاک آلودہ راہ میں تمہارے پیچھے پیچھے آنے کی کب طلبی ہو۔

مارکس: میں نے بار ہا شہنشاہ کی خاطر اور بہادروں میں نام پیدا کرنے کے لیے بے خوف وخطر موت کا سامنا کیا اور وحشیوں کے خنجروں پر بھی جا لپکا۔ کیا مسیح کی خاطر میں اپنی جان کی قربانی کو کوئی بڑی چیز سمجھوں اور اپنے خدا اور نجات دہندے کے ہاتھوں سے آسمانی تاج پانے اور فرشتوں کی مُبارک بادی سُننے کے لیے زمینی برکتوں کے چھوڑنے سے انکار کروں؟ اوہ اکیتولیس۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اگر اس زمین پر میرا ایک رشتہ نہ ہوتا تو اُس ابدی زندگی کے خیال میں جلد داخل ہونے کے خیال ہی سے میں خوش کرتا۔ لیکن اُس سے جُدا ہونا جس کی قدر میں نے ابھی پہچانی اور جس کے آرام وراحت کے بہم پہنچانے کی مجھے برسوں تک اُمید تھی بڑا مشکل ہے۔ یہ مشکل معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ایک سرد مہر اور ظالم دُنیا میں جس سے وہ آگے ہی بہت مصیبتیں اُٹھا چکی ہے بے سرو سامان چھوڑ جاؤں۔ لیکن میں جانتا ہوں یہ کس نے کہا ہے۔ ''تیری بیوائیں مجھ پر توکل رکھیں۔'' اور میں بڑے توکل سے اُس کی پدرانہ حفاظت اور محبت کے اُسے سپرد کرتا ہوں۔ اکیتولیس! اب سے تم اُس کے لیے بھائی سے بڑھ کر ہونا۔ میں نے اُسے اپنی خواہش بتادی ہے کہ وہ جلاوطنی میں تمہارے اور مارسلا کے ہمراہ جائے۔ وہاں وہ اپنے

بچے اور مجھے کے ساتھ سلامتی سے رہے گی، اور آسمانی صداقت کے راہوں میں بے رکاوٹ اُنہیں تربیت دے گی۔ پھر اُس کے چہرے کو جو زمین پر جھکا تھا اور اُس کی آنسو بھری آنکھوں کو بنظرِ شفقت دیکھ کر کہنے لگا۔ شاید اس کے لئے بہتر ہوتا کہ میری مہلت کم ہوتی اور میری سزا فوراً مل جاتی یہ پُر فکر تذبذب کی حالت اصل صدمہ سے زیادہ مضر ہے اور میری پوچھو تو مَیں شکر گزاری سے ہر ایک ساعت کو کہ جس میں اُس کے پیارے چہرے کو دیکھوں اور اُس کی شیریں آواز کو سنوں قبول کرتا ہوں۔ اُس کے ساتھ ہوتے ہوئے مَیں اپنی آنے والی مصیبت کو بھول جاتا ہوں۔

دیویا! کاش میرے مارکس۔ مَیں تمہاری قید اور موت میں شریک ہو سکتی اور پھر گھٹنوں کے بل ہو کر اُس نے مارکس کے ہاتھ پکڑ لئے اور اُس کے چہرے پر حسرت انگیز نگاہ ڈال کر کہنے لگی "مجھے اجازت دیجیے کہ بُت پرست پروکونسل سے جا کر کہوں کہ مَیں نے آپ کے مکان پر مسیحیوں کو جمع کیا اور مَیں کمبخت بُت پرستوں کو یسوع مسیح اور اُس کی نجات کی خبر دیتی رہی۔ مَیں نے اُنہیں سکھایا کہ لکڑی اور پتھر کے معبودوں کو چھوڑ کر اپنے آسمانی خُدا کے آگے گھٹنے ٹیکیں اور اگر شاہ سویرس کے قوانین کی خلاف ورزی کی سزا موت ہے تو مَیں بھی شہادت کے تاج کی حقدار ہوں، اور میرے عزیز مَیں تمہارا غم کرنے کو کیوں جیتی رہوں۔ اجازت ہو کہ مَیں بھی آپ کے ساتھ جان دُوں۔"

مارکس کا دل اس غم کے اظہار پر ٹوٹ ہی تو گیا۔ اُس کے بدن کے ایک ایک عضو پر کپکپی طاری ہو گئی۔ اُس کی بیوی ہمیشہ استقلال دکھایا کرتی تھی لیکن اب اُس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اُس نے اُسے زمین سے اُٹھا کر چوبی نشست گاہ پر جو اُس کا وَق کا کام

دیتی بٹھا لیا، اور جب وہ اپنی آواز کو ضبط میں لا سکا تو بڑی علیمی لیکن استقلال سے جواب دیا۔

میری دیویہ! تمہارا ایمان کہاں ہے؟ خدا کی تنبیہ کو ناچیز نہ جان، اور جب وہ تجھے جھڑکے تو بے حواس مت ہو۔ کیونکہ جسے خداوند چاہتا ہے اُسے وہ تنبیہ کرتا اور جس بیٹے کو قبول کرتا اُسے جھڑکتا بھی ہے۔ وہ ہماری بہتری کے لئے ہمیں تنبیہ دے رہا ہے۔ اُس کی چھڑی کی ضرب سے بھاگنا واجب نہیں نہ خواہ مخواہ بلا طلب اُس کی ضرب اُٹھانا نہ اُس کی چوٹ سے بے حواس ہو جانا۔ اے میری نیک بخت بیوی! یہ میرا کام نہیں کہ میں جو اتنی دیر تک ایمانداروں کو ستانے والا ہاں تمہارا ستانے والا رہا ہوں، اور تمہیں بتاؤں کہ نیکی کا فرض خدا کی مرضی کو جاننا اور تسلیم مطلق کا اظہار کرتا ہے۔ تم یہ بخوبی جانتی ہو اور اس کا اظہار بھی کر چکی ہو۔ اب میں تمہیں صرف یہی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ جس آسمانی باپ نے تمہارے خاوند کے ہاتھ ہی سے تمہیں سخت مصیبتیں پہنچائیں، اب اُس نے بہتر سمجھا کہ تمہارے تائب خاوند کو اس دُنیا سے بلا لے۔ اور تمہیں خود ہی تنبیہ کرے کہ تم جلال کی بادشاہت میں تخت پانے کے قابل ٹھہرو۔ کچھ اور صبر برداشت کرو۔ ہماری مصیبتیں جلد ختم ہوں گی، اور ہم اُس کی حضوری میں باہم اکٹھے ہوں گے جس نے ہمیں اپنے لہو سے دھویا اور اپنے حضور ہمیں بادشاہ اور کاہن ٹھہرایا۔ دیویہ وعدہ کرو کہ میری یہ آخری درخواست پوری کرو گی۔ وعدہ کرو کہ جب تک خداوند تمہیں اجازت دے اپنے ایمان کا انکار کئے بغیر اپنی جان سلامت رکھ سکو اور تم اُسے ضائع نہ کرو گی۔

دیویہ نے بڑی رقت آمیز لہجے سے کہا ہاں مارکس میں وعدہ کرتی ہوں۔ مجھ

اُس کے چہرے پر وُہ سلامتی چھا گئی جو اکنیولیس نے اندر آتے وقت پائی تھی اور مضبوط جذبات اور انسانی کمزوری کا شور ختم ہو گیا۔ ہاں میں وعدہ کرتی ہوں اور تُمہاری شکر گزار رہوں گی کہ تُم نے مجھے یاد دلایا کہ مَیں خود غرضی اور دیگر خیالات کو راہ دے رہی تھی۔ اور میرے خاوند! میرے پیارے مسیحی خاوند تمہارے لبوں سے الٰہی صداقت اور مقدس تنبیہ کی باتیں سُننا میرے لئے بہشت ہے۔ یہ معلوم کرنا بے شک بہشت میں رہنا ہے کہ اب جو ہماری رُوحیں مسیح میں ایک ہو گئی ہیں، اُنہیں موت بھی جُدا نہیں کر سکتی۔ مَیں تُمہارے ایمان کی پیروی کرنے کی کوشش کروں گی۔ خُدا کی مدد سے مَیں اپنی کمزوری پر ایسا غلبہ پاؤں گی اور اپنے دل شکستہ کی آہ و فغاں کو ایسے روکوں گی کہ میری ملاقات تُمہاری رُوح کے لئے کوئی رُکاوٹ نہ ٹھہرے، بلکہ تُمہاری مدد کرے گی کہ اپنی لڑائی کو خُوب لڑو، اور اپنا ایمان بچا رکھو۔ ہاں موت تک بھی محفوظ رکھو۔

مارکس نے شکر گزاری کی نگاہ آسمان کی طرف اُٹھا کر کہا۔ اَے میری اعلیٰ حوصلہ دیویہ اب مجھ سے رُخصت ہو۔ وُہ وقت جو زمینی رفاقت کے لئے مجھے عنایت ہُوا ختم ہو گیا۔ اور اب اپنے خُدا اور اپنی رُوح سے چپ چاپ گفتگو کرنے کا وقت ہے۔ پھر نئے عہد نامہ کی ایک چھوٹی سی جلد نکال کر کہا۔ "دیکھو مَیں بغیر ہتھیار باندھے اپنی جنگ پر نہیں آیا۔ مَیں صداقت کا چراغ اپنے ہمراہ لایا ہُوں کہ اس اندھیری جگہ میں مجھے روشنی دکھائے اور مَیں تنہا اور اُداس نہ رہوں۔" میری پیاری بیوی خُدا حافظ! مَیں ہر دم تمہاری راہ دیکھتا رہوں گا۔ کل تُم اسی وقت آنا۔

پہرے دار نے دروازہ کھول دیا، اور اکنیولیس دیویہ کو لے کر باہر آیا۔ دروازہ

پھر ویسے ہی حفاظت سے بند کیا گیا۔ وہ اپنے ویران گھر میں آئی۔ اس دل سوز ملاقات کے بعد وقت بڑی اُداسی اور رنج میں گزرا لیکن ویویا اپنے خاوند سے وعدہ کر چکی تھی کہ میں قوت کی تلاش کروں گی اور اُس نے تلاش کی اور اُسے پا بھی لیا اور پھر قوت اُس سے کبھی جاتی نہ رہی۔

ہورینشس کی درخواست پر پروکونسل نے اکئینولیس اور مارسیلا کو اجازت دی کہ اپنی جلاوطنی تک ویویا کے پاس ٹھہریں۔ انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ اُن کا جانا کب ہوگا۔ انہیں صرف یہی اطلاع دی گئی کہ اُس پہلے جہاز میں جو اُس طرف کو جاتا ہو تمہیں جانا ہوگا۔ اُن کے مکان پر پہرہ لگایا گیا کہ مارکس کا سارا مال و متاع ضبط کیا جائے اور اکئینولیس کے حال چال کی بھی نگرانی رکھی جائے، کہ وہ کسی اور جگہ نہ بھاگ جائے۔ البتہ اُسے اجازت تھی کہ پہرے کے دو تین سواروں کو ہمراہ لے کر شہر کے کسی حصہ میں جائے اور اپنی جلاوطنی سے پیشتر جو چاہے انتظام کرے۔ جرمانے کے ادا کرنے کے بعد اُس کے پاس بہت کم روپیہ باقی رہ گیا جس سے مہذب زندگی کے سامان بہم پہنچائے، جن سے وہ چاہتا تھا کہ اپنی بیوی کی جلاوطنی کی تلخی کو دُور کرے۔ لیکن وہ جسمانی راحتوں سے بے پرواہ تھی۔ اُس کی زوج اُس بڑی برکت کے لیے شکر گزاری سے بھری تھی کہ میرے خاوند کی جان بخشی ہوئی۔ بہادر مارکس کی مصیبت اور اُس کی قابل نمونہ بیوی سے ہمدردی دکھانے میں اُسے اور سب باتیں بھول گئیں۔ لیکن پورشیا اور اُس مصیبت زدہ نا خود پرست ویویا کو یہ باتیں نہ بھولیں۔ باوجود اس غم کے جو اُس کی زوج کو کھا رہا اور اُس کی قوت کو دن بدن زائل کر رہا تھا اس بہادر عورت نے اپنی سہیلی اور بہن کے

آرام کے بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔ اور یہ کوشش ہی اُس کے لیے نئے اسباب برکت ٹھہری اور اپنے سخت غم کی یاد تھوڑی دیر کے لیے اُسے بُھول گئی۔ اُس کی توجہ ایک اور کام میں لگی تھی جس میں اُس کا خاوند بھی دلچسپی لیتا تھا، کہ اپنے واجب العزت بشپ کو رہا کرائیں۔ مارکس کی جائیداد ضبط ہو جانے کے باعث وُہ مالی مدد نہ دے سکا، لیکن دیویہ کے پاس وُہ قیمتی تحفے اور ہدیے ابھی تک تھے جو اُسے شادی سے پیشتر ملے تھے۔ سو چند قیمتی زیورات بیچ کر اُس نے وُہ روپیہ پُورا کیا جو بشپ کی رہائی کے لیے مطلوب تھا اور کئی ایسی چیزیں بھی خریدیں جو وُہ جانتی تھی کہ جلاوطنی میں مارسلا کے کام آئیں گی۔ اُس کا دل کہہ رہا تھا کہ تُو اس جلاوطنی میں شریک نہ ہوگی، اور اس لیے اُس کی بڑی آرزو تھی کہ اپنے بھائی اور سیلی کے لیے ایسے اسباب مہیا کرے جو اُس کی محبت کی یادگار رہوں۔

یُوں ہی دن گزرتے گئے۔ دیویہ کے نزدیک تو بڑی جلدی سے گُزرتے جاتے تھے اور وُہ بڑی مصیبت اور فکر کے دن تھے۔ ہاں ایسی فکر و حسرت کہ بعض اوقات اُس کے مضبوط دل کے ٹوٹنے اور اُس کے ہوش جاتے رہنے کا احتمال پیدا ہو جاتا تھا۔ وُہ جانتی تھی کہ اس جوش اور اُمید کی دردانگیز حالت کے بعد مایُوسی کی شب تاریک چھا جائے گی اور گو وُہ چاہتی تھی کہ اُس کی آزمائش کا وقت پُورا ہو اور اُس کا پیارا مارکس اپنے آرام میں داخل ہو، تاہم وُہ ہر ایک دن کے لیے جو اُس کی زندگی میں بڑھتا جاتا تھا، دل سے شکر گزار تھی۔ ہر روز اُس کی کوٹھڑی میں اُسے دو گھنٹے رہنے کی اجازت ملتی تھی کہ اپنی پچھلی باتوں کا بیان اور اپنی آئندہ حالت کا ذکر کرے۔ اور اُس کے ساتھ مل کر دُعا اور نجات اور

اُمیدوں کے خدا کی ستائش بھی کرے۔ کبھی کبھی دیویا اپنے ننھے بچے اور اپنے بھتیجے بیٹے کیملس کو بھی ہمراہ لے جاتی تھی۔ وہ مسیح کے ان جوان شاگردوں کے لیے بڑی سرگرم دُعائیں کرتا اور کیملس کو بڑی موثر تنبیہ دیتا تھا۔ اور اُس لڑکے کے جواب بھی بڑے سادہ اور دیندارانہ ہُوا کرتے تھے۔

اس قیدی کے سب احباب اور رشتہ دار اُسے ملنے آئے سوائے فلیکس کے سبھوں نے اُس کی بہادر روح کو تسلی اور جُرأت دلانے کی کوشش کی۔ اُس نے اس فضل کے لیے جو اُس کے مالک نے اُسے عطا کیا خوشی اور خدا کا شکر کیا۔ لیکن فلیکس تھا کہ اُس کی تمام اُلفت و محبت قصداً اُسکے غرور و تکبر میں چھپ جاتا تھا۔ اُس نے کوشش کی کہ جو کچھ آپ کر چکا تھا اپنے بیٹے سے بھی وہی کرائے، یعنی اُس کے خداوند کا انکار۔ اپنے بیٹے کی موت اور رسوائی کے خیال سے صرف غم ہی اُس کے سینے میں جوش مارتا رہا تھا۔ وہ اس فکر سے دیوانہ ہُوا جاتا تھا کہ سیزینٹس نے مارکس کو ایسی سخت موت کی سزا دلوائی ہے۔ وہ اپنے دل ہی دل میں منصوبے باندھ رہا تھا کہ کیونکر اپنے بیٹے کو پروکونسل کے ہاتھوں سے چھڑائے اور آخر اپنے جھوٹے دوست سے بدلہ بھی لے۔

آخر اُس نے دلیلوں سے ترغیب و پیار اور غصہ سے کوشش کی کہ مارکس کے ارادے کو ہلا دے، لیکن سب بے فائدہ۔ جب اُس نے جان لیا کہ یہ سب ذریعے بے فائدہ ہیں اور مارکس نے صبر و استقلال سے ٹھان لیا ہے کہ اس سزا کو اُٹھائے تو اُس نے یہ کہہ کر دفعتہً اپنے بیٹے سے رخصت لی۔

''تو پھر میں تُمہارا منہ کبھی نہ دیکھوں گا۔ تُم اس خیال میں اپنی جان دینا کہ میں

نے اپنی ضد سے اپنے باپ کا دل توڑ دیا ہے۔ لیکن میں بدلہ لیے بغیر نہ رہوں گا۔ میری زندگی کا یہی ایک مدعا اور یہی ایک فرض ہوگی، اور اس کی تحصیل کے لیے میں اپنا سب کچھ نثار کر دوں گا۔ مارکس الوداع" اُس نے اپنے بیٹے سے آخری بار مصافحہ کیا، اور اُس کے چہرے پر ایک منٹ کے لیے غم و محبت ظاہر ہوئے۔ "ہمیشہ کے لیے الوداع۔ میرا خیال تھا کہ تمہیں سب سے بڑی عزت اور رُتبہ پر پہنچا دیکھوں گا۔ میرا خیال تھا کہ اس دُنیا سے اس پُرفخر خیال سے رُخصت ہوں گا کہ میرے بیٹے کی شہرت میرے نام کو اور بھی روشن کرے گی، لیکن یہ دھوکا و خیال جس نے مجھے بھی ایک وقت تباہ کر دیا تھا اب تُم میں آ بسا ہے۔ اور میری تمام اُمیدیں جاتی رہیں۔ تُم اپنے شہنشاہ اور اپنے دیوتاؤں کے نزدیک باغی ہو کر مرو گے، اور مجھے تُمہاری خاطر شرم و رنج اُٹھانا پڑے گا لیکن میں تُمہیں معاف کرتا ہوں۔"

مارکس کو اپنے باپ کے غمزدہ چہرے اور اُس کے غم و مایوسی پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ اُس کے سینے سے جا لگا اور سچی محبت سے ہم آغوش ہو کر کہا۔

میرے باپ: میری خاطر کسی سے بدلہ نہ لینا۔ جو اشخاص میری اس ہلاکت کا باعث ہوتے ہیں میں اُنہیں معاف کرتا ہوں۔ وہ صرف میرے آسمانی باپ کے ہاتھوں میں ہتھیار ہیں جن سے وہ مجھے تنبیہ دیتا اور میرے کمزور ایمان کی صداقت کو پرکھتا ہے۔ میں شہادت کی عزت کے قابل نہیں تاہم فخر کرتا ہوں کہ اپنے رحیم شفیع کی محبت اور قدرت کی موت تک گواہی دوں۔ کاش اُس کا فضل مجھے آخر تک سنبھالے رہے۔ خدا کرے میری موت تُمہیں بُت پرستی کی غلطی اور گناہ کو یاد دلائے اور اس مذہب کی سچائی کی

قائل کرے جسے تم نے کسی وقت اختیار کیا۔ اور وہی اس قابل ہے کہ موت سے اس کا ڈنگ نکال دے اور مومن کی روح کو اُمید۔ سلامتی اور خوشی سے معمور کرے۔ میں تمہاری منت کرتا ہوں، اکیلے سچے خُدا کے تخت پاس جا کر گھٹنے ٹیکو اور اُس کی معافی اور اُس کا فضل چاہو۔ پھر یسوع کو اپنا منجی اور اپنا اُستاد مانو اور وہ خوشی تمہارا حصہ ہوگی جس سے تم اتنی دیر تک محروم رہے ہو۔ اگر میری آزاد روح کو تمہیں مسیح کی کلیسیا میں شامل اور اُس کو پھر اپنا شفیع جانتے اور مانتے دیکھنا نصیب ہوا تو جو مصیبتیں میں اس خوش وآباد فلک تک پہنچنے کے لیے اُٹھا رہا ہوں وہ سب اس برکت کے لیے کافی اجر ٹھہریں گی۔

فیلکس نے چیں بجبیں ہو کر کہا مارکس: بس چپ رہو نفرتی مضمون کو پھر میرے سامنے معرضِ کلام میں نہ لاؤ۔ میں نے زندگی میں اپنا طریق چُن لیا ہے۔ میں نے اپنی قسمت ٹھہرالی ہے، اور اسی کے نتیجہ پر قائم رہوں گا۔ مسیحی کبھی یہ کہنے کا موقع نہ پائیں گے کہ اُنہوں نے پہلے میرے بیٹے کو دھوکا دے کر اور اُسے ہلاکت تک پہنچا کر مجھے اپنی بیہودگیوں کی طرف مائل کیا۔ اوہ میرا بس چلتا تو اس ساری قوم کا نام ونشان مٹا دیتا اور اس گندی تعلیم کو جس سے بنی آدم پر ایسی ہلاکت آئی ہے حرفِ غلط کی طرح مٹا ڈالتا۔

مارکس نے رقت سے جواب دیا اے میرے باپ تمہاری منت کرتا ہوں جو غلطی تم مسیحی ایمان کے چھوڑنے میں کر چکے ہو اب اُس کی مقدس نجات بخش تعلیم پر بہتان لگا کر اسے اور نہ بڑھاؤ۔ میں تم سے کچھ اور نہ کہوں گا لیکن خُدا ہی اپنی رحمت سے جس کے تم قصوروار ہو تمہیں توبہ کی طرف مائل کرے اور سچائی کی پہچان دے۔ تمہاری روح میں اُسی کے سپرد کرتا ہوں اور اُسی کو اپنا بدن جان اور روح سونپتا ہوں کہ جیسا بہتر جانتا

سے اپنے جلال کے بڑھانے اور اپنے مومنین کے ایمان کو مضبوط کرنے کے لیے ان سے کام لے۔ میں اپنی کوئی مرضی رکھنا نہیں چاہتا بلکہ چاہتا ہوں کہ اُس کی مرضی میری مرضی ہو جائے۔ میں جانتا ہوں یہ ہلکی مصیبتیں تھوڑی دیر کے لیے ہیں اور اُس کے فضل سے ان سے جلال اور خوشی کا بہت کام نکلے گا۔ اَے میرے باپ خدا کرے میں اُس اگلی مُبارک دنیا میں تمہیں خوش آمدید کہوں جہاں میں چند ہی دنوں میں اپنے لباس کو دھو کر اور برے کے خون میں سفید کر کے جا پہنچوں گا۔ بھلا کون شخص اس زمین پر چند اور برس رہنے کے خیال سے ایسی پُرجلال اُمید کو چھوڑ دے۔ ہاں کون شرم اور رنج کی زندگی کے لئے یہ سب کچھ چھوڑے۔

جب مارکس کے مُنہ سے یہ آخری الفاظ نکلے تو فیبئس کے چہرے پر ایک مُردنی سی چھا گئی اُس کا ضمیر اُسے بتا رہا تھا کہ ہاں اُس نے سچ کہا۔ لیکن وہ ابھی تک تنگی کی تہمت اور گناہ کے بند میں تھا اور چاہتا بھی نہ تھا کہ گناہ اور شیطان کے بندھنوں سے بھاگ کر اُس نجات کی تعلیم میں سلامتی کو تلاش کرے۔ جسے اُس نے جانا لیکن رد کر دیا تھا۔ مارکس کے ایسے ایمان اور توکل کے اظہار پر اُس کا غصہ اپنے بیٹے پر بھڑکا کیونکہ اُس کے شریفانہ سلوک کو دیکھ کر نادم ہُوا جاتا تھا اور پہلے کی نسبت اُس سے زیادہ نرمی سے رخصت ہُوا، اور رخصت ہوتے وقت اُس کا دماغ انتقام اور بدلہ لینے کے منصوبوں میں مصروف تھا۔

دیگر احباب و اقارب ان منصوبوں میں لگے تھے کہ یہ موت کی سزا منسوخ ہو۔ دیوتیہ کے جان نثار مسیحی بھائی ہُولیس نے ملاحظہ کیا کہ غم و اندوہ سے اُس کی بہن کی حالت

دن بدن کیسی ابتر ہوتی جاتی ہے اُس کی زوجہ اس فکر میں تھی کہ اُس کے خاوند کی جان کو بچائے۔ اور اُس کے غم کو خوشی سے بدل دے گو اُسے اپنی جان پر بھی کھیل جانا کیوں نہ پڑے۔ اُس نے پلاڈیس اور سکندولس سے اس مقصد کا اظہار کیا اور مارکس کے بت پرست دوست سلیمیس کی مدد بھی حاصل کی۔ وہ اُس کی جرأت اور جان نثاری کا تو مداح تھا لیکن اس مسیحی اُصول کی قدر جس سے پولیس متحرک تھا نہ پہچانی۔ پولیس کا منصوبہ یہ تھا کہ جس وقت مارکس کے احباب کو ملاقات کرنے کی اجازت ہوتی ہے اُس وقت اپنے تینوں دوستوں کو ساتھ لے کر قید خانے میں جائے اور پھر اُسے اُمید تھی کہ مارکس کو سمجھا لوں گا کہ میرا لباس پہن لے جو کھلا اور لمبا ہونے کے باعث اُسے ٹھیک آ جائے گا۔ اور شام کے وقت وہ اپنے رفیقوں کے ہمراہ باہر نکل کر آزادی پائے اور پولیس خود زندان میں ٹھہرے اور اگر ضرورت پڑے تو اُس کی سزا بھی اُٹھائے اور اپنی جان پر کھیل جائے۔ یہ انتظام پورا ہو گیا تھا کہ اُسے کارتھیج سے فوراً بھگا کر کسی دور شہر میں لے جائیں۔ سب کام تیار تھا سوائے ایک امر کے کہ جس شخص کی جان بچانے کے لیئے یہ سب تدبیریں ہو رہی تھیں کسی طرح اُس کی منظوری لی جائے اس بارے میں پولیس کو کچھ شک تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میرا بہنوئی کبھی بھی نہ مانے گا کہ وہ خود تو رہا ہو اور کوئی اُس کے بدلے سزا اُٹھائے۔ لیکن اُسے اُمید تھی کہ اُسے سمجھاؤں گا کہ دیویہ کی خاطر جان بچانا ضروری ہے اور میرا خطرہ یقینی نہیں ہے۔ اُمید نہیں کہ مارکس کی پوری سزا مجھے دی جائے اور اگر ایسا ہو بھی تو میں کیسی خوشی سے اپنے بھائی اور دوست کی جان بچاؤں گا۔

ہر ایک تیاری ہو چکی تھی۔ پولیس اپنے رفیقوں سمیت شام کے وقت دیویہ اور

اکنوپیس کے وہاں سے چلے آنے پر وہاں گیا۔ ملاقات کا وقت تو گزر چکا تھا لیکن پہرہ داروں کو کچھ انعام دے کر اُنہیں فوراً باریابی حاصل ہُوئی۔ تھوڑی دیر میں اُنہوں نے مارکس کو سارا حال بتایا، اور جس ثابت قدمی سے اُس نے صاف انکار کیا اُنہیں حیرانی کی بجائے رنج زیادہ ہُوا۔ وُہ جُولیس کی درخواست کو ایک منٹ کے لیئے بھی مان نہ سکتا تھا اور جتنی سرگرمی اور شوق سے جُولیس اُس کی منت کرتا تھا ویسی ہی مضبوطی اور شکر گزاری سے مارکس انکار کرتا تھا۔ جُولیس نے اُسے لاکھ سمجھایا کہ بھائی تُمہاری جان بڑی قیمتی ہے اور مجھے اور جینا ضرور نہیں۔ لیکن بے فائدہ۔ اُس نے ہزار جتایا کہ دیویہ کی زندگی تُمہاری زندگی پر منحصر ہے اور اپنی جان بچانے سے تُم اُس کی جان بچاتے ہو۔ لیکن وُہ کب سُنتا تھا۔ مارکس کو اُس کی جان نثاری اور محبت سے رقت تو ہُوئی لیکن جُولیس نے صاف دیکھ لیا کہ اُس کی اُمیدیں بر نہیں آئیں گی۔ اُس کی وُہ اُمیدیں جن پر اُس نے بڑا دل لگایا اور جن کے پُورا ہونے کی اُسے پوری اُمید تھی اب خاک میں ملتی معلوم ہُوئیں۔ اس کی مایوسی بڑی حقیقی اور صادق تھی اور وُہ زندگی جسے وُہ نثار کرنا چاہتا تھا اب اُسے بارِ گراں معلوم ہونے لگی۔ غم و اندوہ کے مارے یہ چاروں رفیق اس دلاور قیدی کو چھوڑ کر چلے آئے۔ جُولیس کو سچ مچ ایسی مایوسی ہُوئی کہ سب لوگوں کو اُس کی صورت بدلی معلوم ہُوئی۔ لیکن اس کی وجہ کا کسی کو بھی شک نہ ہُوا۔ اُس نے اپنے منصوبے کو کسی پر ظاہر نہ کیا تھا اور دیویہ کو اس دُنیا میں آخر تک معلوم نہ ہُوا کہ اُس کا بھائی اُس کے خاوند کی خاطر جان دینے کو تیار تھا۔

چوبیسواں باب

تاجِ شہادت

خدا ہمارے لئے چھڑانے والا خدا ہے اور موت سے بچنے کی راہیں بھی خداوند خدا کی ہیں۔ (زبور ۶۸: ۲۰)

ایک شام کا ذکر ہے شہنشاہ سویرس اپنے چند مصاحبوں اور افسروں کے ہمراہ شہر روما کے محل میں ٹہل رہا تھا۔ اُس نے بڑی حیرانگی اور خفگی کا اظہار کیا کہ جو خطوط میں نے پروکونسل سیٹرنینس اور ملزم مارکس کے نام بھیجے تھے اُن کا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ سویرس اپنی جان بچانے والے کا نا شکر گزار نہ تھا۔ اُس کے مسیحی ہو جانے کی خبر سُننے پر اُسے نہایت افسوس ہوا اور اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جس طرح ممکن ہو مارکس کو اپنی طرف پھیر لائے۔ گو اُس کے ڈرانے کے لیئے اُس نے اپنے خط میں بڑی بڑی دھمکیاں دی تھیں، تاہم اُس کا ہرگز ارادہ نہ تھا کہ اُس شخص کو جس کی وہ ایسی عزت کرتا اور جس کے سبب اُس کی اپنی جان بچی تھی ایسی سخت سزا دے۔ سیٹرنینس نے یہ بالکل جھوٹ کہا تھا" شہنشاہ کا حکم ہے کہ مارکس کو فوراً سزا دی جائے۔ سویرس نے بڑے زور سے صاف صاف لکھا تھا کہ ملزم کو سوچنے اور غلطی چھوڑنے کا بخوبی موقعہ دیا جائے اور اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے تو کسی قسم کی سزا دینے سے پیشتر اُس کے مقدمہ کی مثل بارعالی میں پیش کی جائے۔

بڑی فکرمندی سے وہ قاصد کی واپسی کا منتظر تھا۔ جس شام کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ اپنے محل کے صحن میں ٹہلتے ہوئے اپنے ہمراز دوستوں سے کہہ رہا تھا۔ ''دیکھو مسیحیت نے ساری سلطنت میں کیسا فتور بیج گیا ہے۔'' اور بڑا افسوس کرتا تھا کہ مارکس اور اکینو جیسے نوجوان ایسی نکمی تعلیم کے قائل ہو گئے۔ اگر اُسے ذرا بھی معلوم ہوتا کہ مارکس ایسی ثابت قدمی دکھائے گا تو شاید دونوں افسروں کو ایک ہی سزا دیتا، اور یوں اپنے عزیز کو ایسی شرمناک موت سے بچالیتا۔ اُسے پوری اُمید تھی کہ مارکس میری ترغیب سے اپنے نئے خیالات چھوڑ دے گا اور اُسے سب سے بڑا عہدہ دے کر اپنے پاس بُلا لے گا۔ اسی لیے اُس نے ایسی سزا دینے کی دھمکی دی جو اُس کے ارادے میں نہ تھی، تا کہ اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کر کے مارکس کو راہِ راست پر لائے۔ وہ اپنی ان اُمیدوں اور توقعات کا بیان اپنے احباب سے کر رہا تھا۔ وہ بھی اُس سے متفق تھے کہ اتنے میں فوراً ایک شخص داخل ہُوا جو لباس سے ایک آزاد شدہ غلام نظر آتا تھا۔ اُس نے آتے ہی شہنشاہ کے قدم پکڑ لیے۔ سویرس نے پہچان لیا کہ وہ ہمیشہ مارکس کی اردلی میں رہا کرتا تھا۔ یہ وہی وفادار رُوفس تھا جس نے فریبی سیزنیتس سے بے معلوم اُسی جہاز میں آنے کا بندوبست کیا جس میں شہنشاہ کا قاصد آ رہا تھا اور خشکی پر اُترتے ہی اُس سے سبقت لے کر شہنشاہ کے پاس آ پہنچا کہ اپنے مالک کی جان بخشی کروائے۔

اور اُس آزاد شدہ غلام نے بڑی ہی خوبی اور فصاحت سے اپنے آقا کے لیے سفارش کی۔ اُس نے بڑی جرأت سے سویرس کو یاد دلایا کہ مارکس کے رُخصت ہوتے وقت کیا آپ نے ارشاد نہیں فرمایا تھا کہ اُس کی خدمات کبھی فراموش نہ کی جائیں گی اور وہ کسی ضرورت و مصیبت کے وقت آپ کی شکرگزاری پر تکیہ کر کے درخواست کرے۔ اُس نے

مارکس کی نامعقولیوں کا ذکر کیا اور یہ امر خوب واضح کیا کہ ایسے افسر کی موت سے سلطنت کو کیا نقصان پہنچے گا۔ اُس نے شہنشاہ کی منت کی کہ اپنی رحمت سے کام لے کر اس شخص کو معاف کرے جس نے اُسے ایک دغاباز قاتل کے ہاتھوں سے بچایا تھا۔

سویرس اُس کی اس جرأت سے بڑا حیران ہوا تاہم خفگی کا اظہار نہ کیا لیکن اُس کے جواب سے سختی اور سنجیدگی ظاہر تھی۔ اُس نے رُوفس سے پوچھا، کیا تمہارے آنے کی مارکس کو خبر ہے اور کیا تم اُس کی طرف سے کوئی پیغام یا تابعداری کا اظہار لائے ہو۔

رُوفس نے مجبوراً بڑے افسوس سے کہا مجھے کچھ معلوم نہیں کہ آیا میرے آقا کے خیالات میں کوئی تبدیلی ہوئی یا نہیں اور سوائے ہوریشس کے میرے یہاں آنے کی بھی کسی کو خبر نہیں۔ یہ سن کر کہ مارکس ابھی تک اپنی ضد پر قائم ہے شہنشاہ کی سیاہ پیشانی پر ایک بادل سا چھا گیا اس پر رُوفس نے دیویا اور اُس کے حُسن خداداد، اُس کی عصمت و نیک صفات اور اُس کے رنج و مصائب کا ذکر کرنے سے اُس دلِ سخت کو نرم کرنے کی کوشش کی۔ لیکن باوجود اپنی فصاحت و بلاغت کے وہ شہنشاہ سے معافی کا وعدہ نہ پا سکا۔ اُسے صرف یہی اجازت ملی کہ پروکونسل کے قاصد کے پہنچنے تک محل میں ٹھہرے اور سرکاری خطوط کے مطالعہ اور غور وفکر کے بعد اُسے پھر باریابی ملے گی۔

رُوفس کی وہ رات بڑے فکر و بے چینی میں کٹی۔ اُسے کسی بات سے بھی کامیابی کی اُمید پیدا نہ ہوئی تھی، اور جب دُوسری صبح کو شہنشاہ نے اُسے اپنی خلوتِ خاص میں طلب کیا تو سویرس کے چہرے سے اُس کی رہی سہی اُمید بھی جاتی رہی۔ سویرس نے کہا۔

"پروکونسل نے لکھا ہے کہ مارکس اپنی ضد میں صرف مضبوط ہی نہیں بلکہ وہ شہنشاہ کی باتوں

کو بھی فی میں اُڑا تا اور بے پروائی ظاہر کرتا ہے۔" سچ تو یوں ہے کہ پروکونسل سیلر نیشیز نے شہنشاہ کو مارکس کی طرف سے بدظن کرنے کے لیے اپنی طرف سے بہت کچھ فلاں کی تھا۔ تاہم شہنشاہ نے مناسب نہ جانا کہ اپنے محسن اور خیر اندیش کے معاملہ میں جلد بازی سے کام لے۔ اس لیے زوفس کو حکم دیا کہ "اسی جہاز میں کارتھیج کو واپس جاؤ اور اپنے آقا سے کہہ دو کہ تمہیں چھ ماہ کی اور مہلت دی جاتی ہے۔ میں نے سیلر نیشیز کو بھی اس مضمون کا خط لکھ دیا اور اُسے حکم دیا ہے کہ ملزم کو فوراً روم میں بھیج دے، کیونکہ میں خود اس سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔"

زوفس تاڑ گیا کہ شہنشاہ چاہتا ہے کہ مارکس کی جان بچائے اور ساتھ ہی مجسٹریٹ کی وقعت کم اور اُس کے قانون کی بھی بے عزتی نہ ہو۔ وہ جان گیا کہ سویرس مارکس کو عزیز رکھتا ہے اور اُس کے دل میں بڑی بڑی اُمیدیں پیدا ہو گئیں۔ اُس نے ایسے شوق سے اپنی خوشی اور شکر گزاری کا اظہار کیا کہ گویا اُسے یقین کامل تھا کہ تمام خطرہ گزر گیا، اور اُس کے آقا کی جان سلامت رہے گی۔

جہاز سمندر میں کارتھیج کی طرف رواں تھا۔ ہر ایک بادبان سے کام لیا گیا۔ شہنشاہ کی سخت تاکید تھی کہ ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہو۔ سیلر نیشیز کے خط اور اُس کے طرز بیان سے شہنشاہ سمجھ گیا تھا کہ سیلر نیشیز کو فیلکس اور اُس کے بیٹے مارکس سے دلی عداوت اور ذاتی کاوش ہے اور مناسب نہ جانا کہ مارکس کو اُس کی حراست میں اور رہنے دے۔ وہ ڈرتا تھا کہ کہیں سیلر نیشیز اپنے منصبی اختیارات سے کام لے کر اُس سزا کو عمل میں نہ لائے جس کا حکم تو ہو چکا تھا، مگر اُسے عمل میں لانے کا شہنشاہ کا ہرگز منشا نہ تھا۔

اسی اثنا میں وقت گزرتا گیا۔ دن اور گھنٹے ختم ہوتے رہے اور کارتھیج والوں نے ڈیویہ تو وہ وقت کیسا جلد گزر رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے عزیزوں کے ان قدر زندگی کا آخری وقت تصور کرتے تھے۔ ڈیویہ کے لیے شاید بہتر ہوا کہ اسے روح کے رہا ہونے کی مکمل آگاہی نہ ہوئی اس غم سے اس کے دل میں شاید ایک امیدیں پیدا ہوئیں تھیں جو بعد میں پوری نہ ہوتیں اور شاید اس کامل تسلیم و رضا میں مخل ہوتیں جو اسے ایمان کی قوت سے حاصل ہوئی تھی۔ اس زمین پر تو اسے کوئی امید نہ تھی لیکن اسے آسمان میں امن وسلامتی کا یقین تھا۔ اس کی روح اس مصیبتوں کی دنیا سے اوپر رہتی تھی اور ان آسمانی خوشیوں میں شریک تھی جن میں مارکس داخل ہونے کو تھا اور جہاں اسے بھی جلدی اس سے پہنچ جانے کی امید تھی۔

ڈیویہ بہت سا وقت تنہائی میں گزارتی تھی۔ اس نے تجربے سے پایا تھا کہ صرف خلوت میں خدا سے رفاقت رکھنے میں قوت ملتی ہے۔ اپنے عزیز احباب کی تسلی سے بھی اسے رقت آ جاتی اور اس دنیا کی چیزوں کا خیال اس کے دل میں پیدا ہو جاتا تھا تاہم کسی وقت اپنی ماں اور بھائیوں اور پیاری سہیلی مارسلا کی رفاقت سے اسے تسلی ملتی اور ان آنسوؤں سے جو وہ ان کے ساتھ بہایا کرتی تھی اسے کچھ چین آ جاتا تھا۔ اس مصیبت زدہ ڈیویہ کو سن کر اور بھی افسوس ہوا کہ اکنیولیس کو دوسری صبح اپنی جلاوطنی پر روانہ ہونا تھا، اور ایک گھنٹے بھر کی مہلت اور نہ مل سکتی تھی۔

مارکس کی مہلت میں ابھی تین دن باقی تھے۔ اکنیولیس اور مارسلا کی بڑی تمنا تھی کہ اس دن تک کارتھیج میں ٹھہریں تاکہ ڈیویہ کو مارکس کے حسب خواہش اپنے ہمراہ لے

جانے پر آمادہ کریں۔ ہورٹینس کی یہ درخواست سرد مہری سے نامنظور ہوئی۔ اور یوں ان جلاوطنوں کو فوراً روانہ ہونے کے لیے تیاری کرنی پڑی۔ پادری نموذیکس کا ارادہ ان کے ساتھ جانے کا تھا کیونکہ اُس جگہ کو جہاں اُس نے ایسی ایسی مصیبتیں اٹھائی تھیں ہمیشہ کے لیے چھوڑ دینا چاہتا تھا۔ پروکونسل سیٹرنینس بھی اس انتظام سے خوش تھا کہ پادری نموذیکس جیسے سرگرم مسیحی سے یوں چھٹکارا ملے۔ لیکن اب اُس نے اپنا ارادہ بدل لیا اور بہتر جانا کہ کچھ دیر اور شہر میں ٹھہرے، اور دیوتیہ اور اُس کے بچوں کو ساتھ لے کر آرمینیا میں مارسلا اور اکنیولیس کے پیچھے جائے اس انتظام سے سیٹرنینس نے اپنی خوشنودی ظاہر کی۔ وہ دیوتیہ کو بھی بڑا خطرناک سمجھتا تھا ہزاروں لوگ اُس کی شجاعت کے مداح اور اس کے رنج و مصائب کے سبب اُس سے ہمدردی رکھتے تھے، گو اکنیولیس کو وہ اور مہلت دینا نہ چاہتا تھا۔ مصیبت زدہ دیوتیہ کا کارتھیج میں رہنا بھی پسند نہ کرتا تھا۔ اُسے افسوس تھا کہ "مجھے کوئی اختیار نہیں ورنہ پیشتر ازیں کہ مارکس کی سزا سے لوگوں کی ہمدردی اُس سے اور بھی ہو جائے دیوتیہ کو اُس کے بھائی کے ہمراہ جلاوطن کر دوں۔"

اکنیولیس اور مارسلا نے مارکس سے دیوتیہ کی عدم موجودگی میں رخصت لی۔ اُنہوں نے مارکس کو یقین دلایا تھا کہ جب تک ہماری جان میں جان ہے، ہم محبت و اُلفت سے اُس کی اور اُس کے بچوں کی خبرداری رکھیں گے۔ یہ وقت بڑا نازک اور جان کنی کا تھا اور ان تینوں مسیحی دوستوں نے اُسے اچھا نبھایا اور روحانی قوت کے اظہار پر خوش، اور خدا کے شکر گزار ہوئے۔ علی الصباح ہی جہاز نے لنگر اٹھایا اور دیوتیہ اپنے مکان کی چھت سے اُن جلاوطنوں کو دیکھتی رہی یہاں تک کہ صبح کی دھند میں جو سمندر پر چھائی تھی وہ اس

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ دیوتیہ کے دل میں یہ خیال پیدا ہو رہا تھا کہ اس دنیا میں بس یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔

دو دن اور دو راتیں گزر گئیں اور مارکس کی مقررہ زندگی کی شام آ پہنچی وہ پھر پروکونسل سیزنیتس کے حضور پیش ہوا اور پھر اُس کے سوال کے جواب میں اُس نے صاف صاف اپنے ایمان کا اقرار کیا اور معافی کو جو اس شرط پر دی جاتی تھی کہ اپنے شفیع کی محبت کا انکار کرے نامنظور کیا تو کیا اُس کی ضد سے پروکونسل کے دل میں غصہ پیدا ہوا یا دوسرے الفاظ میں وہ فیبیکس سے بدلہ لینے کی پوری اُمید سے اب بہت خوش تھا؟ ہمیں معلوم نہیں اس وقت کون سا بُرا خیال اُس کے سینے میں جوش مار رہا اور اُس کی مضطرب آنکھوں میں شعلہ زن تھا لیکن یہ بات ہمیں یقینی طور پر معلوم ہے کہ جیسے وہ مارکس کو بدبختی دیکھنے کی خوشی و فخر سے محروم رہا ویسے ہی اُس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنے کھوئے دوست سے بدلہ لینے کی شیطانی خوشی کو حاصل کرے۔ یہ تو سچ ہے اُسے شہنشاہ کی طرف سے مارکس کے قتل کا کوئی اختیار نہ ملا تھا۔ لیکن سویرس کے اعلان کے بموجب جو پچھلے دنوں شائع ہوا وہ مجرم ٹھہر چکا تھا۔ اگر شہنشاہ ناراض ہو کر اُس سے جواب طلبی کرے تو اُس نے خیال کیا کہ اس قانون کا عذر پیش کروں گا۔ کینہ بھرے غصے سے جسے اُس نے افسوس و ہمدردی کے پردے میں چھپا لیا تھا اُسے سزا کا حکم سُنایا اور اُس کی کیفیت تفصیل سے بیان کی۔ وہ مارکس کی مغرور روح کو شرمسار کرنا چاہتا تھا۔ اُسے بخوبی معلوم تھا کہ بدنی اذیت کی نسبت شرمناک موت اُس جوان کے نزدیک زیادہ تلخ اور ناقابل برداشت ٹھہرے گی۔

اُس نے حکم دیا کہ کلہاڑے سے اُس کا سر الگ کیا جائے اور اس سزا کے لیے مارکس شکر گزار تھا پھر پروکونسل نے یہ بھی حکم دیا کہ اگلی شام کو غروب آفتاب کے بعد اُسے یہ سزا ملے گی، اور صبح ہی سے وہ مقتل پر بندھا کھڑا رہے گا کہ بھوک، پیاس اور موسم گرما کے تحت آفتاب کی گرمی کے صدمے اور عوام کے لعن طعن کو اُٹھائے۔ اس حکم سے مارکس کا خون جوش مارنے لگا اور غرور بھرے غصّے کے الفاظ اُس کے لبوں پر آئے۔ لیکن اُس نے اُنہیں روکا کیونکہ اُس نے یاد کیا کہ میرے مُنجی نے بھی میری خاطر ایسی ہی مصیبتیں اُٹھائی تھیں، اور اُس نے اپنا منہ تک نہ کھولا تھا۔ اُس نے چپ چاپ فیصلہ سُنا اور بغیر جواب دیے اپنی کوٹھڑی میں واپس چلا گیا۔

پروکونسل سٹیر نیئس اور مارکس کی اس گفتگو کے وقت فیبئس موجود نہ تھا۔ البتہ ریوڈ کیئس اپنے آقا کے حکم کے مطابق عدالت میں آیا تھا۔ اُسے اس حکم سے سخت رنج پہنچا تاہم مارکس کی مسیحی شجاعت پر اُس نے فخر اور خدا کا ہزار ہزار شکر کیا۔ فیبئس نے ریوڈ کیئس سے سب حال معلوم کیا، اور ریوڈ کیئس کو شبہ تک نہ ہونے دیا کہ وہ کن منصوبوں میں لگا تھا اُسے معلوم تھا کہ یہ کس اُصول اور خیالات کا آدمی ہے لیکن فیبئس کے منصوبے کچھ اور ہی تھے وہ انتظام کر چکا تھا کہ اگر مارکس کو موت کی سزا ملی تو پروکونسل سٹیر نیئس بھی زندہ نہیں بچے گا۔ اس لیے اُس کو لعن طعن کرتا اُن لوگوں کو آخری ہدایت دینے گیا جنہیں اُس نے رشوت دے کر پروکونسل سٹیر نیئس کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔

اُس کا منصوبہ یہ تھا کہ قاتل دُوسری صبح اُن سیڑھیوں پر جا کھڑے ہوں جو عدالت گاہ سے بازار کو جاتی تھیں اور جس وقت پروکونسل سٹیر نیئس مجرم کو مقتل پر لے

ہونے کے لیے نیچے اترے اور ایک جم غفیر اس کے گرد جمع ہو تو وہ پیچھے سے اس پر حملہ کریں اور خنجر سے اس کا کام تمام کر دیں۔ اس بھیڑ اور شور میں قاتل ادھر ادھر بھاگ جائیں گے۔ اور اس کا خیال تھا کہ چونکہ کئی لوگ پروکونسل سیر نیتس سے خوش نہیں وہ ایسے شخصوں کو بخوشی پناہ دیں گے جو انہیں ایسے جابر و ظالم سے چھٹکارا دلائیں۔ پروکونسل سیر نیتس کی موت کے بعد فیلیکس شہر کا حاکم اعلیٰ ہوگا پروکونسل کی موت پر شہر کا انتظام اس کے ہاتھوں میں آ جائے گا۔ اور پھر یہ اس کے اختیار میں ہوگا کہ اپنے بیٹے ورباکرے اور ساتھ ہی وہ اپنی بلند نظری کے مدعا کو پہنچ جائے گا۔ اور یوں اس کے کینے اور نفرت کے منصوبے پورے ہوں گے۔ وہ رات بڑی بے چینی میں کٹی، اور وہ بڑے فکر اور بے صبری سے اپنی سازش کے پورا ہونے کا منتظر رہا۔

لیکن جس وقت مارکس کی حالت سے کئی ایک کے دلوں میں برے خیال جوش مارتے اور مضبوطی پا رہے تھے وہ خود ایک مقدس اور آسمانی سلامتی پائے تھا۔ ایک فکر مند خیال بھی اس کے سینے میں آ کر رخنہ انداز نہ ہوا۔ اور اس مصیبت میں بھی اپنے خدا کی محبت اور رحمت پر ذرا بھر بھی شک کا خیال اس کے دل میں پیدا نہ ہوا۔ اس کی فروتن لیکن مظفر و منصور روح میں کینے اور بدلہ لینے کی ایک خواہش بھی خلل انداز نہ ہوئی۔ ایسے ایمان اور ارادہ کو جو خدا کی مرضی کے مطابق ہو ایک قدرت و قوت حاصل ہو جایا کرتی ہے۔

مارکس کے اپنی کوٹھڑی میں واپس آنے کے تھوڑی دیر بعد ہی دیوتیہ داخل ہوئی۔ فلوتونے جو اپنے خاوند ریوڈیکلس کے ساتھ عدالت میں گئی تھی اسے سارا حال آ

سنایا۔ اس نے اُسے بڑی بہادری سے سنا۔ وہ جانتی تھی کہ مارکس کے لیے آزادی پانے کی ایک ہی راہ ہے اور وہ موت تھی۔ گو اُسے غصہ آیا کہ سزا سے پیشتر اُسے ایسی شرم اُٹھانی پڑے گی، تاہم اُسے ایک قسم کی خوشی اور شکر گزاری کا خیال پیدا ہوا کہ وہ سخت مصیبتیں جو مسیحیوں کو اکثر دی جاتی ہیں اُس کی مصیبتوں کے پیالے کا جزو نہ ہوں گی۔

اُس کی درخواست پر وہ اپنے ننھے بیٹے اور منجھے کمیلس کو ساتھ لائی کہ اس سے آخری دفعہ ملیں اور اُس کی برکت لیں۔ اُس وقت بزرگ بشپ بھی ساتھ آیا تھا کہ اُس شریف نو مرید سے رخصت لے اور اُس کی روح کو خدا کی حفاظت اور خبر داری کے سپرد کرے۔ اس رقت انگیز نظارے کے لیے بہت کم وقت ملا مارکس نے دیکھ لیا کہ اس سے اُس کی بیوی کی شجاعت جاتی رہے گی لہٰذا اُس نے تمنا ظاہر کی کہ جتنا وقت ملے وہ اپنی بیوی اور اپنے منجھے کے ساتھ کاٹے۔

مارکس نے اپنے بیٹے کو جو گود میں لے کر آخری بار چھاتی سے لگایا تو وہ خوش ہو کر اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ لیکن کمیلس جانتا تھا کہ مجھ پر کون سا صدمہ آنے والا ہے۔ چنانچہ دیویہ کی خاطر اُس نے ضبط کرنے کی کوشش کی۔ اُس کا ننھا سا دل رنج سے بھرا تھا اور جب وہ اپنے منجھے باپ سے برکت لینے کو جھکا تو اس کی آنکھوں سے آنسو چھما چھم گرنے لگے، اور وہ ہچکیاں بھرنے لگا۔ پھر وہ اُس کے گلے سے لپٹ گیا۔ حتیٰ کہ لکریشیہ نے جس کا دل اس نظارہ سے بھر آیا تھا اُسے بڑی حلیمی اور زور سے ہٹایا اور اپنے آقا سے ہاتھ ملا کر دونوں بچوں کو لے کر چلی آئی۔ جب بشپ قیدی کے پاس پہنچا تو اُس کی آواز بھی بند ہو گئی۔ لیکن مارکس کے چہرے پر ایک عجیب سلامتی کو پا کر اس

نے اپنی قوت پھر پائی۔ دیوبیہ پاس کھڑی تھی اس کے چہرے اور روش میں ایک ایسی حلیمی اور سنجیدگی پائی جاتی تھی جو نہایت خوشگوار تھی۔ اس تاریک قید خانے میں ایک ایسا سماں بندھا تھا جس کے لیے لازم تھا کہ کوئی بڑا مسیحی مصور اس پر طبع آزمائی کرتا۔

بشپ نے مختصر سے الفاظ کہے جو ذومعنی اور بڑے سنجیدہ الفاظ تھے۔ وہ مارکس سے بغل گیر ہو کر رخصت ہوا تا کہ ان بہادر میاں بیوی کی آخری ملاقات میں خلل نہ ڈالے۔ انہوں نے اس وقت کو کیونکر گزارا، بے سود آنسوؤں اور نوحہ والم میں نہیں، کیونکہ مسیح مصلوب کے شاگردوں میں داخل ہوتے وقت انہوں نے بخوبی سمجھ لیا تھا کہ ہمیں کیا کچھ دکھ اٹھانا پڑیں گے۔ اور اس مصیبت کے وقت بھی وہ اپنی قربانی گزراننے سے پیچھے نہ ہٹے، جو ان سے طلب کی گئی۔ انہوں نے اپنے الٰہی استاد کی طرح دعا کی۔ ''اگر ممکن ہو تو یہ غموں کا پیالہ ہم سے لے لیا جائے۔'' آخر دکھ کی وہ گھڑی آ پہنچی۔ انہوں نے اپنے الٰہی استاد کی طرح یہ کہنے کی توفیق پائی کہ ''تیری مرضی پوری ہو۔'' ہاں خدا کی ستائش کرتے تھے کہ ہم اس قابل تو ٹھہرے کہ اس کی خاطر مصیبتیں اٹھائیں۔

انہوں نے اکٹھے گھٹنے ٹیک کر دعا کی اور اس شام کے خاموش وقت میں پہرے دار نے جو باہر کے برآمدے میں تھا، ان کی اطمینان بھری آوازیں سنیں۔ وہ حیران تھا کہ مسیحی موت کے وقت بھی ایسی تسلی کیونکر پا سکتے ہیں۔ کیا موت کا درد ان پر کوئی اثر نہیں رکھتا یا جدائی کا درد انہیں ستاتا نہ تھا۔ اوہ۔ نہیں۔ دلوں کے جاننے اور پہچاننے والے خدا ہی کو معلوم تھا کہ اس رشتے کے ٹوٹ جانے سے مارکس اور دیوبیہ کے دل میں کیا کچھ گزر رہا تھا۔ ان کا غم ایسا تھا جس کا اظہار الفاظ میں نہیں ہو سکتا۔ اس دن کے

مطابق انہیں قوت بھی عطا ہوئی اور توفیق ملی کہ خدا کی مرضی کو پورا کرنے کا رتبہ حاصل کریں۔ اور اُس آنے والی مصیبت سے نظر اُٹھا کر بڑے توکل سے آسمان میں اپنے اجر اور آنے والی مبارک زندگی کے منتظر رہیں۔

بڑے شوق اور صدقِ دل سے ویویہ نے اپنے خاوند کو یقین دلایا کہ میں اس وقت بھی آپ کے مسیحی ہونے پر نہایت خوش ہوں، گو اس سے ہم پر ایسی مصیبتیں آئی ہیں۔ میں خدا کا دل سے شکر کرتی ہوں کہ اُس نے مجھے یہ دن دکھایا کہ ایک بت پرست زندگی بسر کرتا دیکھنے کے بجائے آپ کو ایک مسیحی کی موت مرتے دیکھوں۔ اب میں جانتی ہوں کہ ابدیت میں ہم ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ اور اپنے خدا اور برّے کے تخت کے حضور اپنی لڑکی اور ایک دوسرے سے باہم ملیں گے۔ اور اس کی ہیکل میں دن رات اُس کی خدمت بجا لائیں گے۔ پھر مارکس ہم ان تمام آزمائشوں اور تکلیفوں کے لیے جو اس دُنیا میں ہمارا حصہ ہوئیں، ایسی خوشی پائیں گے جس میں غم کی ذرا بھی ملاوٹ نہ ہو۔ ہاں ان مصیبتوں کے لیے جنہوں نے خدا کے فضل سے ہمیں آسمان کی بادشاہت کی خوشیوں کے لیے تیار کیا ہے اور میں نے اور میری الیوا نے اپنی جلاوطنی کے دنوں میں کیسی سرگرمی سے دُعا کی کہ پیشتر ازیں کہ خدا تمہیں اس دُنیا سے بُلا لے وہ تمہیں اس صداقت کے دیکھنے اور قبول کرنے کی توفیق دے۔ میں نے کتنی بار خدا کی منت کی کہ میں تمہیں مسیحی دیکھوں اور اب تمہاری ایسی دلی تبدیلی کے نتائج و اسباب کیسے ہی کیوں نہ ہوں خداوند نے میری دُعا سُنی اور میری عرض کو منظور کیا۔ اب میں کیونکر شاکی ہوں کہ اس کے ہمراہ غم بھی ملا ہے؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔

پیارے مارکس! میں گلہ نہ کروں گی کہ تم اپنے آرام میں مجھ سے چند روز پیشتر داخل ہو گئے ہو اور میری زندگی دوزخ کے ختم ہو جانے سے پیشتر ہماری الوداع بارک لوگوں کی زبان میں نہیں خوش آمدید کہے گی۔

مارکس: ہاں میری دیویہ! یہ جدائی صرف تھوڑی دیر کے لیے ہے اور ہم پھر باہم ہوں گے جہاں شریر ستانے سے رک رہتے اور تھکے ماندے آرام پاتے ہیں۔ خدا کرے تم آسان اور پُرآرام راہ سے اس کے حضور رسائی پاؤ اور ظلم و سختی کے ہاتھوں سے بچی رہو۔ تمہاری روح تو بڑی بہادر ہے، لیکن تمہارا نازک بدن خونی نظارے دیکھنے کے قابل نہیں۔ وعدہ کرو کہ اپنے بھائی کے پیچھے جلاوطنی میں چلی جاؤ گی، اور جب تک خدا تمہیں عمر درازی بخشے چپ چاپ زندگی بسر کرو گی۔ مجھے ڈر ہے کہ گورنمنٹ مجرم مارکس کی بیوہ سے ہمدردانہ سلوک نہ کرے گی، اور تمہاری مصیبتیں اٹھانے کا خیال ہی میرے دل کو پارہ پارہ کرتا ہے۔

دیویہ: مارکس! میرے لیے خوف نہ کرو۔ میں اپنے وعدے پر قائم رہوں گی اور خواہ مخواہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کروں گی۔ لیکن وہ ایسی موت جو مجھے تم سے جلد ملا دے کیسی مبارک ہوگی۔ گو وہ سخت کیوں نہ ہو اب سے زندگی میرے لیے بے لطف ہوگی اور دنیا ایک ویران و سنسان جنگل۔ اب میرا یہی ایک مدعا ہوگا کہ ایسے طور پر زندگی بسر کروں کہ آپ کے پیارے نام! میرے منجی کے دین پر کسی قسم کا حرف نہ آئے۔ اگر خدا کی مرضی ہوئی تو میں جیوں گی اور تمہارے بچے کو تربیت دوں گی کہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلے لیکن تو بھی مجھے یقین ہے کہ بہتر زندگی مجھے نصیب نہ ہوگی۔ اور اے میرے

حبیب میں تمہارے پیچھے ہی آؤں گی۔ میں جلد ہی تمہارے پاس پہنچوں گی۔ یہی خیال اب مجھے حوصلہ دلاتا رہے گا۔

مارکس نے جو دیکھا کہ اس خیال سے اُسے کچھ تسلی ہوتی ہے، تو اُسے دور کرنے کی کوشش نہ کی۔ اور صرف یہ وصیت کی کہ ایسی حالت میں میرے بچے اور جوان کیمیلس کو اکنیولس کی حفاظت اور حراست میں رکھ دینا اور اُس تھوڑی سی جائداد کے متعلق بھی اُسے کچھ ہدایتیں دیں جو کیمیلس کا دادا اُس کے نام کر گیا تھا، اور چونکہ وہ ایک یونانی سوداگر کے پاس تھی مارکس کی جائداد کے ہمراہ ضبط نہ ہوئی۔

دیویہ نے مارکس سے اپنے ارادے کا اظہار نہ کیا تھا کہ اگلے دن کے دردانگیز موقع پر میں موجود ہوں گی۔ وہ ڈرتی تھی کہ مارکس مجھے روکے گا، اور جب وہ اس شام کو اُس کی کوٹھڑی سے رخصت ہوئی تو مارکس کا خیال تھا کہ بس اب میں اس خوبصورت چہرے کو پھر نہ دیکھوں گا۔ وہ بول نہ سکا۔ وہ اپنے خیالات میں غرق تھا۔ دیویہ میں بھی اب بات کرنے کی ہمت نہ تھی۔ مارکس اُس میز پر جو اُس کی کرسی کے ساتھ تھی جھک گیا اور لیمپ کی روشنی سے اُس نے اپنا چہرہ پھیر لیا کہ دیویہ کی نظر اُس پر نہ پڑے۔ دیویہ کے غمناک چہرے پر نظر ڈال کر اُسے خیال پیدا ہوا کہ بیشک یہ میرے بعد مدت تک جیتی نہ رہے گی۔ وہ چپ چاپ بیٹھ گیا، اور اُس کے دل میں مختلف اور گہرے خیالات پیدا ہونے لگے لیکن اپنی مصیبتوں کا اُن میں کچھ دخل نہ تھا۔

دیویہ بھی خاموش تھی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں۔ اُس کی روح اُن خیالوں میں لگی تھی کہ مارکس کو کیا کیا مصیبتیں اُٹھانی پڑیں گی۔ اور جب یہ تصویر اُس کی آنکھوں کے

سامنے آئی کہ ''اُس کی بہادر صورت بڑے شرمناک طور سے ایک ستون سے بندھی ہے جس کو لوگ طرح طرح کے ظلم وستم سے فسی تمسخر کر رہے ہیں۔'' اور پھر آخری ضرب پر تو اُس کا دل ٹوٹ ہی گیا۔ ہائے اُس کی بے چینی اور آہ اُس کا درد۔ اُس نے اپنے رخساروں کو دبایا کہ ان درد انگیز خیالات کو دل سے دور کرے جنہوں نے اُسے دیوانہ بنا ہی دیا تھا۔ وہ اپنی شجاعت اور تسلیم و رضا کھو ہی چکی تھی۔ کیا کوئی اور مصیبت بھی اس سے بڑھ کر ہو سکتی تھی۔ اس وقت پہرے دار نے اپنا معمولی نشان دیا کہ وہ قید خانے سے رخصت ہو کیونکہ رات کے لیے دروازے بند ہونے کو تھے۔

دیوٹیہ یوں چونک اُٹھی کہ گویا خواب کی حالت میں تھی اور اُس پیارے چہرے پر نظر ڈالی جو ایسی غم آگین نگاہوں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ اور ان آنکھوں میں کیا کیا خیالات پائے جاتے تھے ایک بھی لفظ کسی کے منہ سے نہ نکلا۔ ایسے وقتوں میں الفاظ قاصر رہ جاتے ہیں۔ اُس نے اُسے اپنی بغل میں لیا اور اُس کی سرد پیشانی پر ایک پُرشوق بوسہ دیا اور پھر مجبوراً اُسے دروازے کے پاس لے گیا اور بے ہوش و بے حس و حرکت بولیس کی گود میں جو اُسے لینے کو وہاں کھڑا تھا ڈال دیا۔ درا وند جیل کی آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ لیکن مارکس کی آنکھیں خشک تھیں۔ اس وقت آنسو تو اُس کے لیے مُوجب خوشی ٹھہرتے مگر وہ نام کو نہ تھے۔

صبح آ پہنچی علی الصباح ہی دیوٹیہ پلنگ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ رات بھر وہ ایک ایک منٹ گنتی رہی تھی جسم میں تو وہ کمزور لیکن روح میں مضبوط تھی کیونکہ خداوند نے اُسے قوت دی تھی۔ رات بھر بولیس اُس کے ساتھ رہا تھا۔ اور اب تیار تھا کہ مقتل کو اُس کے

ہمراہ جائے۔ اُس نے اُسے وہاں جانے سے روکنے کی کوشش بھی نہ کی وہ اُس کے خیالات سے بخوبی واقف تھا اُسے یقین تھا کہ جب تک وہ اپنے خاوند کے ساتھ روکراپنی اُمید یا محبت بھری نگاہ یا کسی اور طرح سے تسلی دے سکے۔ وہ اپنی مصیبتوں کو خیال میں نہ لائے گی ورنہ ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپتی رہے گی۔ وہ برقع اوڑھ کر ہولیس کے ساتھ ہولی اور جلدی جلدی قدم اُٹھائے کہ لوگوں کے اکٹھے ہونے سے پیشتر وہاں پہنچ جائے۔ دیویہ ہولیس کے بازو پر سہارا کیے تھی اور ہولیس کو بڑی حیرانی اور تعجب ہوا کہ وہ ثابت قدم اور مطمئن تھی، اور اُس کی روش میں کسی قسم کی گھبراہٹ یا خوف پایا نہ جاتا تھا۔

مقتل جانے کے لیے پروکونسل سیزنیئس کے محل اور عدالت گاہ کے آگے سے گزرنا پڑتا تھا۔ وہاں سے ہولیس اپنی بہن کو جلدی سے لے گیا کہ کہیں عدالت گاہ سے مجرم غفیر نہ نکل پڑے لیکن اُس کی یہ کوشش بے سُود ٹھہری۔ وہ ابھی عدالت کے مقابل ہی تھے کہ اُن لوگوں میں جو سیڑھیوں کے چاروں طرف جمع تھے۔ ایک تشویش سی پھیلی اور سینکڑوں آوازوں کی بڑبڑاہٹ سے معلوم ہوا کہ مجرم اور پروکونسل سیزنیئس آرہے ہیں۔ دیویہ نے جو سر اُٹھایا تو اُسے اپنے پیارے خاوند کی صورت نظر آئی۔ اُس کے ہاتھ پیچھے کو بندھے تھے اور اُس کے دونوں طرف سپاہی تھے۔ لیکن اُس کے چہرے سے آرام و اطمینان ٹپکتا تھا۔ اپنی پیاری دیویہ کو دیکھتے ہی جسے اس دُنیا میں دیکھنے کی اُسے اُمید نہ تھی اُس کے چہرے پر ایک مسرت و فکرمندی اور بہادری کے آثار ظاہر ہوئے۔ اُس نے جان لیا کہ اُس کی حالت اس وقت کیسی نازک اور خطرناک ہے اور وہ ہولیس کو اشارہ کرنا چاہتا تھا کہ اُسے وہاں سے ہٹالے جائے۔ لیکن وہ بے چارہ خود زنجیروں سے یُوں جکڑ

بند تھا کہ اپنے خوف و آرزو کا اظہار نہ کر سکا۔ پہرے دار نے اُسے آگے کو دھکیل کر کہا کہ پروکونسل سیٹر نیئس عدالت گاہ سے باہر آ رہا ہے، اور اُس سے بے چارے کے خیالات پراگندہ ہو گئے۔

مارکس ان بلند سیڑھیوں سے نیچے اُترا اور پروکونسل سیٹر نیئس اپنی زرق برق پوشاک میں اوپر کی سیڑھی پر ظاہر ہوا۔ لوگوں میں جو سیڑھیوں کے چاروں طرف کھڑے تھے بڑی تشویش پھیل گئی۔ بغاوت اور خون کے آوازیں بلند ہوئیں۔ پروکونسل سیٹر نیئس نے بڑی تیزی سے اپنے چاروں طرف نگاہ کی۔ اسی دوران قاتلوں نے اُس پر حملہ کر دیا۔ وہ لڑکھڑا کر زمین پر گرنے ہی کو تھا کہ ایک خادم نے اُسے تھام لیا۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ دو شخص بھیڑ کو ہٹا کر بھاگے جاتے اور کئی لوگ انہیں راہ دے رہے ہیں۔ لیکن تھوڑی ہی دور بھاگے تھے کہ گرفتار کر لئے گئے۔ وہ دونوں گرفتار ہو کر پروکونسل کے سامنے پیش ہوئے جو اس وقت برآمدے میں کرسی پر بیٹھا تھا۔ وہ اپنے زخم کو بھول کر اس خیال میں محو تھا کہ یہ خونی کس کے آدمی ہیں اور کس نے انہیں میرے قتل پر آمادہ کیا۔

ملزم خاموش رہے۔ انہوں نے پروکونسل سیٹر نیئس کے کسی سوال کا بھی جواب نہ دیا۔ اُس کا غصہ بھڑک اٹھا۔ اُسے فیلکس پر شک تھا جو چاہتا تھا کہ کوئی بہانہ پا کر اُسے ہلاک کرے۔ اس وقت تو وہ بالکل حیران تھا اور اُس کی کوئی بن نہ آتی تھی۔ چنانچہ اُس نے حکم دیا کہ ان شخصوں کے ہاتھ پاؤں زنجیروں سے خوب جکڑ کر انہیں قید میں ڈالا جائے اور دھمکی دی کہ سختی سے اُن سے اقرار کرا لیا جائیگا جس کا وہ اب جواب نہیں دیتے۔

زخم بالکل خفیف تھا گو قاتل نے حملہ ایسے زور سے کیا تھا کہ سیٹر نیئس قریباً گر ہی

پڑا تھا۔ اس سے قاتل کو خیال ہوا کہ اُس نے اپنا کام بنالیا۔ تھوڑی دیر بعد خون پونچھ کر پٹی باندھی گئی اور ازخود رفتہ حاکم نے حکم دیا کہ مُجرم کو مقتل پر لے جائیں اور آپ اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ دل ہی دل میں وہ خوش تھا کہ خیر فیلکس نہیں تو فیلکس کا بیٹا تو میری گرفت میں ہے جس کو اذیت پہنچا کر فیلکس کے دل کو شکستہ کر سکتا ہوں۔ وہ اپنے دل میں سوچتا تھا کہ کیونکر مارکس کی مصیبتوں کو اور بھی بڑھائے۔ اُس نے پہرے کے کپتان کو کچھ چپکے چپکے کان میں کہا جس پر وہ دیوان خانہ کو واپس بھاگ گیا۔

جب لوگوں کی توجہ پروکونسل سٹیرنیئس کے حملے پر لگی تھی تو ہُولیس اپنی بہن کو جلدی سے اُس کے خاوند کی موت اور رسوائی کی جگہ پر لے آیا۔ وہ دونوں اُس ستون کے پاس آ کھڑے ہوئے جہاں وہ باندھے جانے پر تھا اور بڑی بے چینی سے اُس کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آ پہنچا۔ پہرے داروں نے اُسے ستون کے پاس لا کر تک لگا کیا کہ اُس کی اس حالت پر لوگ ہنسی مذاق کریں۔ اُس کی پیشانی تک خون چڑھ آیا اور اُس کے لب سکڑ گئے۔ لیکن اُس نے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔ صرف دیویہ پر نگاہ کی اور پھر اپنی آنکھیں آسمان کو اٹھا لیں۔

سپاہی اُسے ستون سے باندھنے ہی کو تھے کہ پروکونسل سیٹرنیئس نے انہیں روک کر کہا۔ خونی کے بیٹے کے لیے یہ حالت بڑے آرام کی ہے۔ اُسی وقت پہیوں کی آہٹ سُنائی دی اور گاڑی کی صُورت میں ایک بڑا مہیب آہنی اوزار وہاں آ کھڑا ہوا۔ پروکونسل سیٹرنیئس کے حکم پر سپاہیوں نے اُسے اُس تختے کے باہر نکلے ہُوئے تیز آہنی حصّوں پر مضبوطی سے باندھ دیا۔

اس پر اُس ظالم نے پکار کر کہا۔ یہاں آرام کر اور موت کی اُس ضرب کا منتظر رہ جو آج کی رات تمہاری رُوح کو اُس جگہ بھیجے گی جہاں معبودوں سے نفرت اور ایک ناصری کی عبادت کرنے والے جاتے ہیں۔

مارکس نے آہستہ سے جواب دیا "جو تمہارے اختیار میں ہے کرلو۔ تُمہیں صرف میرے بدن ہی پر اختیار ہے مگر میری رُوح آزاد ہے، اور اب بھی اپنے مُنجی کی حضوری میں خُوشی کرتی ہے۔"

اس جواب کے سُننے پر لوگوں نے وحشیانہ خوشی کا نعرہ مارا اور اُس سے ہر طرح کی حقارت اور نفرت کا اظہار کرنے لگے۔ اُن کی نفرت کا اظہار لفظوں تک محدود نہ تھا، بلکہ اُس جکڑے ہُوئے بدن پر کئی لوگوں نے مُکے لگائے اور جو دُور کھڑے تھے اُنہوں نے پتھر اور ڈھیلے مارنے شروع کیے۔ اور یہ کام اُن ہی کمینوں کا تھا جنہیں اگر مارکس آزاد ہوتا تو اُس کے پاس پھٹکنے کی ہمت نہ پڑتی۔

ابھی تک تو دیوبہ ہولیس کے سہارے خاموش سکتے کے عالم میں کھڑی تھی اور اُس وحشی ہجوم نے اُسے دیکھا نہ تھا لیکن اب جو اُس نے دیکھا کہ اُس کے خاوند کی چھاتی پر ایک پتھر سے ضرب لگی اور خُون بہنا شروع ہو گیا تو اُس سے رہا نہ گیا اور آگے لپک کر مارکس کے سر پر آکھڑی ہوئی اور اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر اُسے اور تکلیف سے بچانا چاہا۔ اور اُن حملہ آوروں کی طرف ایسی درد انگیز اور منت بھری نگاہوں سے دیکھا کہ اُن سنگدلوں کے دل بھی چھد گئے۔ ایسی محبت اور جاں نثاری کو دیکھ کر اُنہوں نے اپنے ہاتھ روک لیے۔ اُن کی تمسخر آمیز آوازیں بند ہو گئیں، اور دیکھا دیکھی سب پر بڑا اثر ہُوا۔ چند

شخص بھیس بدلے لوگوں میں پھرتے اور اُنہیں سمجھاتے تھے کہ اپنے شہر کی زینت اور جائے فخر بدنصیب دیویہ پر رحم کریں۔ اور اُن کی کوشش بے سُود نہ گئی۔ یہ شخص مارکس کا بُت پرست دوست سپٹنیس اور اُس کے مسیحی رفیق کلاڈیس اور سکندولس اور غلام ریوڈیکیس تھے۔ اُن کی کوششیں ایسی کامیاب ہُوئیں کہ پھر ایک بھی سختی کا نشان ظاہر نہ ہُوا اور ملامت کا ایک کلمہ کسی کے مُنہ سے نہ نکلا۔ دیویہ نے اُٹھ کر اُس خلقت کی طرف جو اُس وقت اُس کی مدح میں لگی تھی، ایک شکرگزار بھری نگاہ سے نظر کی، اور اپنے عزیز کے پاس دوزانو ہو کر اُسے تسلی و دلاسا دیتی رہی۔ وُہ اور اُس کا بھائی ہُولیس اُس کی بدنی مصیبتوں کو کم تو نہ کر سکتے تھے، لیکن اُنہوں نے اپنی محبت و ہمدردی اور تسلی اور آسمانی اُمید کی باتوں سے اُس کی رُوح کو تسلی اور مدد دی۔ اس وقت اپنی بیوی کی موجودگی ہی اُس کے دل کے لیے بڑی خوشی کا موجب ٹھہری۔ وہ ایک ایسی خُوشی تھی جسے پھر اس دُنیا میں اُسے دیکھنے کی اُمید نہ تھی اور جب تک وُہ اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے تھی، اور اُس پسینے کو جو اُس کی پیشانی سے بہہ رہا تھا پُونچھ رہی تھی، وُہ تمام مصیبتوں کی برداشت تو کیا اُنہیں خُوش آمدید کہہ سکتا تھا۔

پروکونسل سیٹرنینس وہاں سے چلا گیا۔ اُس نے دیکھ لیا کہ مارکس بڑی سخت بدنی اذیت میں ہے، اور اُس کے رُوحانی اطمینان کی وُہ قدر نہ کر سکا۔ وُہ اِس اِرادہ سے محل کو واپس آیا کہ سختی و اذیت کے ساتھ اُن قاتلوں سے اقرار کروائے اور کوئی بہانہ پا کر نیس کو گرفتار کرے اور اُس بدلہ کی آگ کو جو اُس کے سینے میں جل رہی تھی بجھائے۔ کئی لوگ اس کے پیچھے ہو لیے کہ اُن قاتلوں کا مقدمہ سُنیں۔ اکثر اُس خُونی نظارے سے برگشتہ

خاطر ہو کر اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد اس ہولناک نظارے کا کوئی بھی ناظر نہ رہا سوائے پہرہ داروں اور جلادوں کے جو پروکونسل سیٹرنینس کے حکم سے وہاں تعین تھے۔ وہ ان سے کہہ گیا تھا کہ میں شام کو پھر آ ؤں گا، اور اُس وقت تک مارکس اس تکلیف میں رہے۔

سورج دوپہر کے وقت اپنی پوری آب وتاب چمک رہا تھا اور مارکس کے بدن کو جھلسا رہا تھا۔ گو دیویہ اُس پر سایہ کرنے کی کوشش کرتی تھی، لو اُسکے بدن میں گھب گیا۔ اُسے بخار چڑھ گیا اور سخت پیاس لگی۔ سیٹرنینس کا تو یہ حکم تھا کہ نہ خوراک اور نہ پانی اس ملزم کو دیا جائے۔ لیکن ریوڈکیٹس نے اس حکم کے خلاف ورزی کرنے کی جُرأت کی، اور دوپہر کے بعد کچھ پانی لے آیا تا کہ مارکس کی پیاس کو بجھائے، اور اُس کی پیشانی کو ٹھنڈا کرے۔ آب انگور سے دیویہ اور اُس کے بھائی کی جان میں جان آئی۔ پہرے داروں نے بھی اُسے نہ روکا۔ اُنہیں معلوم تھا کہ یہ فیلکس کا غلام ہے، اور اُنہوں نے دیویہ کو روکنا نہ چاہا، کہ اپنے نیم جان خاوند کی تھوڑی سی مدد کرے۔ بڑی شکرگزاری سے اُس نے اس موقعہ کو قبول کیا، اور بڑے صبر سے وُہ سارا وقت مارکس کے پاس دوزانو کھڑی اُس کے خشک لبوں کو تر کرتی، اُس کے پیارے بدن کو دھوتی رہی۔ وُہ اُس کے ایمان اور خدا پر توکل کے اظہار کو جو تھوڑی تھوڑی دیر بعد اُس نیم مُردہ بدن سے نکلتے سُنتی تھی۔ صرف ایک دفعہ اُس نے دیویہ کی منت کی کہ وہاں سے چلی جائے۔ اُسے ڈر تھا کہ میری ہر دم بڑھتی مصیبت آخر کار اُس کی بہادری پر غالب نہ آ جائے، اور وُہ موت کے نظارے کے لیے ڈرتا تھا کہ وُہ اُس کی برداشت نہ کر سکے گی۔ لیکن جب اُس نے دیکھا کہ مجھے چھوڑنے کے خیال سے اُسے کیسا درد ہُوا، اور وُہ کیسی ثابت قدمی سے اپنی

محبت کی محنت میں لگی رہی، تو اُس نے اُسے پھر جانے کو نہ کہا۔ اور صرف یہی دُعا کی کہ اُسے فضل اور قوت دے کہ وہ سارے صدمہ کی برداشت کر سکے۔

شام ہو گئی۔ دیویہ ڈھلتے آفتاب کی طرف دیکھ رہی تھی کہ وہ خوں خوں اپنے مکان کو جاتا، میرے خاوند کی زندگی کو اپنے ساتھ لیے جاتا ہے۔ بھلا کیا وہ خواہش رکھ سکتی تھی، کہ ایسی حالت میں مارکس کی زندگی بڑھ جائے گی۔ وہ جانتی تھی کہ اُسے موت کی میٹھی نیند سوتے دیکھنا مُبارک ہوگا۔ لیکن وہ اُس ضرب سے ڈرتی تھی جو اُن دونوں میں جُدائی ڈال دے گی۔ وہ اس سختی کی ضرب سے ترساں تھی۔

سُورج مغربی پہاڑیوں کے پیچھے چھپ گیا اور شفق ظاہر ہوئی۔ پھر شفق بھی جاتی رہی، اور بالکل تاریکی چھا گئی۔ اتنے میں مشعلوں کی روشنی، پاؤں کی آہٹ اور لوگوں کی آواز نے پتہ دیا کہ پروکونسل سیٹرنینس آرہا ہے۔ اور شہید کی زندگی میں چند اور لمحے باقی ہیں۔ دیویہ بالکل خاموش تھی۔ وہ سانس بھی بمشکل لے سکتی تھی لیکن وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہی، اور اپنے خاوند پر ایسی جاں نثاری سے متوجہ تھی کہ گویا اُسے معلوم ہی نہ تھا کہ اب میری خدمت کی اور ضرورت نہ رہے گی۔

اتنے میں ایک لمبی سیاہ صُورت مارکس کے پاس نمودار ہوئی۔ وہ ایک لمبا چوغہ اوڑھے تھا اور جب تک اس نے کلام نہ کیا کسی نے بھی نہ پہچانا کہ وہ مارکس کا باپ فیلکس ہے۔ اُس نے جلدی سے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑ کر ایک شکستہ اور لرزاں آواز میں کہا:

میرے بیٹے، مَیں تمہیں بچا تو نہ سکا، لیکن اب بھی تمہارا بدلہ لُوں گا۔

مارکس نے چلا کر کہا۔ ''اَے میرے باپ یُوں نہ کہیے۔ خُداوند فرماتا ہے۔ بدلہ لینا میرا کام ہے اور مَیں بدلہ لُوں گا۔ اَے میرے باپ میرے قاتلوں کو معاف کرو،

جیسے میں اُنہیں اس وقت معاف کرتا ہُوں۔ مسیح خُداوند سے معاف کرنا سیکھو، جس نے صلیب پر سے اپنے دُشمنوں کے لیے دُعا کی۔"

فیلکس نے ایک ایسی مایوسی کی آواز سے جس سے اُس کے مسیحی بیٹے کے دل میں بڑا درد ہُوا کہا۔ نہیں مارکس۔ ہرگز نہیں۔ مَیں نے ایسا گناہ کیا کہ اب میں معافی سے دُور ہُوں۔ مَیں کبھی معاف نہ کروں گا۔ یہ لو، وُہ آتے ہیں وُہ ظالم اپنے سپاہی لیے آ رہا ہے۔ میرے بیٹے ہمیشہ کے لیے الوداع۔ زندگی ابھی تک قیمتی ہے، کیونکہ مجھے بدلہ لینا ہے۔ اب مجھے اپنے تئیں چھپانا واجب ہے۔

پھر وُہ جلدی سے تاریکی میں چھپ گیا، اور ایسی جگہ کھڑا [redacted] کہ کوئی اُسے دیکھ نہ سکے، لیکن وُہ خود سب کُچھ دیکھ سکے۔

پروکونسل سیٹرنینس نے آہنی پلنگ کے پاس آ کر مارکس پر نگاہ کی اور دیکھا کہ دیوبیہ اُس کے پاس سے ہٹی نہیں وُہ اُس کی آنکھ سے اپنی آنکھ ملا نہ سکا، اور مُنہ پھیر کر کانپ اُٹھا۔ ہاں وُہ ظالم اپنے ہی کام سے ترساں ولرزاں تھا۔ اُس کی یہ حالت دیر تک نہ رہی۔ وُہ ابھی اپنا پُورا بدلہ لے نہ چُکا تھا۔

اُس نے حکم دیا کہ قیدی کو کھول کر مقتل کے پاس لاؤ، اور اس عورت کو یہاں سے ہٹا دو، عورتوں کے لیے یہ کوئی مقام نہیں۔

دیوبیہ نے بڑے زور سے چلا کر کہا۔ بیوی کی جگہ آخر تک اپنے خاوند کے پاس ہے۔ اور پھر ایسے پُر اطمینان لہجے میں کہ پروکونسل سیٹرنینس بھی حیران رہ گیا۔ اُس نے کہا۔ جناب مجھے ٹھہرنے کی اجازت دیجیے گا۔ میری کمزوری سے آپ کے کام میں کوئی خلل نہیں آئے گا۔

پروکونسل نے تُرش رُو ہو کر جواب دیا۔ جیسا چاہتی ہو کرو سپاہیو! اپنا کام کرو۔ یہ جلد ختم ہو جائے گا، اور پھر بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکل گیا۔ کاش اس بہادر سپاہی کی جگہ اس کا باپ ہوتا۔

مارکس کی زنجیریں اُتار دی گئیں، اور آزاد ہوتے ہی وہ ویویہ کی طرف پھرا اور اُسے اپنی چھاتی سے لگا کر الوداع کہا اور برکت دی۔ پھر مقتل کے پاس جا کر اُس کے آگے گھٹنے ٹیکے، اور اپنی رُوح خدا کے حوالے کی اور جلاد کی ضرب کا منتظر رہا۔

یہ آواز کدھر سے آ رہی ہے۔ یہ خوشی کا نعرہ جو اس آواز سے ملا ہے کہ مسیحیوں کو ہلاک کرو، کیا معنی رکھتا ہے؟ اور یہ کون مرد ہے جو بھیڑ کو پھاڑ کر بے دم بھاگا آتا ہے۔ اور ہر ایک سانس پر بے اختیار اُس کے مُنہ سے نکل رہا ہے۔ ٹھہرو ٹھہرو۔

یہ رُوفس تھا، جو سویرس کا خط لیے آ رہا تھا۔ اور اِس اُمید پر دیوانہ وار بھاگا آتا تھا کہ اپنے آقا کی جان بچائے۔ فیلکس بھی اپنی حالت بُھول گیا اور لوگوں کے ہم آواز ہو کر کہنے لگا۔ ٹھہرو، ٹھہرو۔ اب تمام لوگوں میں یہی آواز گونج رہی تھی کہ ٹھہرو، ٹھہرو۔

سیٹرنینس نے دیکھ لیا کہ یہ شکار میرے ہاتھوں سے جا رہا ہے اور پیشتر ازیں کہ رُوفس اُس کے پاس پہنچے یا شہنشاہ کا حُکم اُسے سُنائے، اُس نے ارادہ کیا کہ میں اپنے کام کو تمام کر لُوں، اور جلاّد کو اشارہ کیا۔ جلاّد نے اپنا خنجر اُٹھایا۔ لیکن پھر بھی آخری حُکم کا منتظر ٹھہرا رہا۔ پُرجوش لیکن متلون مزاج لوگوں نے نعرہ مارا ٹھہرو، ٹھہرو۔

پروکونسل سیٹرنینس نے تُرش رُوئی سے حُکم دیا۔ مارو، مارو۔ خنجر گرا، اور ایک ہی ضرب سے مارکس کا سر زمین پر جا لڑھکا۔ شہید نے اپنا تاج پا لیا۔

....

پچیسواں باب

بَرلبِ یردن

تیرا آخر ہُوا ہے نیک انجام ۔۔۔ تجھ کو دُکھ درد سے نہیں اب کام
اپنی باری پہ ہم بھی آئیں گے ۔۔۔ تھکے ماندے کو ہے جہاں آرام

جب فیلکس بھی ٹھہرو، ٹھہرو کا نعرہ مارتے آگے کو بڑھ آیا، تو سیٹر نینس کی تیز آنکھ نے اُسے دیکھ لیا، اور اُس کے پریشان چہرے پر مشعلوں کی روشنی پڑنے سے اُسے پہچان بھی لیا۔ مارکس کی موت سے اُس کمینے کی پیاس ابھی بُجھی نہ تھی، اور اُس کی یہ خواہش باقی تھی کہ فیلکس کا کام تمام کرے۔ خصوصاً اس لیے کہ اُس نے اُسے قتل کروانا چاہا تھا۔ چپکے سے اُس نے اپنے پہرے کے کپتان کو حُکم دیا کہ فیلکس کو گرفتار کر کے اُسی کوٹھڑی میں محبوس کیا جائے جس میں اُس کا بیٹا مارکس رہا تھا۔ اِس سے فیلکس کو اور بھی درد پہنچا۔ اُس نے نتیجہ نکال لیا کہ قاکوں نے ضرور اقرار کر لیا اور میرا نام لے دیا ہوگا۔ وُہ بخوبی جانتا تھا، کہ اب جو مَیں اپنے دُشمن کے قابو میں آ گیا ہُوں مُجھے اُس سے کیا توقع ہو سکتی ہے، اور وُہ غلطی پر نہ تھا۔ قاکوں نے اذیت وصعوبت سے ہار کر اُس کا نام لے دیا اور سیٹر نینس نے اُس کے ہلاک کرنے کا مصمم ارادہ باندھ لیا تھا لیکن کیا فیلکس نے یہ تھوڑا سا وقت جو اُسے اور جینے کی اُمید تھی اپنی گزشتہ بدکرداریوں کے لیے افسوس وتوبہ کرنے میں گزارا اور اپنے خُدا اور نجات دہندے

کے پایۂ تخت کے پاس جا کر جس کے حضور اُس نے گناہ کیا تھا بڑی عاجزی سے معافی کی درخواست کی؟۔

ہرگز نہیں۔ اُس کا دل تو پتھر ہو گیا تھا، اور غصہ، کینہ اور مایوسی اُس کے دل میں جوش مارتے تھے۔ اور کوئی اور بہتر اور شریف خیال اُس کے دل میں نہ تھا۔ افسردہ تو وہ ضرور تھا لیکن وہ دیندارانہ غم نہ تھا جس سے توبہ پیدا ہوتی ہے۔ جو تھوڑا سا وقت قید کی پہلی رات میں گناہ وہ بڑی پشیمانی کا وقت تھا۔ اُسے نہ تو کوئی زمینی تسلی اور نہ ہی کوئی آسمانی اُمید حاصل تھی۔

دیویہ کی حالت ایسی نہ تھی۔ اُسے کمال رنج و غم تو تھا، مگر اُسے تسلی بھی کمال تھی۔ اس صدمے اور دلی رنج کے ساتھ ہی اُسے اندرونی اور فوق الفلقت سلامتی بھی حاصل تھی ہاں وہ سلامتی جو سوائے مسیحیوں کے کسی اور کا حصہ نہیں۔ کیونکہ مسیحیوں کا خُدا رخصت ہوتے وقت اُنہیں یہ میراث دے گیا۔ مارکس کی موت سے وہ رشتہ ٹوٹ گیا جس کی خاطر وہ جینا چاہتی یا مرنے سے ڈرتی تھی اور اب اُس کی تمام اُمیدیں اور اُس کی محبت کا مرکز آسمان پر تھا تاہم اگر باپ کی مرضی ہو تو وہ جینے پر بھی راضی تھی کہ اپنے بیٹے اور بھتیجے کیمیلس کی خدمت میں زندگی گزارے۔ لیکن اُس کی دلی خواہش یہ نہ تھی۔ اُس کی تھکی ماندہ رُوح اُس آرام کی خواہاں تھی، جو خُدا کے بندوں کا حصہ ہے اور اُس کے دل میں یہ مضبوط اُمید جاگزیں تھی کہ مَیں دیر تک اُس سے محروم نہ رہوں گی۔ ایک وہ وقت تھا کہ دیویہ موت سے ڈرتی اور حیات کو بہت چاہتی تھی لیکن اب وہ مضبوط بندھن ٹوٹ گئے۔ اُس کے بُت اُس سے لے لیے گئے اور اُس کے دل میں آسمانی چیزوں نے جگہ لے لی اور اُسے توفیق ملی کہ اپنی تمام مصیبتوں میں خُدا کے ہاتھ کو دیکھے تاکہ اُس کی راہوں کو سیکھے اور اُن کو عزیز رکھے۔

جب پولیس اُس نظارۂ جانکاہ سے اُسے گھر واپس لایا، تو اُس کے والدین اور فلونہ بڑی فکرمندی سے اُس کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ اُس نظارے کی وہ برداشت کر نہ سکے گی۔ اور جب اُنہوں نے اُسے اپنی ہوش میں مطمئن پایا، تو وہ بڑے حیران اور خوش بھی ہوئے۔ دیویہ کے چہرے سے فکرمندی کے سب نشان ہٹ گئے تھے، کیونکہ جو ہونا تھا وہ ہوگیا۔ اُسے زمین پر تو کوئی اُمید اور نہ ہی کوئی خوف باقی رہ گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے اُس کا جذبۂ دل سُن اور بے حس ہوگیا تھا۔ اپنے والدین اور احباب کی دلی ہمدردی کا اُس نے بڑی شفقت سے جواب دیا اور تھوڑی دیر کے لیے اپنے یتیم بیٹے کو بہ نگاہِ حسرت دیکھ کر اور اُسے بوسہ دے کر اپنے کمرے میں چلی گئی، اور درخواست کی کہ اُسے کچھ دیر کے لیے اکیلا چھوڑ دیا جائے۔

ہوریشس نے دوسری صبح فیبئس کی گرفتاری کی خبر سُنی۔ اُسے معلوم تھا کہ پروکونسل سیٹرنینس اپنے قدیمی دوست کے خلاف ہوگیا ہے۔ وہ محل کو بھاگا گیا کہ دریافت تو کرے کہ فیبئس پر کیا بنی، اور اگر ممکن ہو تو اُس کی سزا کو کم کرائے۔ اُسے پروکونسل کے حضور میں باریابی حاصل ہوئی۔ مگر پروکونسل نے اُسے صاف صاف کہہ دیا کہ فیبئس کے لیے سفارش کرنا فضول ہے۔ میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ آج ہی اُس کے مقدمے کی سماعت کرلوں اور گواہی اُس کے خلاف بڑی مضبوط اور کامل ہے۔ ہوریشس نے جان لیا کہ اب سفارش کرنا بے سُود ہے۔ اس لیے صرف فیبئس سے ملنے کی اجازت چاہی، کیونکہ اُس شخص کے لیے اُسے ابھی تک عزت کا پاس تھا جو برسوں تک اُس کا دوست اور رفیق رہا تھا اگرچہ پچھلے واقعات سے اُن کی دوستی میں بہت فرق آگیا تھا۔

اُس کی درخواست منظور ہوئی، اور اُس نے اُس کوٹھڑی کی راہ لی جہاں اُس نے پہلے دن مارکس سے رُخصت لی تھی۔ دروازہ بند تھا اور نیم روشن کمرے میں وُہ تھوڑی ہی دُور آگے بڑھا کہ چونک کر پیچھے کو لوٹ آیا کیونکہ ایک ہولناک نظارہ اُسے نظر آیا جس سے اُس کا خون رگوں میں بہنا بند ہو گیا۔

چارپائی پر فیلکس کا نیم مُردہ بدن پڑا تھا۔ ایک زخم سے جو گردن پر لگا معلوم ہوتا تھا خون بہہ رہا تھا، اور کانپتے ہاتھوں میں ایک خنجر پکڑا تھا، جس سے اُس نے اپنے آپ کو ہلاک کیا تھا۔ اُس کے چہرے پر عجیب پریشانی اور اضطراب چھایا تھا، اور جان ٹوٹنے کی تلخی میں اُس کی اعضاء شکنی ہو رہی تھی۔ تاہم اُس کے ہوش قائم تھے، اور اُس کی آنکھوں نے دہشت زدہ ہوریشس کو پہچان لیا۔ اُس نے بولنے کی کوشش کی اور زور زور سے سانس لینے لگا، اور پھر ایک خوف دلانے والی دھیمی آواز میں کہا۔

''ہوریشس! مَیں ظالم کے ہاتھوں سے بچ نکلا ہُوں لیکن دوزخ! دوزخ میرا حصہ ہے۔'' یہاں اُس نے پھر بولنے کی کوشش کی اور کہنے لگا ''مَیں نے مسیح مُنجی کو چھوڑ دیا۔ اور اب ہمیشہ کے لیے تباہ ہو چکا ہُوں۔'' پھر وُہ چلایا۔ ''اَے خُدا! مَیں دُعا مانگ نہیں سکتا۔ شیطانوں نے میری رُوح پر قبضہ کر لیا ہے۔ اَے بُری رُوحو! مَیں تمہارے پاس آتا ہُوں۔ مَیں تمہارا بندہ ہُوں۔''

پھر ایک کش مکش شروع ہُوئی اور وُہ کم ہوتی گئی۔ اُس کا بدن مُردہ ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور فیلکس کی رُوح اپنے پیدا کرنے والے کے حضور جا حاضر ہُوئی۔

ہوریشس اس دردانگیز نظارے سے فوراً چلا گیا اور اُسے اپنے دل سے دُور

کرنے کی ہزار کوشش کی، لیکن بے سُود۔ فیلکس کی صُورت اُس کا پیچھا نہ چھوڑتی تھی، اور اُس کی رقت انگیز مایوسی بھری آواز بار بار اُس کے کانوں میں آتی اور اُسے یہ مہیب آواز سنائی دیتی تھی۔ مَیں نے اپنے مسیح مُنجی کو چھوڑا، اور اب ہمیشہ کے لیے تباہ ہو چکا۔

ہوریشس اپنے دل ہی دل میں کہنے لگا کیا یہ یُوں ہی ہے۔ کیا یہ ہی صداقت ہے جو مجبوراً مرتے دم اُس شخص کے لبوں سے نکلی جس نے یسوع ناصری کی پیروی کی، اور پھر اُس کے طریق کو چھوڑ دیا۔ اگر فیلکس نے سچ کہا تو پھر میری حالت کیا ہے۔ لیکن نہیں اُس کی حالت میری نہیں ہو سکتی۔ مَیں نے تو کبھی اُس مصلوب یہودی کی پیروی ہی نہیں کی۔ پیروی کا اظہار بھی نہیں کیا، اور نہ ہی کبھی کروں گا۔

ہوریشس نے اپنی بیٹی کے گھر آ کر فیلکس کی خودکشی کا بیان سُنایا لیکن اُس واقعہ کی مفصل کیفیت نہ بتائی۔ نہ اُن مہیب الفاظ کو بیان کیا جو مرتے دم اُس کی زبان سے نکلے تھے۔

جب ہوریشس مکان میں داخل ہُوا تو ویوِیا اور اُس کا بھائی سوچ رہے تھے کہ کیونکر مارکس کی لاش کو وہاں سے اُٹھا لائیں اور اُسے مسیحی دستور کے موافق دفن کریں۔ خصوصاً ویوِیا کو اس بات کا بڑا فکر تھا۔ اس خیال سے کہ مارکس کی لاش یُوں ہی میدان میں پڑی رہے گی، اور درندے اور ہوا کے پرندے اُسے آ آ کر نوچیں گے۔ اُس کے دل کو سخت بے چینی ہُوئی اس لیے باپ کی منت کی کہ جا کر پروکونسل سے درخواست کرے کہ مارکس کی لاش اُس کی بیوی کو دی جائے۔ لیکن ہوریشس کو یقین تھا کہ ایسی درخواست کبھی منظور نہ ہو گی، بلکہ اُلٹا مقتل پر پہرہ بٹھایا جائے گا۔ سودیوِیا نے تجویز کی کہ غروب آفتاب

کے بعد خود مقتل کو جائے اور ہو سکے تو لاش کو اپنے رفیقوں کے ہمراہ وہاں سے اُٹھا لائے۔

جب ہُولیس نے اپنی بہن کی خواہش کا اظہار سکندولس اور پلاڈلیس سے کیا تو اُنہوں نے مدد دینے کا فوراً وعدہ کیا۔ اور چونکہ اُس نے زور دیا کہ مَیں خود ہمراہ ہوں گی اور اپنے عزیز کو زمینی آرام گاہ میں داخل ہوتے دیکھوں گی، یہ قرار پایا کہ اُس کے دونوں مسیحی رفیق اُسے شہر کے باہر ملیں، جہاں وُہ اندھیرا ہو جانے پر اپنے بھائی اور ریوڈکیٹس کے ہمراہ جائے۔ اگر دیوِیہ کو اپنے وفادار بُت پرست دوست سیٹھیس کی مدد لینے کا خیال نہ آتا تو اُنہیں کامیابی کی کوئی بڑی اُمید نہ ہوتی۔

ہُولیس نے اُسے ڈھونڈ پایا، اور اُس سے وعدہ لیا کہ وُہ پہرے کو جو اُس کے زیرِ فرمان تھا وہاں سے اُس وقت ہٹا لے، تاکہ دیوِیہ اور اُس کے احباب کو یقین ہو کہ پہرہ اُس وقت مقتل سے دُور ہو گا۔ شام ہو گئی اور دیوِیہ نے ترساں ولرزاں اپنے والدین کو الوداع کہی اور اپنے اُس مُبارک لیکن خطرناک کام کی سرانجام دہی پر روانہ ہوئی۔ پورشیا نے اُسے اس منصوبے سے باز رکھنے کی بہتیری کوشش کی لیکن بے فائدہ۔ وُہ کسی طرح رُک نہ سکتی تھی۔ اُس کے دل میں یہ خیال جاگزیں تھا کہ مَیں ایک مقدس فرض کو سرانجام دے رہی ہُوں۔ ہاں اُس آخری خدمت کو جو مَیں اپنے عزیز کی کر سکتی ہُوں۔ فلوتہ بھی اُسے راہ میں آملی، اور ہُولیس اور ریوڈکیٹس کے ہمراہ اُنہوں نے مقتل کا رُخ کیا۔

اُس کے رفیقوں نے تمام اسباب مہیا کر رکھے تھے۔ ہلکی سی چاندکی روشنی میں وُہ اپنی جگہ پر آپہنچے۔ اُن کا خیال تھا کہ اُن کو اُس وقت کوئی نہیں دیکھتا۔ پہرے کی آواز دُور سے سُنائی دیتی تھی اور رات کی خاموشی میں کوئی اور آواز رخنہ انداز نہ تھی۔

اپنے خاوند کی لاش کے پاس پہنچ کر دیوتیہ کے پاؤں کانپنے لگے۔ وہ وہاں تھک کر بیٹھ گئی۔ اس کے رفیقوں نے لاش اور سر کو ایک بڑے کپڑے میں ڈال کر زمین سے اٹھالیا۔ ایک لحہ بھی ضائع کرنا واجب نہ تھا۔ پہرے دار اس طرف ابھی واپس آنے کو تھے۔ سودیوتیہ نے اس پیارے چہرے پر جس سے ابھی تک چاند کی روشنی میں حسن وسلامتی ٹپکتی تھی، ایک حسرت انگیز نگاہ ڈالی، اور اُسے چادر سے لپیٹ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اپنے رفیقوں کے جو لاش کو اٹھائے تھے پیچھے پیچھے ہولی۔

وہ جھاؤ کے درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس جا پہنچے اور وہاں پادری نموڈیکس منتظر تھا کہ مسیحی کلیسیا کی سادہ رسم کے مطابق لاش کو دفن کرے مقرر کردہ زبور تو نہ گایا گیا، لیکن پادری صاحب نے اس مرحوم بھائی کے حوصلے اور ایمان کی توصیف میں چند کلمے کہے اور پہلے کرنتھیوں کے پندرھویں باب کا کچھ حصہ پڑھا، جو اُن ابتدائی دنوں میں بھی رسم تدفین کے موقعہ پر پڑھا جاتا تھا۔ سب نے اس قبر کے گرد جو دیوتیہ کے رفیقوں نے دن کے وقت کھودی تھی، گھٹنے ٹیکے اور لاش کو اس میں دفن کر کے ایک مختصر اور موثر دعا سے عبادت ختم کی۔ شہید کی قبر کا معمولی نشان بھی نظر انداز نہ کیا گیا۔ مٹی ڈالنے سے پیشتر فلوتنہ نے لاش پر سدا بہار کی پتیوں کا گلدستہ رکھا جو غیر فانی ہونے کا نشان اور اس امر کی اُمید ہے کہ پسماندگان مرحوم سے پھر ملیں گے۔

قبر مٹی سے فوراً بھر دی گئی اور جہاں تک ممکن تھا پہلی صورت پر لائی گئی اسی اثنا میں یُولیس، پادری صاحب کو الگ لے گیا اور اُس کی منت کی کہ آپ یہاں سے جلدی گھر چلے جائیں۔ مبادا آپ دیوتیہ کے ساتھ دیکھے جائیں اور دونوں خطرے میں پڑیں۔

وہ فلورنہ کے ساتھ قبر کے پاس کھڑی اپنے بھائی کی آمد کی منتظر تھی کہ وہاں سے رُخصت ہوں اور مختلف راہوں سے ہو کر دو دو تین تین ہو کر شہر کو جائیں۔

لیکن اُن کا یہ منصوبہ پورا ہونے نہ پایا۔ پُولیس اور پادری نموڈیکس کو وہاں سے گئے دیر نہ ہُوئی تھی کہ آس پاس کی جھاڑیوں میں کسی کے آنے کی آواز سُنائی دی اور چاروں طرف سے کئی سیاہ صُورتیں آ موجود ہوئیں، اور اُنھیں بہ سختی و درشتی سے کہا کہ تُم ایک بڑے سخت جُرم کے مُرتکب ٹھہرے ہو اور ایک ایسے مُجرم کی لاش اُٹھا لائے ہو جس کی سزا ابھی تک پُوری نہیں ہُوئی، اور اب تُم سب قانون کی رُو سے گرفتار ہو۔ اُن کا سامنا کرنا بے فائدہ تھا اور بھاگ جانا بالکل ناممکن تھا۔ دیویہ اور اُس کے چاروں رفیقوں کو باندھ کر وہ اُس سمت کے مقابل لے گئے، جدھر کو پُولیس اور پادری صاحب گئے تھے۔ اس کے لیے یہ مسیحی فکر گزار تھے۔ اُنھیں اُمید پیدا ہوگئی، کہ ہمارے دونوں دوست تو سلامت رہیں گے۔ یہ سپاہی جانتے تھے، کہ کوئی مسیحی خادم الدین رسم تدفین کے وقت ضرور حاضر ہوگا، کیونکہ جب وہ جھاڑیوں کے پیچھے چھپے تھے تو اُنہوں نے کسی کو عبادت پڑھتے سُنا تھا۔ اُنہوں نے ملزموں سے پُوچھا کہ تُمہارا خادم الدین کہاں ہے اور جواب نہ پانے پر اُن کا غصہ اور بھی بھڑکا اور پھر اُنہوں نے سختی سے کام لیا۔

پُولیس تھوڑی دیر میں اُس جگہ واپس آیا جہاں وہ اپنی بہن کو چھوڑ گیا تھا اور جان لیا کہ ہمارے رفیق گرفتار ہو گئے ہیں۔ پہلے تو اُسے خیال گُزرا کہ آگے بڑھ کر اُنھیں کہہ دوں کہ میں بھی اس مسیحی جماعت میں شامل تھا۔ لیکن غور و فکر کے بعد اُس نے فیصلہ کیا کہ یُوں میں نہ صرف اپنی جان ہی کو خطرے میں ڈالوں گا، بلکہ میرے ساتھیوں کو کچھ

فائدہ بھی نہ ہوگا۔ اس طرح میں گھر جا کر اُن کی گرفتاری کی خبر دوں گا اور شاید انہیں بچانے کی کوئی صورت نکل آئے۔ جب وہ اُس کی نظروں سے غائب ہو گئے تو اُس نے گھر جا کر والدین کو اس حادثہ کی خبر دی۔ یورشیا اور ہوریشس نے سخت افسوس کیا کہ کیوں ہم نے دیویہ کو اس خطرے سے بچا نہ رکھا۔ لیکن یہ افسوس کرنے کا مقام نہ تھا۔ ہوریشس نے ارادہ کیا کہ حتیٰ الوسع کوشش کر کے اپنی بیٹی کو ہلاکت سے بچائے۔ وہ اپنے پچھلے تجربے سے خائف تھا کہ اب پروکونسل کے نزدیک میری وہ قدر و وقعت نہیں رہی، اور اُسے کامیابی کی بہت کم اُمید تھی تاہم اُسے معلوم تھا کہ پروکونسل بڑا حریص آدمی ہے۔ اس لئے پر اُسے دیویہ کی جان بچانے کی کچھ اُمید ہوئی۔ اُس کا خیال تھا کہ دولت کی محبت کینہ وحسد پر غالب آئے گی۔

صبح ہوتے ہی وہ پروکونسل کے پاس گیا، اور اُس کے سخت چہرے کو دیکھ کر اُس کی رہی سہی اُمید بھی جاتی رہی۔ اُس کی تمام منت وسماجت کے جواب میں پروکونسل سیٹرنینس نے سرد مہری سے یہی کہا کہ شہنشاہ کے فرمان پر عمل کرنا ضرور ہے، اور میں نے ٹھان لیا ہے کہ اِن قوانین کو ہیچ نہ سمجھا جائے۔ بلکہ ان پر پُورا پُورا عمل درآمد ہو۔ پھر ہوریشس نے اُسے رشوت دینی چاہی، اور کہا کہ میں اپنی تمام مقبوضات آپ کی نظر کرتا ہوں لیکن کامیاب نہ ہُوا۔ اصل بات یہ تھی کہ اس لالچی شخص کو معلوم تھا کہ سکندولس اور پلاڈیس بڑے دولت مند ہیں، اور اُن کے قتل پر اُن کی تمام جائداد ضبط کی جائے گی۔ صرف دیویہ کو چھوڑ دینا قرین مصلحت نہ تھا۔ گو اُس کا خیال ہوتا بھی لیکن اصل بات یوں تھی اُس کا سر فیلیکس اس بے عزتی کی موت سے جو پروکونسل سیٹرنینس نے اُس کے لیے

تیار کی تھی خودکشی کرکے بچ نکلا تھا، اور وُہ چاہتا تھا کہ اُس کے خاندان کے دیگر لوگوں پر اپنا کینہ نکالے۔ پچھلے دنوں میں اُسے اس مضمون کی کئی رپورٹیں بھی ملی تھیں کہ شہر میں مسیحی مریدوں کا شمار دن بدن بڑھتا جاتا ہے، اور کئی لوگ جن پر مسیحی ہونے کا شک تھا گرفتار کیے گئے۔ اُس نے ارادہ کیا کہ ہر ایک مقدمہ کی بخوبی تحقیق کرے، اور جو لوگ بھی ناصری کی عبادت کرنے کے ملزم ٹھہریں اُنھیں اوروں کو عبرت دینے کے لیے سخت سزا دے۔ مدت سے بُت پرست لوگوں نے شاہی تماشا گاہ میں مسیحیوں کو درندوں سے لڑنے کا تماشا نہ دیکھا تھا۔ اب پروکونسل سیٹرنینس نے ارادہ کیا کہ اُن کے اس وحشیانہ اور شیطانی شوق کو پُورا کرے، اور یُوں اپنی ہردلعزیزی کو بڑھائے اور ساتھ ہی مسیحیوں کو بھی سخت نقصان پہنچائے۔

ہوریشس کی تمام نذریں نامنظور کرنے کا یہی باعث تھا۔ یہ بُوڑھا مضطرب خاطر باپ مایُوس ہوکر وہاں سے اُلٹا پھرا۔ بُت پرست حاکم مسیحیوں کے عزیز و اقارب کو اکثر اُنھیں ملنے اور دیکھنے کی اجازت دیا کرتے تھے کہ اُن کے دلائل اور رنج وغم کے اظہار سے وُہ واپس بُت پرستی میں آجائیں۔ کئی حالتوں میں ان ملاقاتوں کا یہی افسوس ناک نتیجہ ہُوا کرتا تھا، اور ایسے شخصوں کو وُہ بڑی خوشی سے قبول کرتے اور اُنھیں عزت و دولت کا انعام دیا کرتے تھے۔ تو پھر کوئی تعجب نہیں کہ تکلیف اور موت کا ڈر زندگی اور خوشی کی اُمید اور اپنے عزیزوں اور بیگانوں کی بے قراری کبھی کبھی اُن کے کمزور ایمان پر غالب آجاتی تھی۔

ہوریشس، پروکونسل کے عالیشان مکان سے نکل کر اُس تنگ و تیرہ کوٹھڑی میں

گیا، جہاں دیو یہ اور اُس کے رفیق قید تھے اور یہاں اور بھی کئی اشخاص ہر عمر اور ہر درجے کے اسی شک پر محبوس تھے۔

یہ کوٹھڑی بالکل تاریک تھی، اور اُس میں ہوا کا بھی کوئی بخوبی راستہ نہ تھا۔ اپنی پیاری بیٹی کو ایسی مصیبت میں ادنیٰ درجے کے لوگوں کے ساتھ محبوس پاکر ہوریشس کو بڑا دُکھ اور بے چینی ہوئی۔ اُس نے اُسے فلومنہ کے ساتھ ایک نشست گاہ پر بیٹھے اپنی آنے والی حالت کی بابت باہم گفتگو کرتے پایا۔ اپنے بزرگ باپ اور اُس کے غم کے اظہار پر دیو یہ کو رقت طاری ہوگئی، لیکن اُس نے اپنے آپ کو جلد ضبط کر لیا اور اُسے تسلی دی کہ موت میرے لیے خوشی کا سبب ہے، صرف اپنے ننھے بچے کا خیال اُسے ستاتا تھا۔ اُس نے ہوریشس کو یقین دلایا کہ اگر میں کسی ہوادار جگہ میں رہنے کی اجازت پاؤں اور میرا بچہ ساتھ ہو تو بس میری کوئی اور خواہش نہ رہے گی۔

باپ نے ارادہ کر لیا کہ اور کچھ نہیں تو نذر و تحائف سے اتنی مہربانی تو حاصل کر لوں اور تھوڑی ہی دیر میں وہ اُسے فلومنہ کے ہمراہ ایک عمدہ ہوادار مکان میں لے گیا اور اُس کے بچے کو بھی وہیں پہنچا دیا اور اُسے یقین دلایا کہ جب تک تُم انکار سے اپنی آزادی نہ پاؤ یا موت سے اپنی ضد کا کفارہ نہ دے لو یہ لڑکا تم سے جُدا نہ کیا جائے گا۔ ہوریشس اپنی بیٹی کی ثابت قدمی اور بہادری کو دیکھ چکا تھا۔ اُسے یہ اُمید تو کبھی نہ تھی کہ وہ اپنے ایمان سے انکار کرے گی، تاہم وہ بالکل مایوس نہ تھا اور کمربستہ تھا کہ حتی الوسع کوشش کرے اور اُسے راہ پر لائے۔

دیو یہ اور اُس کے رفیقوں کا مقدمہ فوراً پیش نہ ہُوا۔ پروکونسل ہیلریَنس نے

مناسب جانا کہ پہلے تمام گواہیاں جمع کر لے تا کہ ساری جماعت کو مجرم ٹھہرا سکے۔ اس میں کئی دن صرف ہُوئے، اور دیویہ اور فلوتہ کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی گئی۔ وُہ صبر سے موت کی منتظر تھیں۔ دیویہ اپنے بچے کی خبر داری میں مصروف رہی اور اُس کے چہرے سے اُس کے اپنے قول کی تصدیق ہوتی تھی، جو تواریخ میں مندرج ہے'' کہ میں اس قید خانے کی چار دیواری میں بھی ایسی خوش ہُوں کہ گویا کسی شاہی محل میں رہتی ہُوں۔''

فلوتہ بھی اپنے ایمان اور اطمینان میں قائم تھی۔ صرف کبھی کبھی اس خیال سے اُسے درد ہُوا کرتا تھا کہ میرا خاوند عام لوگوں کے ہمراہ قید میں ہے لیکن اُس کی تسلی اور جرأت کے پیغاموں سے جو پادری صاحب اور اُس کلیسیا کی ڈیکن کے وسیلے بھیجے جاتے تھے، وُہ اکثر تسلی پاتی تھی۔

دیویہ کی بے چینی کا سب سے بڑا سبب اُس کے باپ کا غم تھا۔ وُہ ہر روز اُسے ملنے آتا اور جب اُس کی دلیلیں اور ترغیبیں بے سُود ٹھہرتیں تو غصے سے کام لیتا، اور دیویہ کو کہتا تھا کہ اس ساری ہلاکت کا باعث تُو ہی ہے۔ پھر وُہ زار زار روتا اور اُس کی منت کرتا تھا کہ اپنے والدین اور اُس ننھے بچے پر رحم کرے۔ ایک دفعہ وُہ پورشیا کو بھی اپنے ہمراہ لایا تا کہ وُہ بھی اُسے سمجھانے میں اُس کی مدد کرے۔ لیکن وُہ مسیحی ماں اپنی بیٹی کی اس مصیبت کو دیکھ کر زار زار روتی، پر اُس کے ارادے کو بدلنے کی کوشش نہ کی۔ اُس دن سے ہوریشس نے اُسے قید خانہ میں آنے نہ دیا، کہ مُبادا اُس پر بھی شک ہو۔ علاوہ ازیں اُس نے جان لیا کہ یُوں میرے مدعا میں کامیابی نہ ہوگی۔

جُولیس بھی اپنی بہن کو برابر ملنے آتا رہا۔ اُس کی اور پادری نموڈیکس کی گفتگو

سے دیویہ کی رُوح کو بڑی خوشی اور شادمانی ملتی تھی۔ اُنہوں نے اُسے ایمان سے انکار کرنے کی ترغیب نہ دی، بلکہ اُسے اور فلوتہ دونوں کو حوصلہ دلاتے تھے تاکہ آخر تک ثابت قدم رہیں، اور جلال کے تاج کو پائیں۔ بُولیس تو خود ایسی حالت میں پڑنا چاہتا تھا اور افسوس کرتا تھا کہ اُس وقت ہمیں کیوں ان کے ہمراہ نہ ہُوا۔ لیکن پادری نموذیکس نے اُسے سمجھایا، کہ ایسے خیالوں کو راہ نہ دے اور صبر سیکھے، اور جب تک اس کے مالک کی مرضی نہ ہو کہ اُسے تاج پہننے کو دے۔ اُس کی صلیب اُٹھاتا رہے۔ بُولیس کا منہ تو بند ہو گیا لیکن وُہ قائل نہ ہُوا۔ اُن مصیبتوں سے جو اُس کے خاندان پر پڑی تھیں۔ اُس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ وُہ جانتا تھا کہ دیویہ کی موت پر دُنیا میری آنکھوں میں تاریک ہو جائے گی اور زندگی جینے کے قابل نہ رہے گی۔ وُہ مارکس کے بدلے مرنے کو تیار تھا اور اب وُہ دیویہ کے ساتھ مرنا چاہتا تھا۔ اُسے خیال آتا تھا کہ بھلا اب میرے اور میری بہن کے لیے اس دُنیا میں کیا رہ گیا ہے کہ جس کے لیے ہم جئیں۔ بُولیس کے دل پر اُس کے بدن کی کمزوریوں سے بہت اثر ہُوا تھا، اور اس بات کو وُہ بخوبی سمجھ نہ سکا کہ ہر ایک مسیحی کا یہ فرض ہے کہ نہ صرف اپنے مالک کی خاطر جان ہی دے، بلکہ اُس کی خدمت میں جیئے، اور اُس کی خدمت کرنے اور تکلیفیں اُٹھانے کو بھی تیار رہے۔ دیویہ کو اُس کے ان خیالات سے افسوس ہُوا۔ وُہ ڈرتی تھی کہ کہیں یہ کوئی ایسی نادانی نہ کر بیٹھے کہ خود اپنی ہلاکت کا باعث ہو۔ اور میرے والدین اپنے ایک ہی بیٹے سے جو باقی رہ گیا تھا محروم ہوں۔ لیکن اُس کے خیالات سے دیویہ کو کمال ہمدردی تھی۔ وُہ جانتی تھی کہ اب موت ہی سب سے بڑی برکت ہے جو مجھے عطا ہُوئی، اور جُوں جُوں وقت آتا گیا اُس کا حوصلہ اور اُس کی شجاعت بڑھتی گئی۔

....

چھبیسواں باب

موت تک ایماندار

کون ہم کو مسیح کی محبت سے جدا کرے گا؟ مصیبت یا تنگی یا ظلم یا کال یا ننگا پن یا خطرہ یا تلوار؟ مگر ان سب حالتوں میں اُس کے وسیلہ سے جس نے ہم سے محبت کی ہم کو فتح سے بھی بڑھ کر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

(رومیوں ۸: ۳۵-۳۷)

ساعتِ مقدسہ کے دن صبح کو ویویہ اور فلسونہ پھر اُسی عام قید خانے میں بھیجی گئیں، کہ وہاں سے سب اکٹھے پروکونسل سیٹرنینس کی عدالت میں پیش کیے جائیں۔ وہاں سے چلنے پر ویویہ نے اپنے چھوٹے بچے کو آخری دفعہ گود میں لیا، کیونکہ اُس کو پھر اس دُنیا میں دیکھنے کی اُمید نہ تھی۔ بیچاری لکریشیہ رنج و غم سے پریشان بچے کو لینے کی منتظر کھڑی تھی تا کہ اُسے پورشیا کے پاس لے جائے۔ ویویہ نے خواہش ظاہر کی تھی کہ فی الحال وہ پورشیا کی حفاظت میں رہے اور جب موقعہ ملے تو کیمیلس کے ہمراہ آرمینیا میں اکٹیولس اور مارسلا کے پاس بھیجا جائے۔ بچے کو لکریشیہ کی گود میں دے کر ویویہ بڑی جُرأت سے اور قیدیوں میں جا ملی۔ فلسونہ اور ریوڈکیٹس کو باہم ملتے دیکھ کر اُسے تبسم سا آ گیا، اور یہ مسرت بخش خیال اُس کے دل میں آیا میں بھی جلد ہی اپنے خاوند سے جا ملوں گی، اور وہاں پھر کبھی جدائی نہ ہو گی۔

قید خانے کے باہر شور وغل کے پیدا ہونے سے معلوم ہوا کہ سپاہی آ پہنچے ہیں تا کہ قیدیوں کو عدالت میں لے جائیں۔ دیوؔیہ نے ان سپاہیوں کو دیکھنے کے لیے باہر نظر کی تو کیا دیکھتی ہے کہ جُولیسؔ بھی اُن کے ہمراہ آ رہا ہے۔ وُہ بالکل آزاد تھا، اور بڑی خُوشی اور شادمانی سے لپک کر اپنی بہن کے پاس آیا اور خوشی سے بھری آواز میں کہنے لگا۔

''میری پیاری بہن دیوؔیہ! موت بھی ہمیں جُدا نہ کرے گی۔ مُجھے بھی اجازت مِل گئی ہے کہ تمہارے فخر میں شامل ہوؤں اور تمہارے ساتھ اپنے شفیع کی وفاداری اور قُدرت کی شہادت دُوں۔ خُداوند کی رحمتوں کے لیے میرے ساتھ ہو کر اُس کی ستائش کرو۔''

دیوؔیہ اپنے بھائی کی طرف بنظرِ شوق دیکھنے لگی۔ اُس کے چہرے سے صاف ظاہر تھا کہ وُہ اپنے خُداوند کے نام کے لیے یہ مصیبت برداشت کرنا بڑا فخر سمجھتا ہے۔ اس کی خاطر وُہ خُوش ہُوئی کہ وُہ ایسی جلدی اپنے آرام میں داخل ہوگا اور شہادت کا تاج پہنے گا، جس کی اُسے ایسی خواہش تھی لیکن اپنے والدین کے لیے اُسے سخت افسوس تھا کہ اب وُہ بالکل بے اولاد ہو جائیں گے۔ اُس نے شفقت سے بھائی کو سمجھایا کہ تُم اپنی آسمانی برکتوں میں ایسے محو ہو کہ اپنے والدین کی طرف سے بالکل غافل ہو گئے ہو۔ جُولیسؔ نے خُود بخُود حاکمِ اعلیٰ کے پاس جا کر اقرار کر دیا تھا کہ مَیں ابھی تک یسوع ناصری کی تعلیم اور ایمان پر ویسا ہی ثابت قدم ہُوں اور یہ بھی بتایا کہ مارکسؔ کی لاش کو اُٹھانے میں میرا بھی حصہ تھا، اور اُس کی مسیحی رسمِ تدفین میں بھی مَیں شریک تھا۔ اُس نے اپنے تئیں سرکار کے سپرد کر دیا تھا کہ شاہی فرمان کے مطابق اُس کی عدالت ہو اور اپنے رفیقوں کے ساتھ جن کے جُرم میں وُہ شریک تھا سزا اُٹھائے۔ پروکونسل سیٹرنینسؔ نے بھی

نے سمجھایا کہ خُود بخُود اپنے سر پر تباہی لانے سے باز آئے۔ اِس وقت پروکونسل کا غصہ مسیحیوں کے خلاف برانگیختہ تھا، اور جُولیس کو یُوں برملا جرأت سے اقرار کرتے دیکھ کر اُس کے غضب کا شعلہ اور بھی روشن ہُوا اور فوراً حکم دے دیا کہ وُہ بھی قید خانے میں بھیجا جائے، اور اُن مسیحیوں کے ہمراہ عدالت میں پیش ہو جن کے مقدمے کی اُس دن سماعت ہونے کو تھی۔

شاید جُولیس کا یہ روّیہ بعضوں کو عجیب معلوم ہو، لیکن یہ ایک امرِ واقعی ہے کہ ابتدائی زمانے میں ایذا رسانی کے دنوں میں مسیح کے کئی ماننے والے یُونہی کیا کرتے تھے[1]۔ اِس کے جائز و واجب ہونے پر بے شک اعتراض ہو سکتا ہے، لیکن ہر ایک مسیحی رُوح ضرور اِس بہادرانہ جان نثاری کی مداح ہو گی، جس نے اس امر کی تحریک کی۔

دیویہ کی سرزنش اور سوالات کے جواب میں جُولیس نے کہا کہ اس امر کے اختیار کرنے سے پیشتر جس سے مجھے شہید ہونے کا فخر ملا میں نے پُورا پُورا بندوبست کر لیا ہے، کہ میرے والدین پادری نموڈیکس اور یتیم لڑکوں کے ساتھ آرمینیا کو چلے جائیں۔ اُنہوں نے اس انتظام سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا تھا اور ابھی تک اِس خیال میں تھے کہ جُولیس بھی اُن کے ہمراہ جائے گا، اور اس ایذا رسانی سے جو ان دنوں مسیحیوں پر ہو رہی تھی اُس نئے ملک میں جا پناہ لے گا۔ ہوریشس نے اِسی خیال سے اس جلاوطنی کو بخوشی منظور کیا تھا کہ کہیں میری بیوی کے تبدیلِ مذہب کی خبر عام لوگوں کو نہ ہو جائے اور کہ اپنی بیوی اور چھوٹے بیٹے کو اُس مصیبت سے جو اُس کے خاندان کے باقی شرکاء پر پڑی تھی بچائے۔

---

[1] مؤرخ فلوری لکھتا ہے کہ دیویہ پرپیچوا کے بھائی نے سچ مُچ اپنے آپ کو پیش کیا کہ اپنی بہن اور رفیقوں کے ساتھ سزا اُٹھائے۔

لگائی جس سے ویویہ کی جان چھد گئی، اور اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے جو اُس کی اپنی مصیبت کے خیال سے بھی نہ آئے تھے۔ (از مؤرخ فلوری)

یہ مردِ پیر غم اور غصّے سے مغلوب ہو کر عدالت سے چلا آیا، اور جب وہ بھیڑ کو چیر کر آ رہا تھا تو قیدیوں میں اپنے بیٹے جُولیس کو دیکھ کر اُس کے زخمی دل کو اور بھی صدمہ پہنچا۔ اُسے اپنے بیٹے کے پاس جانے کی ہمت نہ رہی اور اُس کی نظر ہی سے اُس کی مصیبتوں اور اُس کے دل کا حال کُھل گیا۔ وہ بازار سے گزر کر جلدی سے لرزاں و افتاں اپنے گھر پہنچ گیا۔ اُس کے ہوش بمشکل قائم تھے، اور اُس میں ہمت نہ تھی کہ پورشیا سے اپنی مُلاقات کی کیفیت بیان کرے۔

اُن تمام مسیحیوں میں جو اُس دن اُس بُت پرست پروکونسل سیٹرنیئس کے سامنے پیش ہُوئے، ایک نے بھی اپنے خُداوند کا انکار نہ کیا۔ سب پر مُوت کا فتویٰ ہُوا، البتہ ہر ایک کے جُرم کے مطابق اُس کی سزا کے طریق میں فرق کیا گیا۔ ویویہ، فلوسہ اور اُن کے مرد رفیقوں کو یہ سزا ملی کہ تماشا گاہ میں درندوں کے سامنے ڈالے جائیں۔ یہ تماشا دو دن تک ملتوی کیا گیا تھا، اس لیے قیدیوں کو دو دن اور قید خانے میں منتظر رہنا پڑا۔ یہ دن اُنہوں نے خُدا کے حضور دُعا و مناجات کرنے اور ایک دُوسرے کو حوصلہ دلانے میں صرف کیے اور کبھی کبھی دارونۂ قید خانہ کے کانوں میں اُن کے مل کر حمد و ستائش کے گیت گانے کی آواز آتی تھی۔

اُن کی دینداری اور تسلیم و رضا کو دیکھ کر پہرے داروں کو اُن پر بہت رحم آیا اور اُنہیں اجازت دی کہ اپنے قتل ہونے سے ایک شام پہلے اپنے مسیحی دوستوں کے ساتھ کھانے میں شامل ہوں۔ ابتدائی زمانے کے مسیحیوں کے نزدیک یہ موقعہ بڑی

خوشی کا ہوتا تھا۔(1) اُن کے کئی بت پرست دوست اور ہم وطن بھی اُس رسم کو دیکھنے آئے۔ لکھا ہے کہ اس رسم کے دیکھنے والے خصوصاً اُن محبت آمیز پُر ایمان تقریروں سے جو اس تقریب پر کی گئی بُتوں کے دل نرم ہو گئے، اور اُنہوں نے اس تعلیم کو قبول کیا جس کی خاطر یہ مومنین اپنی جان دینے کو تھے۔ اُن اجنبیوں کے رُخصت ہونے کے وقت پُولیس نے اُن سے مخاطب ہو کر کہا کہ ان مسیحی قیدیوں کے چہروں کو بخوبی دیکھ لیں تا کہ کل آپ اُنہیں پہچان سکیں، اور دیکھیں کہ یہ کیسی سلامتی اور مقدس اُمید سے اپنے آخری دُشمن کا سامنا کرتے ہیں، اور یہ کسی اپنی قوت سے نہیں بلکہ اُس کی قوت سے جس کی نذر اُنہوں نے اپنا دل کر دیا ہے اور جو اُنہیں مصیبت کے وقت کبھی فراموش نہ کرے گا۔

دُوسرے دن اس وحشیانہ نظارے کے وقت یہ قیدی حاضر کیے گئے، اور عام لوگوں نے بھی ملاحظہ کیا کہ وُہ بڑے استقلال و جرأت سے آ رہے تھے گویا کہ کسی مصیبت اُٹھانے کی بجائے شادی کی ضیافت پر جا رہے ہیں۔ شاہی تماشا گاہ کے دروازے پر ایک واقعہ ہُوا جس کی اُنہیں اُمید نہ تھی، اور جس سے اُن کا مسیحی حوصلہ اور مسیحی ارادہ اور بھی بڑھ گیا۔ اُن دنوں میں یہ عام رواج تھا کہ جو شخص اُن خونخوار لڑائیوں میں شریک ہوں اُنہیں بُت پرستی کا کوئی نشان دیا جاتا تھا۔ مردوں پر ایک سُرخ کپڑا ڈالا جاتا تھا، اور یہ سیٹیر دیوتا کے پُجاری کا نشان تھا۔ اور عورتوں کے سر پر اُسی رنگ کی ایک چھوٹی سی ڈوری باندھی جاتی تھی جو سیریس کی پُجارن کی علامت تھی۔ جب یہ شہیدا کھاڑے کے دروازے پر پہنچے

---

1 ‘‘ جسن صاحب کے ’’حالاتِ قدیم مسیحیاں‘‘۔

تو کئی لوگوں نے آگے بڑھ کر یہ بُت پرست نشان اُن پر لگانے چاہے لیکن اُنہوں نے ہم آواز ہو کر مخالفت کی یہ بڑی بے انصافی ہے کہ جس رسم کے بجانہ لانے کے لیے ہم اپنی جانیں دینے کو ہیں اُسی پر زبردستی ہم سے عمل درآمد کرایا جائے۔ لوگوں نے بھی مخالفت کی اور سختی کرنے پر ہی تھے کہ پہرے کے کپتان نے آ کر انہیں روکا اور مسیحیوں کو اجازت دی کہ بُت پرستی کا ظاہری نشان لیے بغیر اندر چلے جائیں۔ یہ سٹیمیس تھا جس نے اپنے دوست کی بیوہ اور اُس کے رفیقوں پر آخری مہربانی کا اظہار کیا۔ وُہ حمد و ستائش کے گیت گاتے تماشا گاہ میں داخل ہوئے۔ جُولیس نے اپنے معمولی جوش و سرگرمی سے پروکونسل سیٹرنینس اور لوگوں کو پکار کر کہا۔ یاد رکھیے ہم اُس منجی پر ایمان رکھتے ہُوئے مرتے ہیں جسے ہم ان دیکھے پیار کرتے، اور جسے ہم نے ابھی تک نہیں دیکھا اُس کی بے بیان خوشی اور جلال میں داخل ہوتے ہیں۔ اور اُس نے سب حاضرین کو متنبہ کیا کہ تُم سب کو اس دن کی کارروائی میں حصہ لینے کے باعث عدالتِ اعلیٰ میں حساب دینا ہوگا۔

درندے چھوڑے گئے، اور وُہ وحشیانہ طور پر غراتے ہُوئے اپنے شکار پر آ پڑے۔ معلوم ہوتا تھا کہ شریف ویویہ اور اُس کی سہیلی فلسونہ کی بلند حوصلگی اور جرأت سے پروکونسل سیٹرنینس کا غصہ اور بھی بھڑک اُٹھا تھا۔ اس لیے اُس نے حکم دیا کہ اُنہیں ایک ایسی جگہ میں رکھو، جہاں درندے اُن پر حملہ نہ کر سکیں اور اپنے رفیق مردوں کو درندوں سے زندہ پھاڑتے دیکھ کر اُن کی مصیبتیں اور بھی بڑھ جائیں۔ لیکن اس نظارے سے بھی اُن کی ثابت قدمی میں ذرا بھر بھی فرق نہ آیا۔ فلسونہ نے اپنے خاوند کو الوداع ہونے کا اشارہ کیا، اور آسمان کی طرف توجہ دلا کر کہا ہم جلدی پھر وہاں ملیں گے۔

آخر کو ان کی باری آئی۔ ان کے تمام رفیقوں کی لاشیں ان کے سامنے زمین پر پڑی تھیں اور اب انہیں تماشا گاہ کی ایک چھوٹی سی محدود جگہ میں پہنچا کر ایک وحشی ریچھ ان پر چھوڑا گیا۔ یہ غضب ناک جانور پہلے تو ویویہ پر حملہ آور ہوا اور اُسے زمین پر گرا کر پاؤں تلے کچل ڈالا۔ اور پھر فلونہ پر حملہ کر کے اُسے کئی جگہ سے کاٹا، اور بیہوش اور لہو لہان زمین پر چھوڑ گیا۔ اسی اثنا میں ویویہ پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے پھٹے کپڑوں کو سنبھال کر اپنی سہیلی کا ہاتھ پکڑ کر بڑی شفقت سے اُٹھایا۔ یہ خدا کی رحمت سے تھا کہ ریچھ نے پھر اُن پر حملہ نہ کیا اور اُن دونوں کو ایک دوسرے سے ہمدردی کرتے چھوڑ گیا۔ اس نظارہ سے سنگدل تماشائیوں کا بھی دل بھر آیا اور انہوں نے بآوازِ بلند پکار کر پروکونسل سپٹر نیئس کی منت کی کہ تلوار سے ان کا کام تمام کر کے ان کی مصیبتوں کو ختم کرے۔ اُس نے ان کی بات مان لی اور جب جلاد آگے بڑھے تو ان دونوں بہادر عورتوں نے ایک دوسرے کو سلامتی کا محبت آمیز بوسہ دیا اور چپ چاپ جلادوں کے سامنے آ کھڑی ہوئیں۔

فلونہ کا کام تو ایک ہی ضرب سے تمام ہو گیا۔ لیکن ویویہ کا جلاد اناڑی اور ناتجربہ کار تھا، اور اُسے بے قاعدہ کئی زخم آئے تاہم اُس بہادر عورت نے آخر تک اپنی مسیحی بہادری اور مسیحی رتبے کو قائم رکھا۔ اُس نے اپنے خوبصورت بدن کو چادر سے خوب لپیٹ لیا اور جلاد کو ہدایت کی کہ کیونکر اپنے کام کو بہتر صورت میں نبھائے، اور اُس کی مصیبتیں جلد ختم ہوں۔ جلاد نے اُس کا کہا مانا۔ تلوار پھر پڑی اور ویویہ کی مصیبتیں ختم ہوئیں اور اُس کی ابدی خوشی شروع ہوئی۔

ستائیسواں باب

غریبانِ وطن

بعض کا مسکن زمیں ہے بعض کا ہے آسماں
کچھ یہاں کچھ وہاں مگر مل کر ہیں سب اک خانداں
دُکھ کی موجوں سے جو گزرے پار سو ہیں خوش نصیب
اور پسماندوں نے بھی ہے ایک دن جانا وہاں

آفتاب پہاڑوں کے مغربی سلسلے کی طرف جو اس وسیع اور ہموار میدان کی سرحد پر واقع ہے، جس میں قدیم دریا اریکس بہتا ہے غروب ہو رہا تھا اور کوہ ارارات کی بلند برفانی چوٹیوں پر اُس کی شعاعوں کے پڑنے سے خوش نما رنگت پیدا ہو رہی تھی۔ اس میدان میں جا بجا کئی خیمے اور سادہ جھونپڑیاں نظر آتی تھیں۔ یہاں اس ضلع کے وحشی اور چوپان لوگ رہا کرتے تھے اور ان کے چاروں طرف بھیڑ بکریوں کے بے شمار گلّے پائے جاتے تھے اور یہی اُن کی کل جائداد اور ذریعۂ معاش بھی تھا۔

ساحلِ دریا کے نزدیک ہی ایک مکان تھا جو گو ساخت اور بناوٹ میں تو باقیوں کی طرح سادہ تھا، تو بھی اس میں تہذیب اور آرام کے کئی ایسے نشان پائے جاتے تھے، جو اَوروں میں نہ تھے۔ صاحبِ خانہ کو اس گھر میں آئے ابھی چند مہینے ہی گزرے تھے،

لیکن اس کی دیواروں پر پھول اور بیلیں چڑھی تھیں اور چھوٹا سا صحن بڑی عمدگی سے آراستہ کیا ہوا تھا۔ قدرتاً ہی یہ جگہ بڑی دلکش تھی اور اسے اور بھی دلپذیر بنانے کے لیے ہنر کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ یہ چھوٹی سی جھونپڑی دریا کے کنارے ایک سبزہ زار پر واقع تھی جس کی ڈھلوان دریا کی طرف تھی۔ اس کے دونوں طرف درخت اور پھول بکثرت تھے، اور دریائی پرندے اور مویشی اس جگہ کو رونق دیتے تھے۔ اس جھونپڑی میں داخل ہوتے وقت کوہ اراراٹ کا ایک عالی شان نظارہ نظر آتا تھا۔ وہ بادلوں میں بڑے فخر سے سر نکالے کھڑا تھا اور اُس کی فلک رسیدہ چوٹیاں نیلے آسمان میں صاف دکھائی دیتی تھیں۔

اس جھونپڑی کے سادہ برآمدے میں دو شخص بیٹھے تھے۔ ان کی صُورت اُن کے آس پاس کے نظارے یا وحشی چوپانوں سے جو جھونپڑی کے نزدیک ہی اپنے مویشیوں کو پانی پلانے آیا کرتے تھے کچھ مطابقت نہ رکھتی تھی۔ یہ دونوں جوان تھے، اور گو ان کا لباس سادہ اور ان کا اسباب خانہ داری معمولی تھا مگر ان کے طرز واطوار سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ عالی نسب اور ذی مرتبہ ہیں۔ دونوں کے بشروں پر غم وفکر کے نشان تھے، تاہم اُن کے چہروں سے سلامتی ٹپکتی تھی۔ اور صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُنہوں نے اپنی مصیبتوں کو تسلیم ورضا سے برداشت کیا اور اپنی آزمائشوں پر ہر حالت میں غالب آئے ہیں۔

یہ ایک کتاب کا مطالعہ کر رہے تھے جو جوان مرد کے گھٹنوں پر کھلی پڑی تھی۔ لیکن اب یہ خاموش تھے۔ دونوں کی آنکھیں تو ڈھلتے سُورج پر لیکن دل اپنے وطن پر لگے تھے۔ ہاں اُس سرزمین پر جہاں سُورج پہاڑوں کی مغربی طرف غروب ہو کر طلوع ہوگا۔

جوان عورت نے اپنے رفیق مرد سے مخاطب ہو کر کہا۔ اکٹیولیس! ہمیں یہاں جلاوطنی میں آئے کئی مہینے ہو چکے ہیں، اور میرے باپ اور پیاری مصیبت زدہ دیو یہ کی ہمیں کوئی خبر نہیں ملی۔ جب کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ جس دن سے ہم اُسے کارتھیج میں ایک بزہ کی طرح پھاڑنے والے بھیڑیوں میں چھوڑ آئے ہیں، تمہاری بے چاری بہن نے کیا کیا مصیبتیں اُٹھائی ہوں گی، تو میرا دل بے قابو ہو جاتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اُس کی تمام مصیبتوں، جرأت وشجاعت کے اظہار پر آخرکار اُس کی ذاتی قوت مغلوب ہو جائے گی۔ پیاری دیو یہ جب اُسے اپنی سہیلی کی مصیبتوں کا خیال آیا تو اُس کی آنکھوں سے ہمدردی کے آنسو بہنے شروع ہوئے۔ پیاری دیو یہ بڑی ستائی اور تائی گئی ہے۔ ہاں جیسے سونا آگ میں تایا جاتا ہے اور وہ اپنے مالک کے استعمال کے لائق برتن بنائی گئی ہے۔

مارسلا کو کیا معلوم تھا کہ جس وقت وہ اپنی پیاری سہیلی سے ہمدردی اور اُس کی توصیف کا اظہار کر رہی تھی اُس کی خلاصی یافتہ روح اپنے منجی کی حضوری میں شادمان تھی۔ ہاں مصیبت کے تمام خوفوں سے دور اور گناہ اور ذاتی بُرائی کے ہر ایک دھبے سے پوری پوری پاک وصاف۔

اکٹیولیس جواب دینے ہی کو تھا اور اِس اُمید کا اظہار کرنے والا تھا کہ ”تھوڑی ہی دیر میں پادری نموڈیکس اُن کی بااَمن جگہ میں آنے کا موقعہ پائے گا اور دیو یہ اور اُس کے بچوں کو بھی اپنے ہمراہ لائے گا۔“ تو مارسلا چلا اُٹھی۔

اکٹیولیس! ذرا میدان کی طرف دیکھنا۔ پہاڑوں کے سامنے سے کئی مسافر نکل رہے ہیں۔ یہ ضرور اُسی راہ سے آئے ہوں گے جس پر ہم نے ہیریا سے سفر کیا۔ اور اب

اُس چھوٹے نالے کو عبور کر کے میدان میں داخل ہو رہے ہیں۔ بھلا کیا یہ کارتھیج سے تو نہیں آئے؟ شاید ہمارے عزیز رفیق بھی ان میں ہوں۔ میرا دل یہی گواہی دے رہا ہے۔ میں انہیں ملنے کو جاتی ہوں۔ کاش دیوؔیہ بھی اُن میں ہو۔

اکنیولیس نے ان لوگوں کو دور سے آتے دیکھ لیا، اور جب وہ ذرا آگے بڑھے تو سورج کی آخری شعاعوں میں رومی سپاہیوں کے ہتھیار چمکتے نظر آئے۔ مارسلا کی اُمیدیں اُس کے دل میں بھر آئیں، اور یہ دونوں اُس طرف کو مسافروں سے ملنے کے لیے قدم اُٹھائے چل دیے۔ ہموار میدان پر تو وہ جلدی جلدی چلے، اور مسافروں کے نزدیک پہنچ کر مارسلا کا دل اُچھلنے اور دھڑکنے لگا۔ اُسے دو عورتیں خچروں پر سوار نظر آئیں، اور ایک کی گود میں بچہ تھا۔

وہ خوشی سے چلا اُٹھی۔ یہ دیوؔیہ ہے، اور شوق سے اُسے خوش آمدید کہنے کو بڑھی۔ لیکن آگے بڑھ کر بیحد حیران ہوئی کیونکہ وہ دیوؔیہ نہیں بلکہ اُس کی ماں پورشیا تھی جولیس کو گود میں لیے تھی۔ دوسرے سوار پر نظر ڈال کر کیا دیکھتی ہے کہ لکریشیہ، کیمیلس کو لیے ہے۔ اُس کے دل میں یہ درد انگیز خیال اُٹھا کہ دیوؔیہ کی بابت میرا خوف سچ نکلا۔ اور اُس نے پورشیا سے لفظوں میں تو کچھ نہ پوچھا، لیکن اُس کے بزرگ چہرے پر ایسی غم بھری نگاہ ڈالی کہ پورشیا اس کا مطلب سمجھ گئی، اور یوں ہمکلام ہوئی۔

"وہ یہاں نہیں ہے۔ وہ تو اب اپنے مارکس کے ساتھ آسمان میں ہے لیکن مارسلا روؤ نہ۔ اُس کے لیے نہ روؤ۔ اُس کی مصیبتیں بیشک بڑی تھیں، لیکن اب وہ ختم ہو گئی ہیں۔ اب اُس کے پسماندگان کے لیے روؤ۔"

یورشیا کے رُخساروں سے آنسو بہ رہے تھے اور اُس نے جھک کر مارسلا کو گلے لگایا، اور بچے کو جو ویبیا اُسے سونپ گئی تھی اُس کی گود میں دیا۔ مارسلا نے اس ننھے بچے کو چھاتی سے لگایا، اور اپنی ساس کے ساتھ جھونپڑی کی راہ لی۔ اُس کے غم آمیز خیالات نے ایسا غلبہ پایا تھا کہ سارے وقت راہ میں اُس کے منہ سے کوئی بات نہ نکلی، اور اُس نے یورشیا سے کوئی اور سوال نہ پُوچھا۔ اُسے اپنے باپ کی بابت بھی پُوچھتے ڈر سا معلوم ہوتا تھا جو کچھ فاصلے پر ہوریشس کے ہمراہ پا پیادہ آ رہا تھا۔ اُن کے ساتھ کئی رُومی پہرے دار تھے، جو اُنہوں نے بیریا کے حاکم سے لیے تھے، اور کچھ نوکر چاکر اسباب اُٹھائے تھے۔

جب ساری جماعت اکٹیویس کے مکان پر پہنچی، تو پادری نموڈیکس اور اُس کی بیٹی کی افسوسناک مگر راحت افزا ملاقات ہوئی اور جو جو افسوسناک واقعات اُن کے کارتھیج سے آ جانے کے دن سے واقع ہوئے اُسے سُنائے۔ کیا وہ افسوس کر سکتی تھی؟ نہیں ویبیا اب اپنے آرام میں داخل ہے؟ نہیں، اُس نے بڑی شکرگزاری سے خُوشی کا اظہار کیا، اور اُن آنسوؤں کو جو اپنی مقدس رفیق اور بہن کی بہادری اور مصیبتوں کا مفصل بیان سُننے سے جاری ہو گئے تھے روکنے کی کوشش کی۔

ہوریشس اپنی دولت کا بہت سا حصہ ساتھ لے آیا تھا، اور اُس نے اُس احاطے کے رُومی حاکم کی اجازت سے اُس جھونپڑی کے نزدیک ہی ایک عالی شان مکان بنوایا، اور ساتھ والی زمین کی کاشت کاری شروع کی۔

رُوفس اپنی مرضی سے اُن کی جلاوطنی میں شریک ہُوا تھا اور چند اور خادم اُس کے پہلے شاہانہ عملہ کے نشان باقی تھے۔ ہوریشس اب جاہ و جلال کا طالب نہ تھا۔ اب اُسے فکر تھی تو سلامتی کی تھی۔ وہ صرف اپنی مسیحی بیوی کے لیے ہی سلامتی کا خواہاں نہ تھا اور

صرف اُسی کی خاطر وہ بت پرست سرکار کے ہاتھوں سے بھاگنا نہ چاہتا تھا بلکہ وہ خیالات جن کی وہ دیر تک مخالفت کرتا رہا اب آخرکار اُس پر غالب آ گئے تھے، اور بتوں سے اُسے کچھ اُنس نہ رہا تھا جس وقت سے وہ اپنی بیٹی کا آخری اقرار سن کر کمرۂ عدالت سے نکالا گیا تو ہوریشس دل سے مسیحی ہو گیا تھا۔ آخرکار اس خاندان میں جس میں اتنی دیر تک جدائیاں رہیں اتفاق کے خیالات پیدا ہو گئے، اور وہ اپنے کارتھیج کے شاہانہ مکان کی نسبت اس ویرانے میں ہزار درجہ زیادہ خوش تھے۔ صرف وہ پرانی یادداشتیں جنہیں وہ دل سے دور نہیں کر سکتے تھے انہیں افسردہ خاطر کیا کرتی تھیں۔

لکریشیہ ہاں اُسی متعصب لکریشیہ نے بھی اقرار کیا کہ اس تعلیم میں جس کی خاطر اُس کی پیاری خاتون نے مرنے کی بھی جرأت کی ضرور کوئی بڑی قدرت ہے، اور اُس نے اس تجربے کی سچائی کی بے شمار مثالوں میں ایک اور مثال بڑھادی کہ شہیدوں کا خون انجیل کا بیج ہے، اور جس کثرت سے سچائی کے دشمن اُسے زمین پر گرائیں ویسے ہی زور سے خدا کا کلام بڑھے گا اور شیطان کی بادشاہت پر غالب آئے گا۔ ہمیشہ یوں ہی ہوا ہے اور یوں ہی ہوتا رہے گا۔ مسیح نے کہا ہے کہ دوزخ کے دروازے میری کلیسیا کے خلاف کبھی بھی غلبہ نہ پائیں گے۔

....

نوٹ

شہنشاہ الگزینڈر سویرس نے مسیحیوں کی نیک چلنی اور اُن کی خوش اطواری کی نہایت تعریف کی ہے اُن کی پاکیزہ زندگی اور راستبازی نے جس سے وہ اپنے تمام ملکی اور قومی فرائض کو سرانجام دیتے تھے۔ اس پر غور کیا کہ اُس نے تحقیق کی کہ اُن تمام خوبیوں کا بھید کیا ہے تو اُسے معلوم ہوا کہ اُن کی زندگی کا ایک بنیادی اُصول تھا اور مسیحی مذہب کے بانی نے بھی اس پر زور دیا کہ "جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں ویسا ہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو۔" اس اُصول کی عمدگی وخوبصورتی اور اس پر عمل کرنے کے فوائد اُس کے ایسے دل نشین ہوگئے کہ اُس نے حکم دیا کہ تمام سرکاری کارروائی شروع کرنے سے پیشتر نقیب اُسے باآواز بلند سنا دیا کرے اور اُس نے اپنے محل اور دیگر عالی شان عمارتوں کی دیواروں پر بھی اس کو کندہ کر دیا کہ یہ اُصول ہمیشہ لوگوں کے مدِنظر رہے۔ (الیگزینڈر سویرس کی سرگزشت)۔

لکھا ہے کہ کارتھیج کے شہیدوں کی موت کے تھوڑے
عرصہ بعد ہی ظالم پروکونسل سیٹرنینس کی آنکھیں
اندھی ہوگئیں اور وہ ایک سخت مصیبت کی موت مُوا۔

اس علم سے کہ ایسے ایسے واقعات رُوئے زمین پر واقع ہوئے دل میں بڑا درد پیدا ہوتا ہے۔ تاہم مُعتبر شہادتوں اور یقینا تواریخ سے ہم جانتے ہیں کہ یہ باتیں سب سچی ہیں اور چھوٹی چھوٹی تفصیلیں بھی جیسی دردناک اور رقت انگیز ہیں ویسی ہی وہ برحق بھی ہیں۔ یہ بھی یادرہے کہ یہی ایک واقعہ رُوئے زمین پر نہیں ہُوا بلکہ ایذارسانی کے دنوں میں سلطنت رُوما کے ہر ایک حصے میں یہ دل شکن ظلم برپا ہوئے۔ اُنہیں دنوں سے اُن لوگوں کی رُوحیں جو خُدا کے کلام اور اُس شہادت کی خاطر جو اُنہیں ملی تھی شہید ہوئے، یہ

آواز بلند پکار رنے سے نہیں رُکیں، کہ اَے مقدس اور سچے خداوند خدا کب تک تُو ہمارے خون کا بدلہ اِن دُنیا کے لوگوں سے نہ لے گا اور اُن کی عدالت نہ کرے گا۔

خداوند اِن تکلیفوں اور مصیبتوں کو جو ان بزرگوں کے حصے میں جو بُزرگوں کے حصے میں جو بُرو ے ایمان ہمارے آباؤ اجداد پیں پڑیں ہم سے رو کے اور اگر ہمیں یہ اُٹھانی بھی پڑیں تو ہمیں بھی ویسا ہی ایمان اور محبت عطا فرمائے۔ آمین۔

SS